یا اللہ جل جلالہٗ

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل ۴۳)
اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم علم نہیں رکھتے

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سینکڑوں مسائلِ شرعیہ کے حل کا بیش بہا خزانہ

العطایا السیفیۃ فی الفتاویٰ النقشبندیۃ

المجلد الثامن

تصنیف

فخر المتاخرین العالم العارف باللہ

مفسر کلام اللہ تعالیٰ وخادم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

الشیخ السید احمد علی شاہ

الحنفی الترمذی الماتریدی السیفی

النقشبندی الجشتی القادری السهروردی

ناشر

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ

فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن نمبر ۱۰ کراچی غربی

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

(۱) باب نمبر ایک: مرشد کون بن سکتا ہے؟

حضرت علامہ، امام المتکلمین، زبدۃ العارفین، حجۃ اللہ علی العٰلمین، تاجدار اہلسنت، شیخ التفسیر والحدیث، محبوب العارفین، زبدۃ العاشقین، حجۃ الواصلین، غوث العارفین، خواجہ خواجگان، مبلغ اسلام مولانا محمد حمید جان صاحب مبارک نے مجھ سے ۱۱ مارچ ۲۰۱۷ بروز ہفتہ بعد نماز ظہر بوقت ۲ بج کر ۱۵ منٹ پر فرمایا کہ شاہ صاحب مبارک آپ نے مریدین وسالکین کے آداب وشرائط پر بہت سی کتب تحریر فرمائی ہیں اب کوئی کتاب اس موضوع پر بھی تحریر فرمادیں کہ "مرشد کون بن سکتا ہے؟" اب آپ کے امر پر یہ کتاب لکھی جارہی ہے۔

واما شرائط الشیخوخۃ فکثیرۃ

(۱) منہا استقامۃ الشرع کما قیل ان اراد الطالب ان یاخذ مرشدا فی سبیل اللہ تعالیٰ فلابد ان یختار من ھو صاحب الاستقامۃ علی الشرع لان الولایۃ لا یتحقق الا باختیار الشریعۃ۔

پیر کیلئے پہلی شرط یہ ہے

کہ وہ شریعت پر مستقیم ہو، جس طرح کہا گیا ہے کہ جو طالب مرشد طلب کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ ایسا پیر تلاش کرے جو شریعت کا پابند ہو، کیونکہ ولایت بغیر پابندی شریعت کے حاصل نہیں ہوسکتی۔

شرط نمبر ۲

ومنہا ان یکون نسبۃ طریقتہ منتھیا الی النبی ﷺ بیعۃ بعد بیعۃ لئلا یکون طریقتہ بدعۃ فان صاحب البدعۃ ملعون علی لسان الشارع ﷺ۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اس نے جس مرشد سے بیعت کی ہے وہ طریقہ تسلسل کے ساتھ یدا بید ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ تک حضور پرنور ﷺ تک پہنچتا ہو (متصل ہو اس طریقہ میں یدا بید اتصال ہو) اگر اتصال نہ ہوگا تو ایسا پیر بدعتی ہے اور اس کا وہ طریقہ بدعت ہے اور بدعتی حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ملعون ہے۔

شرط نمبر ۳

ومنہا العلم بعلوم الظاھری کما قال شارح المخزن عند قولہ (ھرچہ داسلو رعلمہ ئی نزدہ) ای من ھو لیس بعالم بالاحکام الاعتقادیۃ والعلمیۃ ویدعی الارشاد والتلقین الی الناس فھو ناقص یضل الناس ولیس باھل لذالک لان العلم الضروری لاجل الارشاد فی العلم الباطنی لان الطریقۃ لاتتم الا بالشریعۃ الاتری الا قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

الشریعة اقوالی والطریقة افعالی والحقیقة احوالی والمعرفة اسراری فمن لم یقدرعلی ان یعلمهالغیره فهوناقص لان العلم بمنزلة الطهارة للصلوٰةفکمالاتصح الصلوٰةبدون الطهارةلایصح الارشادبدون العلم ولهذاقال بعض الصوفیةمن تزهدبغیرعلم جن فی آخرعمره اومات کافرا۔انتهیٰ۔

تیسری شرط یہ ہے کہ وہ پیر علوم ظاہری پڑھاہوا ہو، جیسے کہ صاحب شارح مخزن فرماتے ہیں کہ جسے ان چار علوم کا علم نہ ہو ،یعنی اگر وہ پیر احکام اعتقادیہ اوراحکام علمیہ کا عالم نہ ہو اور پیر ہونے کا دعویٰ کرے اور لوگوں کو تلقین و تبلیغ کرے سو وہ ناقص ہے،لوگوں کو گمراہ کرتا ہے،وہ پیر ہونے کا اہل نہیں ،کیونکہ علوم باطنیہ کیلئے علوم ظاہریہ کا ہونالازم ہے،کیونکہ علوم شریعت کے بغیر طریقت حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔

حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا کہ:

(۱) شریعت میرے اقوال ہیں۔

(۲)طریقت میرے افعال ہیں۔

(۳)حقیقت میرے احوال ہیں۔

(۴)اور معرفت میرے اسرار ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص دوسروں کو علم دینے پر قادر نہ ہو وہ ناقص ہے کیونکہ علم بمنزل طہارت کے ہے نماز کیلئے، جس طرح نماز بغیر طہارت کے جائز نہیں اسی طرح پیری بغیر علم کے صحیح نہیں جائز نہیں بلکہ بعض اصفیاء واولیاء نے فرمایا ہے کہ جو شخص بغیر علم کے پیر بن گیا سو وہ شخص عمر کے آخری حصے میں پاگل یا کافر ہو کر مرے گا۔

شرط نمبر ۴

وایضاقال کمالابدمن (۱)علم التفسیر(۲)والحدیث(۳)والفقه (۴)والمناظرة (۵)کذالابدمن علم التعاط، وهی عبارة عن نفی المرادات وایجادالامانی وعادات النفسانیة وحصول الاسرارالروحانیة وهویحصل بفناءالروح فی مشاهدةانوارالذات الالهیة۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ:

(۱)پیر کیلئے مفسر قرآن ہونالازم

(۲)پیر کیلئے احادیث کا محدث ہونالازم

(۳)پیر کیلئے فقیہ ہونالازم

(۴)پیر کیلئے مناظر ہونالازم

(۵) پیر کیلئے علم تعاط کا ہونا لازم۔

(علم تعاط کی وضاحت) یہ وہ علم ہے کہ جس کے ذریعے انسان خواہشات اور مرادات سے اور عادات نفسانیۃ سے بچتا ہے اور اسرار روحانیہ کو حاصل کرتا ہے علم تعاط درحقیقت اپنی روح کو اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے مشاہدہ میں مستغرق کرنا ہوتا ہے۔

شرط نمبر ۵

پیر کو علوم شریعت و علوم طریقت کا عالم ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ مریدین کو جب شریعت کے مسائل درپیش ہوں اوران کے پاس انکا حل نہ ہو تو لامحالہ اپنے مرشد سے ان مسائل دریافت کریں گے پیر عالم ہو گا تو اپنے مریدین کو شریعت کے مسائل کا حل بتا سکے گا۔ نیز مریدین کو طریقت کے مسائل سمجھنے میں کوئی اشکال آئے تو پیر مذہب اہل سنت و جماعت کے عین مطابق اس مشکل گتھی کو سلجھادے گا۔

شرط نمبر ۶

و منھا ماذکرت فی ھذہ الآیۃ قال اللہ تعالیٰ: فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (الکھف ۶۵) الی آخرہ ففی ھذا الآیۃ ذکرت خمسۃ مراتب۔ فمن وجد فیہ ھذہ الصفات مسلم لہ الشیخوخۃ۔

(۱) الاولی کونہ فی مقام العبودیۃ ظاھرا و باطنا لا یکون مرادہ و مقصودہ غیر اللہ تعالیٰ کما قال اللہ تعالیٰ۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا۔

(۲) والثانیۃ کونہ محل ورود الرحمۃ من عند اللہ تعالیٰ بلا واسطۃ الغیر و یعطیہ ما سئل لقولہ تعالیٰ۔ اٰتَیْنٰہُ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا۔

(۳) والثالث ان یکون فی مقام العندیۃ و ھی عبارۃ عن الوصال وارتفع عن یدیہ کلما ھو سوی اللہ۔

(۴) والرابعۃ ان یتکلم فی کل ساعت من اللہ تعالیٰ علما قال اللہ تعالیٰ وعلمناہ ولا یتعطل عن تعلم العلم منہ سبحانہ اٰناً فاٰناً کما قال اللہ تعالیٰ: وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ﴿ال عمران ۱۹۱﴾

(۵) والخامسۃ ان یکون صاحب علم اللدن کما قال اللہ تعالیٰ: مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿الکھف ۶۵﴾ و علم اللدن عبارۃ عن علم الذات والصفات و علم النفس۔

والشیطان والروحی والرحمٰن فاذا وجد فیہ ھذہ الصفات فھو الشیخ الکامل الذی وصفہ النبی ﷺ الشیخ فی القوم کالنبی فی الامۃ لا کل شیخ شبہ بصورۃ الشیخ و ھو فی الحقیقۃ کالشیطان لا یجتنب عن الحرام ولا یکون لہ حظا من حقیقۃ العرفان و مشاھدۃ الرحمٰن ولا یوعظ لتلامیذہ عن ارتکاب المعاصی و اکل الحرام و صحبۃ الفساق فھو الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔ الیٰ آخرہ۔

(۶) ومنھاان یترک الحرص فی جمیع الاموال الدنیوی ویقتصر یدہ عنھالیأخذالمرید خصلتہ۔
(۷) ومنھاالسخاوۃبان یتعلم منہ مریدہ ھذہ الصفۃ۔
(۸) ومنھاعلو ھمۃ بان لایرغب ولایمیل الی الدنیاو اھلھاو لایلتفت الیھالاظاھرا و لا باطنا ویقع الطمع عن تلامیذہ لئلایقعوا فی الاعتراضات علیہ فالحال ان شرائط الارشاد کثیرۃ لاتسعھاھذہ الرسالۃ۔

شرط نمبر ۶

پیر وہ ہوسکتا ہے جس میں وہ مراتب موجود ہوں جو اس آیت میں ذکر کیے گئے ہیں آیت مذکورہ میں پانچ صفات یعنی مراتب کا ذکر ہوا ہے۔ لہٰذا جس شخص میں یہ پانچ مراتب پائے جائیں وہ پیر بننے کا حقدار و مستحق ہے۔

(۱): مرتبہ اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص ظاہراً وباطناً مقام عبودیت میں ہو، اسکا مطلوب ومقصود ذات باری تعالیٰ ہو۔

(۲): مرتبہ ثانیہ یہ ہے کہ وہ ایسا جوہر خالص ہو کہ اس کے دل پر دوسرے واسطے کے بغیر، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو، بلکہ اسکی ذات نزول رحمت کا مرکز ہو۔

(۳): مرتبہ ثالثہ یہ ہے کہ مقام عندیت پر فائز ہو اور مقام عندیت وصل مع اللہ کو کہتے ہیں، وہ صرف ذات باری تعالیٰ میں مستغرق ہو۔

(۴): مرتبہ رابعہ یہ ہے کہ وہ شخص ہر وقت علمی گفتگو کرنے والا ہو درس وتدریس میں مشغول ہو اور یہ کہ درس وتدریس کو کبھی چھوڑنے والا نہ ہو ہر حال میں پڑھاتا ہو، مشغلۂ علمی کبھی ہاتھوں سے نہ چھوٹے، جس طرح کہ ارشاد خداوندی ہے کہ وہ زمین وآسمانوں کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں یااللہ تونے انہیں بیکار پیدا نہیں کیا۔

(۵): مرتبہ خامسہ یہ ہے کہ اس شخص کو علم لدنی حاصل ہو جس طرح ارشاد خداوندی ہے، ہم نے اسے علم لدنی عطا فرمایا، صوفیاء فرماتے ہیں، علم لدنی کا معنی ومطلب یہ ہے کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم ہو، نفس اور شیطان کے فریب کا علم ہو، نیز رحمان، روح کا علم ہو، جس شخص میں یہ پانچ مراتب وصفات موجود ہوں وہ پیر ہونے کا حقدار ہے، اور وہ حقیقی پیر کامل ہے، ایسے کامل واکمل کیلئے حضور پر نور ﷺ نے فرمایا کہ پیر اپنے مریدوں میں وہ مقام رکھتا ہے یعنی اس کی فوقیت مریدوں پر ایسی ہے جیسے نبی کی فوقیت امت پر ہوا کرتی ہے۔

خبردار:

رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان سے ہر پیری کا دعویٰ کرنے والا مراد نہیں کیونکہ بہت سارے پیر، پیری کا دعویٰ کرتے ہیں جبوں قبوں کا استعمال کر کے صورت تو وہی بنا رکھی ہے وضع قطع حلیہ، وہی بنا رکھا ہے مگر چونکہ اس میں اوصاف

مذکورہ نہیں سووہ پیر نہیں شیطان ہے جو لوگوں کا مال حیلوں سے حاصل کرکے حرام کھاتے ہیں، حرام سے اجتناب نہیں کرتے سوایسا شخص عرفان ومشاہدہ انوار وتجلیاتِ رحمان سے محروم ہے "چونکہ وہ شخص علم دین سے دور ہے" سووہ اپنے تلامذہ یعنی مریدوں کو گناہوں سے بچنے کی تاکید نہیں کرتا، حرام سے بچنے اور فاسقوں فاجروں کی صحبت سے بچنے کی تاکید نہیں کرتا، سویہ شخص پیروں کے لباس میں شیطان ہے، جس پر یہ آیت سچی آتی ہے:

الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ (الناس ۵)

(۶): صفت نمبر چھ: وہ شخص دنیا کے اموال کو چھوڑنے والا ہو اوراپنے ہاتھ کو دنیا کے مال کے حصول سے بچائے رکھنے والا ہو تاکہ مرید بھی اپنے مرشد سے سبق حاصل کرلے۔

(۷): علم روحانیت کی عطامیں سخاوت ہو، بخیل نہ ہو تاکہ مرید مستفیض ہوسکے۔

(۸): عالی ہمت وارادے والا ہو، دنیااور دنیاداروں سے رغبت نہ ہو نہ ہی دنیااور دنیاداروں کی جانب التفات کرنے والا ہو تمام تر توجہ شاگردوں مریدوں کی طرف مبذول کرنے والا ہو تاکہ وہ اعتراضات میں نہ پڑیں، پیروں کیلئے شرائط ارشاداور بھی کافی ہیں میں انہیں چند شرائط واوصاف کے ذکر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

کون لوگ علم کے قاتل ہیں؟

ایسی تقاریر سے سامعین کی ذہنی زمین میں حکایات و واقعات تو کاشت ہوتے رہتے ہیں لیکن وہ علم سے خالی رہتی ہے۔ نتیجتاً آہستہ آہستہ علم اپنی موت آپ مر جاتا ہے۔ آج سے تیرہ سو پچیس (۱۳۲۵) برس پہلے مشہور تابعی حضرت ابو قلابہ عبداللہ بن زید الجرمی نے ایسے مقررین ومبلغین کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ علم کے قاتل ہیں۔

ما أمات العلم إلا القصاص يجالس الرجل القاص سنة فلا يتعلق منه بشيء ويجلس إلى العلم فلا يقوم حتى يتعلق منه بشيء۔

علم کو نہیں مارا مگر قصہ خوانوں نے، آدمی قصہ خوانوں کی مجلس میں سال بھر بیٹھتا ہے لیکن اسے علم کی ایک بات بھی ہاتھ نہیں آتی اور عالم کے ساتھ گھنٹہ بھر بیٹھ جائے تو کچھ نہ کچھ علم لے کر اٹھتا ہے۔[1]

حضرت ابو قلابہ نے کس حد تک درست کہا ہے؟ اس کو پرکھنے کے لئے آپ عصر حاضر کے تمام مکاتب فکر کی مجالس کا جائزہ لیں، آپ پر واضح ہو جائے گا کہ یہ قول کس حد تک حقیقت پر مبنی ہے؟ اور یہ کہ یہ کن لوگوں پر فٹ آتا ہے؟ اگر آپ کو

---

[1] (حلیۃ الاولیاء، ج۲، ص ۲۸۶، الکواکب الدریۃ فی طبقات الصوفیۃ، ج ۱، القسم الثانی، ص ۳۴۷، الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبیر لعلی القاری، ص ۴۳)

رب ذوالعطاء کی بارگاہ سے چشمِ بصیرت حاصل ہو تو آپ یہ جان کر کہ وہ لوگ کون ہیں، خون کے آنسو رونے پر مجبور ہو جائیں گے۔

ان پڑھ اور جاہل پیر اپنے آپ کو مبلغین اور ہدایت والے کہتے ہیں، ان کے اوپر علامہ نعمان آفندی کا حکم صادق آتا ہے۔

علامہ نعمان آفندی آلوسی ارشاد باری تعالیٰ: قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (یوسف ۱۰۸) کی یوں تفسیر فرماتے ہیں:

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وذكر بعض العارفين أن البصيرة أعلى من النور لأنها لا تصح لأحد وهو رقيق الميل إلى السوي, وفي الآية إشارة إلى أنه ينبغي للداعي إلى الله تعالى أن يكون عارفا بطريق الإيصال إليه سبحانه عالما بما يجب له تعالى وما يجوز وما يمتنع عليه جل شأنه, والدعاة إلى الله تعالى اليوم من هؤلاء الذين نصبوا أنفسهم إلى الإرشاد بزعمهم أجهل من حمار الحكيم توما, وهم لعمري في ضلالة مدلهمة ومهامه يحار فيها الخريت وهم يحسبون أنهم يحسنون صنعا ولبئس ما كانوا يصنعون۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (یوسف ۱۰۸)

آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ کی طرف داعی پہ لازم ہے کہ وہ اللہ کی طرف پہنچنے کے راستہ سے خوب واقف ہو اسے یہ معلوم ہو کہ اس پر اللہ کی طرف سے کونسی واجبات ہیں۔ جائز کیا ہیں اور ناجائز کیا ہیں۔ لیکن آج کے داعی حضرات جو اپنی زعم میں رشد کا کام کرتے ہیں، ان کے گمان میں وہ حکیم توما سے بھی زیادہ جاہل ہیں (جو کہ عرب کے ہاں ضرب المثل ہے)۔ تمام عمر اس گھٹاٹوپ گمراہی کے اندھیرے میں بھٹکتے پھریں گے۔ وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اچھا کام کرتے ہیں۔ ان کا یہ پیشہ بہت برا ہے۔[1]

آفرین صد آفرین نعمان آفندی آلوسی کے ایمان پر۔ جو فرماتے ہیں کہ میرے زمانے کے مبلغین محکم گدھے ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی اور فعلی صفات نہیں جانتے اور نہ صفات واجبی جانتے ہیں۔

نہ جائز اور منع جو اللہ تعالیٰ نے منسوب کئے ہیں۔ بطریقہ وجوب جائز جواز پر اور ناجائز منع پر۔ مقصد یہ ہے کہ جب نعمان آفندی آلوسی کے زمانے کے مبلغین محکم گدھے ہوئے تو ہمارے زمانے کے جاہل مبلغین جن کی جہالت اظہر من الشمس ہے، ہزار چند محکم گدھے نہیں۔

---

[1] (روح المعانی تفسیر آلوسی، ج۷، ص۷۸)

ملاحظہ فرمائیں مدارک شریف کی عبارت:

علی بصیرۃ ای مع حجۃ واضحۃ و برھان غیر عمیاء و لا علی ھوی۔

یعنی بصیرت سے مراد اندھے پن اور خواہشات نفسانی کے بغیر واضح اور اکمل دلیل کے ساتھ یعنی پوری بصیرت۔

ملاحظہ فرمائیں تفسیر خازن کی عبارت:

علی بصیرۃ عنی علی یقین و معرفۃ و البصیرۃ ھی المعرفۃ التی یمیز بھا بین الحق و الباطل۔

بصیرت سے مراد یقین اور عرفان ہے۔ بصیرت وہ عرفان ہے جس سے حق اور باطل میں تمیز ہوتی ہے۔ [1]

ملاحظہ فرمائیں تفسیر ابن کثیر کی عبارت:

علی بصیرۃ ای و یقین و برھان عقلی و شرعی۔

بصیرت سے مراد یقین عقلی اور شرعی دلیل محکم۔ [2]

حاصل کلام یہ ہوا کہ موجودہ تبلیغی جماعت اور جاہل پیران جو تقریباً سب ان پڑھ ہیں ان پڑھ اور جاہل کی مثال اندھے یا چوپائے کی ہوتی ہے۔ یہ حضرات شرعی تبلیغ کے اہل نہیں ہیں البتہ اپنے بڑوں کا خود ساختہ چھ نمبری دین اپنے مخصوص وضع کردہ طریقہ پر لوگوں تک پہنچاتے ہیں جو تبلیغ لغوی ہے۔ حضرات اپنے آپ کو خدائی گرفت میں لاتے ہیں۔

میرے مسلمان بھائیو! جان لو۔ فقہ، اصول، تفاسیر اور احادیث کا متفقہ فیصلہ ہے جو جاہل ان پڑھ خود کو مبلغ یا مرشد یا واعظ یا عابد اپنے گمان فاسدہ کے ساتھ ظاہر کرے تو وہ محض رہٹ کا گدھا ہے جو اپنی چکر پر ساری عمر گھومتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ میں نے کوسوں سفر کیا۔

مرشد کے لئے کتنا علم ضروری ہے؟

جب یہ معلوم ہو گیا کہ کوئی شخص جس پیشہ، جس عہدہ، جس صنعت اور حرفت سے منسلک ہو اسے اس کے متعلق قرآن و سنت کے فرامین کا ازبر ہونا ضروری ہے۔ تو یہاں یہ معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص مسندِ رشد و ہدایت کو سنبھالنا چاہے تو اس کے لئے کتنا علم ضروری ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ مرشد کے حلقۂ ارادت میں علماء کرام بھی شامل ہوتے ہیں اور مرشد پر اپنے فرائض منصبی کے پیش نظر ان سب کی تربیت کرنا ہوتی ہے، لہٰذا اسے اپنے تمام مریدین سے زیادہ عالم ہونا ضروری ہے۔ اس علم کی مقدار کیا ہے؟ آیئے خود اس شعبہ کے مشائخ کرام سے پوچھتے ہیں۔

---

[1] (تفسیر خازن، جلد ثالث ص ۴۶)

[2] (تفسیر ابن کثیر، جلد ثانی ص ۴۹۶)

مرشد کو متبحر عالم ہونا ضروری ہے، شیخ المشائخ سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ صوفیہ کی شرائط اور قواعد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: وہ شخص جو مشیخیت کی صدارت سنبھالے تا کہ بیعت کرے، ذکر کی تلقین کرے اور مریدین کو رشد وہدایت سے ہمکنار کرے، اس بات کا محتاج ہے کہ:

اَنْ یَّکُوْنَ مُتَبَحِّرًا فِیْ عِلْمِ الشَّرِیْعَةِ لِاَنَّ لَهُ فِیْ کُلِّ حَرْکَةٍ مِیْزَانًا شَرْعِیًّا۔

وہ علم شریعت میں متبحر ہو کیونکہ اسے ہر ہر حرکت میں شرعی ترازو کی ضرورت ہو گی۔[1]

مرشد کو عالمِ قرآن وحدیث ہونا ضروری ہے، سید الطائفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

پیران پیر غوث اعظم کے شیخ سیدنا جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے طریقت میں داخل ہونے کے لئے یہ ضابطہ عائد فرما رکھا تھا کہ:

من لم يحفظ القرآن، ولم يكتب الحديث لا يُقتدى به في طريقنا هذا، لأن طريقنا وعلمنا مقيد بالكتاب والسنّة۔[2]

جنید وبایزید رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنی گدیوں کو چمکانے والے کتنے ایسے پیر ہیں جو اس ضابطہ پر پورا اترتے ہیں؟

سالک ابتداء سے انتہاء تک علم کا محتاج ہے، امام فیروز آبادی کا ارشاد

امام مجد الدین فیروز آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ لفظ "العلم" کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"علم سالکین کی منازل سے منزل اول ہے۔ اگر سالک اپنے پہلے قدم سے لے کر آخری قدم تک علم کو اپنا صاحب (ساتھی) نہ بنائے تو اس کا سلوک بے راہ ہو گا اور اس پر ہدایت اور فلاح کی راہیں مسدود و مقطوع (بند) رہیں گی"۔

اس پر تمام سادات عارفین کا اجماع ہے اور علم سے نہیں روکے گا مگر وہ شخص جو راہزن اور شیطان کا نائب ہو۔

اولیاء کرام کی جماعت کے سردار اور ان سب کے امام سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"مخلوق پر تمام راستے بند ہیں، ماسواء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی پیروی کے، اور فرمایا: جس نے قرآن حفظ نہیں کیا اور حدیث کو لکھ کر محفوظ نہیں کیا، راہ سلوک میں اس کی اقتداء نہ کی جائے اس لئے کہ ہمارا علم کتاب وسنت کا مقید ہے"۔

---

1 (الأنوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة، ص ۲۶)

2 (مدارج السالکین لابن قیم، ج ۲، ص ۱۰۰، ۴۳۴، الرسالة القشیریة، ص ۶۴، فضل علم السلف علی الخلف لابن رجب حنبلی، ص ۴۵)

حضرت ابو حفص رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا:

جو شخص ہر وقت اپنے تمام اقوال و افعال کا وزن کتاب و سنت کے ترازو سے نہیں کرتا اور کتاب و سنت کو اپنے خیالات پر حاکم نہیں بناتا اس کا شمار "دیوان الرجال" (مردان خدا کے دفتر) میں نہ کیا جائے۔

حضرت ابو سلیمان الدارانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بسا اوقات میرے قلب میں کئی کئی دنوں تک صوفیانہ نکتے رہتے ہیں، مگر میں انہیں دو عادل گواہوں کے بغیر قبول نہیں کرتا اور وہ دو عادل یہ ہیں:

۱۔ کتاب ۲۔ سنت

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تصوف تین حقیقتوں کا نام ہے:

۱۔ سالک کا نور معرفت اس کے نور تقویٰ کو نہ بجھائے۔

۲۔ اس کے باطن میں ایسا علم نہ ابھرے جو کتاب الٰہی کے ظاہر کے خلاف ہو۔

۳۔ اسے اس کی کرامات محارم الٰہیہ کے پردوں کو فاش کرنے پر نہ ابھاریں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اگر تم ایسے شخص کو دیکھو جسے کرامات دی گئی ہوں کہ وہ ہوا میں چار زانو ہو کر بیٹھا ہے تب بھی دھوکہ میں نہ آنا جب تک کہ تم اسے امر و نہی، حدود الٰہیہ کی حفاظت اور حدود الٰہیہ کی حفاظت اور آداب شریعت میں پرکھ نہ لو۔

حضرت ابو الحسن نوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جب تم ایسے شخص کو دیکھو جو دعویٰ کرتا ہو کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص معاملہ ہے لیکن وہ علم شرعی کی حدود سے باہر ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ۔

حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اصل تصوف کتاب و سنت کو لازم پکڑنا، خواہشات اور بدعات کو ترک کرنا، کراماتِ مشائخ کی تعظیم کرنا، مخلوق کے عذر پر نگاہ کرنا، اوراد و وظائف کو پابندی کے ساتھ نبھانا اور رخصتوں اور تاویلات کو چھوڑنا ہے۔

ایسے اقوال جو علم سے دور رہنے پر ابھارتے ہیں شیطانی وساوس ہیں۔ جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس زندہ سے علم حاصل کرتے ہیں جو کبھی نہیں مرے گا اور تم ان زندوں سے علم حاصل کرتے ہو جو مر جائیں گے۔ بعض کہتے ہیں کہ علم دل اور

اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب تم دیکھو کہ کوئی صوفی حَدَّثَنَا اور اَخبَرَنَا کہہ رہا ہے (حدیث بیان کر رہا ہے) تو اس سے ہاتھ دھو لو۔ بعض کہتے ہیں کہ ہمارے پاس علمِ حروف ہے اور تمہارے پاس کاغذی علم ہے۔ اور بعض صوفیوں سے کہا گیا کہ آپ کیوں نہیں چلتے تاکہ عبد الرزاق سے حدیث کی سماعت کریں! تو وہ کہنے لگے جو خود رزاق سے سنتا ہے وہ عبد الرزاق سے سن کر کیا کرے گا؟ کس قدر بہترین طریقہ سے اس شخص نے اپنی جہالت و غوایت پر پردہ ڈالا، ورنہ اگر امام عبد الرزاق اور ان کی مانند دیگر حفاظِ سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہ ہوتے تو اسلام کی ایک بات بھی لوگوں تک نہ پہنچتی، اور جس شخص نے دلیل کو خیر باد کہہ دیا وہ سبیل سے گمراہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اور جنت کی طرف کتاب و سنت کے سوا اور کوئی دلیل نہیں"۔[1]

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین اکمل الکاملین قطب الاقطاب خواجہ خواجگان مفتی شائستہ گل قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

آنکہ شخصی باید عالمی متبحر کہ درانواع علوم دینی و عقائد یقینی حظ وافر داشتہ باشد تا در یقین و عقیدہ او خلل واقع نہ گردد، آنگاہ طالب ایں علم گردد، والا با علماء ناقص بسبب نقصانیت علم دینی، دریں علم خوض نمایند، و کافر گردد، چہ از ادراک عبارات و اشارات ایں علم عاجز آیند، یا آنکہ ایں علم بتمامہ اشارات است و وبارات واضح نگنند، ایضا شاید و باید کہ علم کلام را کما حقہ دریافتہ باشد، تا طریق توفیق میاں ہر دو علم ممیز گردد، و داند کہ معرفت ذات و صفات باری تعالیٰ در ہر دو علم متحد اند، ہر کہ امتیاز بینھما جائز داند، او ضال و مضل است، مگر آنکہ در علم کلام قال است و قیل، اما ایں جا حال است و تخیل، و آنجا کارِ دلائل نقل است و عقل، اما ایں جا انقیاد، و بر ہر دو بانفراد از عقل۔

پس علماء ناقص را احتراز از چناں باید کرد، کہ آدمی را از شیر مردم خور۔

کہ وہ پیر متبحر فی العلم ہو (علم کا سمندر ہو) اسی طرح علوم دینیہ اور عقائد یقینی اور تمام علوم کا ماہر ہو، تاکہ پہلے تو اس کے اپنے عقائد و یقین میں خلل واقع نہ ہو، تب وہ اس علم (روحانیت) کا طالب ہو گا، کیونکہ بہت سارے جہلاء یا کم علم بوجہ علم دین نہ جاننے کے اس میں آئے (یعنی پیر بن بیٹھے) اور کافر ہوئے، کیونکہ وہ اس علم (روحانی) کے عبارات و اشارات کے ادراک سے

---

[1] (بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز، ج ۴، ص ۹۰)

عاجز ہیں، یا یہ کہ یہ علم بتمامہ اشارات ہیں، یہ علم صرف عبارات سے واضح نہیں ہوتا، ان علوم (کسبی ظاہری) کا حصول اس لئے بھی لازم ہے کہ بغیر اس کے دونوں علوم (شریعت و طریقت) میں نہ تو تفریق کر سکتا ہے اور نہ وجہ امتیاز جان سکتا ہے یاد رکھو کہ ذات باری تعالیٰ جل جلالہ کی معرفت دونوں علوم سے یکساں حاصل ہوتی ہے اگر کوئی شخص دونوں علوم کی تفریق کا قائل ہو۔ دونوں علوم کو ایک دوسرے سے الگ سمجھتا ہو، وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔

رہا علم کلام اس میں صرف قیل و قال ہے، جب کہ یہاں حال ہی حال ہے، علم کلام میں نقل و عقل کو دخل، جب کہ یہاں انقیاد، سوان پڑھ تو اپنی جگہ، وہ لوگ جو عالم کامل نہ ہوں، معمولی سا علم رکھتے ہوں، وہ بھی پیر بننے سے احتراز کریں، ایسا احتراز (بچنا)، جس طرح (اپنی حفاظت کے لئے) شیر سے احتراز کرتا ہے۔ (احتراز بمعنی بچنا)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرشد کی شرائط

شیخ المحدثین، عارف کامل حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"اس شخص کی شرائط جس کے حوالے مزید اپنے آپ کو کر دے پانچ ہیں:

۱۔ علم صحیح (کتاب و سنت کا علم)

۲۔ ذوقِ صریح (محبوب حقیقی کی اطاعت کا جذبہ)

۳۔ ہمت عالیہ (یعنی اس کا طائر ہمت دنیوی منافع تک محدود نہ ہو)

۴۔ حالتِ پسندیدہ (یعنی مشکوک حالات میں مبتلا نہ ہو)

۵۔ بصیرتِ کاملہ (یعنی دل کی آنکھ رکھتا ہو)"۔[1]

ایک اور مقام پر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے جعلی پیروں اور خالص مرشدین پر کلام فرمایا ہے جس میں غور و فکر کرنے سے عقل مند شخص کو کھوٹے اور کھرے کی تمیز ہو سکتی ہے۔ آپ اپنے دور کے جعلی پیروں کا رونا روتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہمیں اپنے حال پر رونا چاہیئے کہ ہمارا سابقہ ایسے فرقہ سے پڑا ہے جن کا شیوہ اَکلِ حرام (حرام کھانا) اور جن کا طریقہ بطالت (بیکاری) و تعطل ہے۔ ان کے نزدیک جو بھی ہاتھ آجائے وہ حلال ہے اور جو ہاتھ نہ آئے وہ حرام۔ وہ دن رات اسی فکر میں گم رہتے ہیں کہ تر لقمہ ہاتھ آجائے، یا کوئی خوبصورت (عورت یا لونڈا) نظر پڑ جائے، یا کہیں سے نغمہ اور سرود کی آواز کان میں پڑ جائے۔ یہ لوگ اپنے لئے احوال ظاہر کرتے اور علوم و معارف بیان کرتے ہیں تاکہ عوام معتقد ہو جائیں اور اپنا الو سیدھا

[1] (مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ، ص ۱۳)

ہو جائے، حالانکہ انہیں حقیقی اسلام کی ہوا بھی نہیں لگی اور نہ حقیقی ایمان ان کے من میں آیا۔ تمام رات گانے سنتے اور ناچتے ہیں اور جب نماز میں پہنچتے ہیں تو کوے کی طرح ٹھونگیں مار کر چلتے ہیں۔ بادشاہوں اور مالداروں کی خاک چھاننے اور ان کے عطیات وصول کرنے پر فخر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے بچائے، کیونکہ یہ راہِ حق کے ڈاکو ہیں، اور دنیا کے چوروں اور ڈاکوؤں سے زیادہ خطرناک ہیں کہ دنیا کے ڈاکو تو صرف مال پر ہاتھ صاف کرتے ہیں اور یہ دین و ایمان پر۔ ناواقف لوگ چونکہ ان کو لباس درویشی میں دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ درویشی یہی ہے، لہٰذا ان کی اتباع کر کے ہلاکت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو ان کی نجاستوں سے پاک فرمائے کہ انہوں نے دین کے چہرے کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ان اہل خشیت و خوف سے راضی ہو جو تعظیم، مراقبہ اور معرفت و اتباع سنت میں اپنی زندگی گزارتے ہیں اور لوگوں کی نظروں سے ایسے چھپے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ انہیں کوئی پہچانتا ہی نہیں۔ اے یارانِ طریقت! اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے جو اسے پسند ہو اور اس سے بچائے جو اسے ناپسند ہو"۔ [1]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرشد کی آسان شرائط

مشہور محدث، مفسر فقیہ اور صوفی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرشد کی شرائط بیان کرتے ہوئے قدرے نرم ہاتھ رکھا ہے، تاہم آپ کی بیان کردہ شرائط بھی فی زمانہ ہزاروں پیروں میں سے کسی ایک آدھ مرشد میں ہو سکتی ہیں۔

آپ لکھتے ہیں:

"تیسرا سوال کہ بیعت لینے والے مرشد کے لئے کیا ضروری شرائط ہیں، سو مرشد کے لئے:

۱۔ ایک شرط تو یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت کا علم رکھتا ہو۔ قرآن و سنت کے علم سے میری مراد یہ نہیں کہ وہ اس میں درجۂ کمال پر فائز ہو۔ مرشد کے لئے قرآن کا علم بس اتنا کافی ہے کہ اس نے تفسیر مدارک یا تفسیر جلالین یا ان جیسی کوئی اور تفسیر پڑھی ہو۔

۲۔ اور کسی عالم سے قرآن کی تحقیق کی ہو۔

۳۔ اور اس کے معانی حل کئے ہوں۔

۴۔ مشکل الفاظ کو سمجھا ہو۔

[1] (مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دهلوی، ص ۳۳)

۵۔اسباب نزول کا احاطہ کیاہو۔

۶۔اور اعراب، قصص اور اس سے جو متعلق مسائل ہیں ان کا علم ہو۔

اور مرشد کے لئے سنت کاعالم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ:

۱۔وہ حدیث کی ''المصابیح'' جیسی کتاب پڑھ چکاہو۔

۲۔اور اس نے اس میں تحقیق کی ہو۔

۳۔اس کے معانی کو سمجھاہو۔

۴۔اس کے غریب ونامانوس الفاظ کی شرح کی ہو۔

۵۔اور اس کے مشکل اعراب (ترکیب) کو حل کیاہو۔

۶۔اور حدیث میں جو دقیق مسئلہ آیاہو فقہاء میں سے کسی ایک کی رائے کے مطابق اس کی تاویل وتشریح کی ہو۔

مرشد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ قرآن کا حافظ ہی ہو، اور نہ یہ لازمی ہے کہ اس نے احادیث کی اسانید میں بڑی کرید کی ہو۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ تابعین اور تبع تابعین منقطع اور مرسل حدیث بھی لے لیتے تھے، ہاں اس ضمن میں اصل مقصود صرف اتناہے کہ اس امر کا حتی الامکان اسے ظن غالب ہو جائے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تک پہنچ جاتی ہے۔ (اور اتنا جاننا کہاں آسان ہے، اور آج کل کتنے پیر ایسے ہیں جو کسی حدیث کی اصل پہچانتے ہوں؟ فیضی)

نیز مرشد کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اصول فقہ، علم کلام، فقہ کی جزئیات اور ان کے فتاویٰ کا عالم ہو۔ ہم نے بیعت لینے والے کے لئے علم کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ بیعت سے اصل غرض امر بالمعروف ونہی عن المنکر، تسکین باطن کے حصول کی تلقین اور برائیوں کو دور کرنے اور اچھائیوں کے حاصل کرنے کی ترغیب وارشاد سے ہے، اور چونکہ بیعت کرنے والے مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان تمام باتوں میں اپنے مرشد کی اطاعت کرے۔ اس لئے اگر مرشد عالم نہیں تو اس سے ان امور کو سرانجام دینے کا کیسے تصور کیاجاسکتاہے؟

تمام مشائخ اس امر میں متفق ہیں کہ جس شخص نے حدیثیں نہ لکھی ہوں اور قرآن نہ پڑھاہو وہ کبھی وعظ نہ کرے۔ ہاں یہ ہو سکتاہے کہ ایک شخص ایک مدت تک متقی علماء کرام کی صحبت میں بیٹھاہو اور ان سے تربیت حاصل کی ہو اور وہ حلال حرام میں خوب پہچان کرنے والا ہو اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے اچھی طرح واقف ہو تو البتہ یہ چیزیں وعظ کرنے والے کے لئے ہو سکتی ہیں۔ باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتاہے۔[1]

[1] (القول الجمیل، ص ۵۴)

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرشد کے لئے ضروری علم

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ایک طویل سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

پیر میں چار شرطیں لازم ہیں:

۱۔ اول: سنی صحیح العقید مطابق عقائدِ علماء حرمین شریفین ہو۔

۲۔ دوسرے: اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔

۳۔ تیسرے: فاسق معلن نہ ہو۔

۴۔ چوتھے: اس کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تک متصل ہو۔[1]

مولانا امجد علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرشد کے لئے ضروری علم

مشہور حنفی فقیہ، صدر الشریعۃ حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرح لکھا ہے۔[2]

فقیہ اعظم ابوالخیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرشد کے لئے ضروری علم

فقیہ اعظم ابوالخیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد نور اللہ نعیمی بصیرپوری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

"ہاں جب پہلے مرشد کا انتقال ہو جائے تو کوئی حرج نہیں کہ دوسرے مرشد سے استفادہ کیا جائے مگر یہ ضروری ہے کہ مرشد وہی ہو سکتا ہے جو عالم دین، سنی صحیح العقیدہ، پابندِ شریعت ہو، یہ شرط ضروری ہے۔ پہلا مرشد ہو یا دوسرا یا تیسرا۔ کیونکہ جو خود ناواقف ہو یا گمراہ ہو تو دوسرے کو وہ معرفت یا ہدایت ورشد کا سبق کیا دے سکتا ہے؟"۔[3]

---

[1] (فتاویٰ رضویہ، ج ۹، ص ۱۷۲، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی، الملفوظ ۱۶۳، ۱۶۴)

[2] (بہار شریعت، ج ۱، حصہ اول، ص ۶۴)

[3] (فتاویٰ نوریۃ، ج ۱، ص ۲۶۳)

علامہ غلام رسول سعیدی کے نزدیک مرشد کی شرائط

فقیہ العصر، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ وامدنا بعلومہ وفیوضہ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے حوالے سے مرشد کی چار شرائط بیان کی ہیں ان میں سے پہلی دو شرطیں یہ ہیں:

۱۔ مسلمان ہو اور اس کا عقیدہ صحیح ہو، یعنی اہل سنت وجماعت سے ہو، امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جن بدعقیدگیوں کا رد کیا ہے ان میں سے کسی میں ملوث نہ ہو۔

۲۔ عقائد کے دلائل اور تمام احکام شرعیہ کا عالم ہو، حتیٰ کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ کا حل بیان کر سکتا ہو۔[1]

مرشد کے لئے علم وفقہ کا حصول شرط اول ہے

دنیا میں کوئی ایسا مرتبہ اور منصب نہیں ہے جس کو مکمل شرائط پوری کئے بغیر حاصل کیا جا سکے، ماسوا مشیخیت، پیری، مریدی کی خلافت اور سجادہ نشینی کے۔ حالانکہ یہ ذمہ داری دیگر تمام ذمہ داریوں سے زیادہ اہم اور اس کی شرائط کا پورا کرنا اشد ضروری ہے۔ مرشد کے لئے جہاں عمل واخلاص، ممنوعات ومشکوکات سے مکمل اجتناب، فرائض، سنن، نوافل اور مستحبات کی پابندی ضروری ہے، وہاں ہمارے اسلاف سب سے زیادہ جس بات پر زور دیتے تھے وہ یہ تھی کہ سردار بننے سے پہلے علم حاصل کرو۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

تَفَقَّهُوْا قَبْلَ اَنْ تُسَوَّدُوْا۔

منصب سنبھالنے سے پہلے فقہ حاصل کرو۔[2]

اسی لئے مشائخ سلف کے نزدیک یہ طے شدہ ضابطہ تھا کہ ''پہلے فقہ پھر طریقت'' چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مکتوب میں بعض مریدین کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فقیہ صوفی بنو نہ کہ صوفی فقیہ، یعنی پہلے شریعت وفقاہت کو خوب اچھی طرح حاصل کرو، اس کے بعد حقیقت کی چوٹی پر چڑھو۔ یہ روش سلامتی کے قریب تر اور اس کی مضبوط بنیاد ہے۔ اگر پہلے سے صوفی ہو گئے اور حال کے تابع بن گئے تو سلامتی

---

[1] (شرح صحیح مسلم از علامہ سعیدی، ج ۴، ص ۸۶۸)

[2] (کتاب العلم لابی خیثمۃ، ص ۸، بخاری، ص ۱۷)

سے دور ہو جاؤ گے۔ علم پہلے حاصل کرنے سے شوقِ ترقی و تشنگی کے ساتھ طریقۂ تصوف و اہل حال میں کمال پیدا ہوتا ہے، لیکن غلبۂ ذوق وحال کے بعد علم کی طرف رجوع کرنا بہت دور جا پڑتا ہے"۔[1]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس کلام میں شیخ المشائخ حضرت شیخ سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس دعا کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے ایک خاص موقع پر حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ کو دی تھی، جس کے الفاظ یہ ہیں:

جَعَلَکَ اللّٰہُ صَاحِبَ حَدِیْثٍ صُوْفِیًا وَّ لاَ جَعَلَکَ صُوْفِیًا صَاحِبَ حَدِیْثٍ۔

اللہ تعالیٰ تجھے صاحبِ حدیث صوفی بنائے اور صوفی صاحب حدیث نہ بنائے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ ان الفاظ کی توضیح میں فرماتے ہیں:

اَشَارَ اِلیٰ اَنَّ مَنْ حَصَّلَ الْحَدِیْثَ وَ الْعِلْمَ ثُمَّ تَصَوَّفَ اَفْلَحَ، وَ مَنْ تَصَوَّفَ قَبْلَ الْعِلْمِ خَاطَرَ بِنَفْسِہٖ۔

یہ آپ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جس شخص نے حدیث اور علم کو حاصل کیا پھر صوفی بنا تو وہ کامیاب ہوا، اور جو علم سے پہلے صوفی بن بیٹھا اس نے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال دیا۔[2]

اسی ہلاکت سے بچانے کے لئے مشائخ کرام اپنے مریدین کو سختی سے حکم فرماتے تھے کہ صوفی بننے سے پہلے علم حاصل کرو۔

چنانچہ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ مشائخ سلف مریدین کو فرمایا کرتے تھے:

تَفَقَّہُ فِیْ دِیْنِکَ اَوَّ لاً ثُمَّ تَعَالُ اُدْخُلِ الطَّرِیْقَ۔

جاؤ پہلے دین کی فقہ حاصل کرو پھر آؤ طریقت میں قدم رکھو۔[3]

جہالت کے نقد فوائد

تَفَقَّہُ فِیْ دِیْنِکَ اَوَّ لاً ثُمَّ تَعَالُ اُدْخُلِ الطَّرِیْقَ۔

جاؤ پہلے دین کی فقہ حاصل کرو پھر آؤ طریقت میں قدم رکھو۔[4]

اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہت سادہ تھے اور وہ بیچارے جہالت کے فوائد سے قطعًا بے خبر تھے۔ خدا جانے انہیں یہ نکتہ کیوں نہیں معلوم تھا کہ مریدین جس قدر جاہل ہوں اسی قدر مفید ثابت ہوتے

---

1 (مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دهلوی، ص ۹۰، ۹۱)

2 (احیاء علوم الدین، ج ۱، ص ۲۸، الکواکب الدریة، ج ۱، قسم الثانی، ص ۵۷۱)

3 (انوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة، ص ۴۱)

4 (انوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة، ص ۴۱)

ہیں۔ ہمارے دور میں نام نہاد پیروں (اور وڈیروں) کو یہ نکتہ خوب معلوم ہے کہ عوام الناس کو جاہل رکھو اور عیش کرو۔ کیونکہ عوام جتنی بدھو ہوں گے اسی قدر موج اڑانے کے مواقع میسر آئیں گے۔ چنانچہ ایک عرصہ سے پیر لوگ عوام کے بدھو ہونے کا خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس عیش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی — گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

اگر تحقیق سے کام لیا جائے، جعلی اور اصلی کے درمیان تمیز کی جائے اور اندھے ہو کر پیروں کے آستانوں پر ماتھانہ ٹیکا جائے تو جاہل پیروں کی دکان نہیں چل سکتی، مگر لوگوں خصوصاً پنجاب کے مسلمانوں سے تحقیق کی توقع رکھنا، اصلی اور نقلی کے مابین فرق کرنے کی امید کرنا عبث ہے۔ مفکر اسلام علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی یہاں کے مسلمانوں سے شکایت تھی کہ یہ کسی معاملہ میں تحقیق نہیں کرتے۔

آپ ''ضرب کلیم'' میں ''پنجابی مسلمان'' کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت — کرلے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد

تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا — ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد

تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے — یہ شاخِ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد[1]

تیسرے شعر کو بار بار پڑھیے! اگر انسان غور و فکر سے کام لے اور نام نہاد پیری مریدی کے کھیل میں تحقیق کی بازی نہ ہارے اور قرآن و سنت سے ہٹ کر جو تاویلات کے پھندے لگائے جاتے ہیں ان سے دور بھاگے تو کس طرح جعلی پیری مریدی کا کھیل پنپ سکتا ہے اور کیونکر جاہلانہ تاویلوں کا یہ جال (نیٹ ورک) قائم رہ سکتا ہے؟ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ دورِ حاضر کا مسلمان یا تو از خود قرآن و سنت کی طرف نہیں آرہا، یا بڑی گہری سازش کے تحت اسے اس طرف آنے نہیں دیا جارہا۔ بہر کیف جب تک مسلمان قرآن و سنت کی طرف نہیں آئے گا ضعیف الاعتقادی سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے گا اور جب تک انسان ضعیف الاعتقاد رہے اس کے تمام امور پراگندگی اور انتشار کا شکار رہتے ہیں۔

دین ہو، فلسفہ ہو، فقر ہو، سلطانی ہو — ہوتے ہیں پختہ عقائد کی بنا پر تعمیر

حرف اس قوم کا بے سوز، عمل زار و زبوں — ہو گیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر[2]

---

[1] (ضرب کلیم، ص ۵۳)

[2] (ضربِ کلیم، ص ۱۲۲)

کبھی آپ نے سوچا کہ دورِ حاضر میں عوام الناس کو علم اور علماء سے دور کیوں رکھا جا رہا ہے؟ صرف اس لئے کہ ان کے عقائد پختہ نہ ہوں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک منظم سازش کے تحت مسلمانوں کو سُر تان (نام نہاد نعت کی محافل، جن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم کی مدح وصفات کم، اپنا رونا دھونا زیادہ ہوتا ہے) کی محفلوں پر لگا دیا گیا ہے، اور سر تان لگانے والوں کو جان بوجھ کر عوام کی رسائی سے دور دکھلایا گیا ہے، کہ جی یہ مصروف ہیں، اگلے دو سال کے لئے ان کی ڈائری پُر ہے وغیرہ وغیرہ۔ حتیٰ کہ بعض سُر تان والے لوگ Ministers (وزراء) حضرات کی سفارش کے بغیر آتے ہیں نہیں۔ ایسی محافل کی سرپرستی سرکاری طور پر ہو رہی ہے کیونکہ سیاست دانوں کے لئے بھی تو جہالت مآب لوگ ہی مفید اور کارآمد ہوتے ہیں اور عملی طور پر ایسی محفلوں کی صدارت اور سرپرستی اکثر جاہل صوفی اور نام نہاد مشائخ کرتے ہیں تاکہ ان کی نظرِ کرم سے جہالت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے اور جاہل پیروں کی دکان داری پھلتی پھولتی رہے۔ چنانچہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب جا رہے ہیں اور چشمِ بد دور ان کی برکت سے اہل سنت کی جہالت میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔

نوٹ: اگر آپ کے پہلو میں درد مند دل موجود ہو تو کبھی یہ معلوم کرنے کی زحمت بھی ضرور گوارا فرمائیں کہ مدارسِ اہل سنت سے فارغ ہونے والے علماء کرام اور دیگر مکاتب فکر کے مدارس سے فارغ ہونے والے علماء کی تعداد میں کتنا فرق ہے؟

فاعتبروا یااولی الابصار!

ہمارے ہاں مکمل عالم بننے کی زحمت اس لئے گوارہ نہیں کی جاتی کہ علم کے شعبہ میں خدانخواستہ کوئی شخص کامیاب نہ ہو سکے تو پیری مریدی کا Department (شعبہ) ہمہ وقت Open (کھلا) ہے اور دورِ حاضر میں اس کے لئے کسی قسم کے معیار اور اہلیت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جو شخص پڑھا لکھا ہو وہ اس شعبہ میں کھپ ہی نہیں سکتا۔

لطیفہ: بعض علماء نے اپنے خاص احباب کو از راہِ مزاح کہا: یار! ہمیں پیر بننا ہے۔ اس پر وہ کہنے لگے: اگر پیسہ بٹور پیر بننا چاہتے ہو تو اس کا شارٹ کٹ راستہ یہ ہے کہ (اپنی لائبریری سے) یہ میز، کرسیاں اور کتابیں ہٹا دو، قالین بچھا دو، گاؤ تکیے لگا دو اور دیواروں پر کچھ تصاویر لٹکا دو۔ انہوں نے ان کی بات کو ٹوکتے ہوئے کہا: کیا کتابیں پیر بننے میں رکاوٹ ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، اس زمانے کے پیر بننے میں ضرور رکاوٹ ہیں۔ پھر اس صاحب نے پیروں کی وضع قطع اور لباس کے متعلق بھی کچھ ہدایات کیں۔ وہ عالم دین انہیں بار بار کہتے رہے: یار ہمارے پاس یہ علم اور وہ علم ہے، یہ ڈگری ہے اور وہ سرٹیفیکیٹ موجود ہے۔ ان کے دوست نے کہا: ہم آپ کی معلومات کا اعتراف کرتے ہیں لیکن جب تک آپ ہماری ہدایات پر عمل نہیں کریں گے اس وقت تک آپ اس زمانہ کے پیر نہیں بن سکتے، البتہ اگر آپ اصلی پیر بننا چاہتے ہیں تو ''اس پر ہوتی ہے محنت زیادہ'' جو کچھ بعض علماء کو ان کے خاص احباب نے اپنے تجربہ کی روشنی میں کہا۔

اسے بعض حضرات نے یوں نظم کیا ہے:

ہو کے کاہل فقیر بن جاؤ — کر کے محنت امیر بن جاؤ

گر یہ دونوں باتیں نہیں ممکن — تو اس زمانے کے پیر بن جاؤ!

غیر عالم کا صوفی یا پیر بننا بہت سی خرابیوں کا مبدا ہے

صحابہ کرام اور دیگر ائمہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تحقیق اور تجربہ کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ علم سے پہلے عبادت اپنا لینا، شیخ، صوفی اور پیر بن جانا جہاں خود ایسے شخص کے حق میں بارگاہ ایزدی سے دوری کا باعث بنتا ہے وہاں لوگوں کے حق میں بھی بہت سی خطرناک برائیوں کا سبب ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

”حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاں ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا: اے ابو عبد الرحمٰن! مجھے کوئی ایسی بات سکھائیں جس کی بدولت مجھے خیر حاصل ہو۔ آپ نے فرمایا: ”تَفَقَّهْ فِي الدِّيْنِ“ (دین کی سمجھ حاصل کر) وہ زیر لب بولنے لگا: شاید ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے میری بات سمجھی نہیں۔ اس نے پھر اپنے سوال کو دہرایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: افسوس ہے! ”اَلَيْسَ الْفِقْهُ فِي الدِّيْنِ خَيْرٌ مِّنْ كَثِيْرِ الْعَمَلِ؟“ (کیا دین کی سمجھ بہت سے عمل سے بہتر نہیں ہے؟) پھر فرمایا بے شک ایک قوم نے حجروں کو سنبھال لیا اور انہوں نے روزے اور نمازیں شروع کر دیں یہاں تک کہ ان کی جلدیں ان کی ہڈیوں پر خشک ہو گئیں لیکن ”لَمْ يَزْدَادُوْا بِذٰلِكَ مِنَ اللّٰهِ اِلاَّ بُعْدًا۔ (اس سب کچھ نے انہیں اللہ تعالیٰ سے دوری کے سوا اور کچھ نہیں دیا)۔[1]

حضرت ضرار بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”بے شک ایک قوم نے علم کو ترک کر دیا، اہل علم کی مجالس سے منہ موڑ لیا، انہوں نے آستانے بنا لیے پھر نمازیں اور روزے شروع کر دیئے، حتیٰ کہ ان کی ہڈیوں پر ان کی جلد بوسیدہ ہو گئی، انہوں نے سنت کی مخالفت کی اور ہلاکت میں جا گرے۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جس شخص نے بلا علم عمل کیا اس نے اصلاح سے زیادہ فساد بپا کیا“۔[2]

ان دو روایتوں سے جاہل صوفی اور جاہل پیر کی ذاتی محرومی کا علم ہوا اور حسبِ ذیل روایت سے ان کا دوسرے لوگوں کے حق میں مضر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

---

[1] (كتاب الفقيه والمتفقه، ج ١، ص ١٠٧، ١٠٨)

[2] (كتاب الفقيه والمتفقه، ج ١، ص ١٠٨، جامع بيان العلم وفضله، ج ١، ص ١٣٢)

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

العامل علی غیر علم کالسالک علی غیر طریق، و العامل علی غیر علم ما یفسد أکثر مما یصلح، فاطلبوا العلم طلبا لا تضروا بالعبادة، واطلبوا العبادة طلبا لا تضروا بالعلم، فإن قوما طلبوا العبادة و ترکوا العلم حتی خرجوا بأسیافهم علی أمة محمد صلی اللہ علیه و سلم و لو طلبوا العلم لم یدلهم علی ما فعلوا۔

بغیر علم عمل کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو بغیر راہ کے چلنے والا ہو، اور بغیر علم عمل کرنے والا شخص اصلاح سے زیادہ فساد پھیلاتا ہے۔ پس علم طلب کرو کامل علم، تاکہ تم عبادت کو ضائع نہ کرو (اور اے عالمو!) خلوص سے عبادت کرو تاکہ تم علم کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ پس بلاشبہ ایک قوم نے عبادت کو اپنایا اور علم کو ترک کر دیا حتیٰ کہ وہ امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر تلواروں کے ساتھ نکل آئے۔ اگر وہ علم طلب کرتے تو علم انہیں ایسا کرنے پر نہ ابھارتا۔[1]

ہر دور میں یہ بات آزمائی گئی ہے کہ متعبدین (عبادت کو اپنانے والے جہلاء) علماءِ حق کو اذیتیں دیتے رہے۔ ہمارے دور میں بھی ایسے جاہل متعبدین اپنے ماتھوں پر سجدوں کے نشان کے باوجود شریف بدمعاشی سے باز نہیں آتے۔ علماء حق کو اٹھوالینا، انہیں اذیت پہنچانا یا قتل کرانا ان گندم نماز جو فروش صوفیوں کا محبوب مشغلہ ہے۔ یہ لوگ چونکہ اپنی جہالت کے باعث علمی حقائق سے دور اور محروم ہوتے ہیں اس لئے ان کے سامنے اگر کوئی ایسی علمی بات بیان کی جائے یا کوئی ایسا علمی مسئلہ تحریری طور پر ان کے سامنے آجائے جس سے ان کے جاہلانہ نظریات متاثر ہوتے ہوں تو یہ لوگ لڑنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے امام ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار برس پہلے بیان فرمایا تھا اور اسی کو نہایت مختصر الفاظ میں شیخ اجل، قطب الاقطاب حضرت العلام السید المرشد پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے:

"اگلے زمانہ میں لوگ پہلے علومِ ظاہری حاصل کرتے تھے اور ان میں دستگاہ کامل حاصل کرنے کے بعد پھر بغلبۂ حال صوفی ہوتے تھے، اس طرح ان کی روش شیطانی وسوسہ سے پاک ہوتی تھی، لیکن اب لوگ بباعثِ کوتاہ ہمتی شروع سے صوفی بن جاتے ہیں اور یہی بات بہت سی خرابیوں کا مبدأ ہے"۔[2]

[1] (جامع بیان العلم و فضله، ج ۱، ص ۵۴۵)

[2] (ملفوظات مهریه، ص ۱۰۱)

بے علم صوفی مسخرۂ شیطان ہے

فقیہ امت، عارف باللہ، عاشق رسول، صوفی باصفا مجدد بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بے علم صوفی کو مسخرۂ شیطان قرار دیا ہے، اور آپ نے اس سلسلے میں طویل کلام فرمایا ہے اور اس کلام کو احادیث و واقعات سے مؤکد فرمایا ہے۔ یہاں ہم بین القوسین احادیث کی تخریج کرتے ہوئے آپ کا کلام پیش کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

صوفیاء کرام فرماتے ہیں:

صوفی بے علم مسخرۂ شیطان است (بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہے)

وہ جانتا ہی نہیں شیطان (اسے) اپنی باگ دوڑ پر لگالیتا ہے۔

حدیث میں ارشاد ہے:

المتعبد بغير فقه كالحمار في الطاحون۔

بغیر فقہ کے عابد بننے والا (عابد نہ فرمایا بلکہ عابد بننے والا فرمایا یعنی بغیر فقہ کے عبادت ہو ہی نہیں سکتی) ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا۔[1]

کہ محنت شاقہ کرے اور حاصل کچھ نہیں۔ ایک صاحب اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے تھے 'قَدَّسَنَا اللہُ تَعَالیٰ بِاَسْرَارِھِمْ' انہوں نے ایک صاحب ریاضت و مجاہدہ کا شہرہ سنا ان کے بڑے بڑے دعاوی (دعوے) سننے میں آئے ان کو بلایا اور فرمایا یہ کیا دعوے ہیں جو میں نے سنے؟ عرض کی مجھے دیدار الٰہی (ہر) روز ہوتا ہے، ان آنکھوں کے سامنے سمندر پر خدا کا فرش بچھتا ہے اور اس پر خدا جلوہ فرما ہوتا ہے۔ اب اگر ان کو علم ہوتا تو پہلے ہی سمجھ لیتے کہ دیدار الٰہی دنیا میں بحالت بیداری ان آنکھوں سے محال ہے سوائے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو بھی "فوق السماوات والعرش" دیدار ہوا۔ خیر، ان بزرگ نے ایک عالم کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ وہ حدیث پڑھو جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے انہوں نے عرض کی بے شک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: إن إبليس يضع عرشه على الماء۔ (شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا

---

[1] (جامع الصغیر، رقم الحدیث: ۹۱۶۹)

ہے)[1] انہوں نے جب یہ سنا تو سمجھے کہ اب تک میں شیطان کو خدا سمجھتا رہا اسی کی عبادت کرتا رہا اس کو سجدے کرتا رہا۔ کپڑے پھاڑے اور جنگل کو چلے گئے، پھر ان کا پتہ نہ چلا۔

سیدی ابوالحسن جوسقی رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ ہیں حضرت سیدی ابوالحسن علی بن ہیتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اور آپ خلیفہ ہیں حضور سیدنا غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے آپ نے اپنے ایک مرید کو رمضان شریف میں چلہ (کے لئے) بٹھایا۔ ایک دن انہوں نے رونا شروع کیا آپ تشریف لائے اور فرمایا: کیوں روتے ہو؟ عرض کیا: حضرت شب قدر میری نظروں میں ہے، شجر حجر اور دیوار و در سجدہ میں ہیں، نور پھیلا ہوا ہے۔ میں سجدہ کرنا چاہتا ہوں ایک لوہے کی سلاخ حلق سے سینے تک ہے جس (کی وجہ) سے میں سجدہ نہیں کر سکتا اس وجہ سے روتا ہوں۔ فرمایا: اے فرزند وہ سلاخ نہیں، وہ تیر ہے جو میں نے تیرے سینے میں رکھا ہے اور یہ سب شیطان کا کرشمہ ہے، شب قدر وغیرہ کچھ نہیں۔ عرض کی حضور میری تشفی کے لئے کوئی دلیل ارشاد ہو! فرمایا: اچھا دونوں ہاتھ پھیلا کر تدریجاً سمیٹو۔ سمیٹنا شروع کیا جتنا سمیٹتے تھے اتنی ہی روشنی مبدل بہ ظلمت ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ دونوں ہاتھ مل گئے بالکل اندھیرا ہو گیا، آپ کے ہاتھوں سے شور و غل ہونے لگا۔ حضرت مجھے چھوڑ یئے میں جاتا ہوں۔ تب ان کے مرید کی تشفی ہوئی۔ پھر فرمایا کہ بغیر علم کے صوفی کو شیطان کچے تاگے (دھاگے) کی لگام ڈالتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ بعد نماز عصر شیاطین سمندر پر جمع ہوتے ہیں، ابلیس کا تخت بچھتا ہے، شیطان کی کارگزاری پیش ہوتی ہے، کوئی کہتا ہے کہ اس نے اتنی شرابیں پلائیں، کوئی کہتا ہے کہ اس نے اتنے زنا کروائے، سب کی سنیں۔ کسی نے کہا کہ آج اس نے فلاں طالب کو پڑھنے سے باز رکھا ہے، سنتے ہی تخت پر سے اچھل پڑا اور اس کو گلے سے لگالیا اور کہا اَنْتَ اَنْتَ تو نے کام کیا، اور (دیگر) شیاطین یہ کیفیت دیکھ کر جل گئے کہ انہوں نے اتنے بڑے بڑے کام کیئے ہیں ان کو کچھ نہ کہا اور اس کو اتنی شاباش دی۔ ابلیس بولا تمہیں نہیں معلوم جو کچھ تم نے کیا سب اسی کا صدقہ ہے، اگر علم ہوتا تو وہ گناہ نہ کرتے۔ بتاؤ وہ کون سی جگہ ہے جہاں سب سے بڑا عابد رہتا ہے مگر وہ عالم نہیں اور وہاں ایک عالم بھی رہتا ہو۔ انہوں نے ایک مقام کا نام لیا۔ صبح کو قبل طلوع آفتاب شیاطین کو لئے ہوئے اس مقام پر پہنچا اور (دیگر) شیطان مخفی رہے اور یہ انسان کی شکل بنا کر رستہ پر کھڑا ہو گیا۔ عابد صاحب تہجد کی نماز کے بعد نماز فجر کے واسطے مسجد کی طرف تشریف لائے۔ راستے میں ابلیس کھڑا تھا السلام علیکم، وعلیکم السلام! حضرت مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ عابد صاحب نے فرمایا کہ جلد پوچھو مجھے نماز کو جانا ہے اس نے اپنی جیب سے ایک شیشی نکال کر پوچھا اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ ان سماوات اور ارض (آسمانوں اور زمینوں) کو اس چھوٹی سی شیشی میں داخل کر دے؟

---

[1] (مسلم، رقم الحدیث: ۷۱۰۶، مسند احمد، رقم الحدیث، ۱۴۴۳۰)

عابد صاحب نے سوچا اور کہا: کہاں آسمان اور زمین اور کہاں یہ چھوٹی سی شیشی ؟ (شیطان) بولا بس یہی پوچھنا تھا تشریف لے جایئے! اور شیاطین سے کہا دیکھو اس کی راہ ماردی، اس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ہی ایمان نہیں عبادت کس کام کی؟ طلوع آفتاب کے قریب عالم صاحب جلدی کرتے ہوئے تشریف لائے، اس نے کہا: السلام علیکم، وعلیکم السلام! مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جلدی پوچھو نماز کا وقت کم ہے، اس نے وہی سوال کیا۔ (تو عالم نے فرمایا:) ملعون تو ابلیس معلوم ہوتا ہے، ارے وہ قادر ہے کہ یہ شیشی تو بہت بڑی ہے ایک سوئی کے ناکے کے اندر چاہے تو کروڑوں آسمان و زمین داخل کر دے۔ اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (البقرۃ ۲۰) عالم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد شیاطین سے بولا: دیکھو یہ علم ہی کی برکت ہے۔[1]

(انوار العرفان فی اسماء القرآن، ص ۲۷۷ تا ۲۹۲)

مولانا الحاج فقیر اللہ بن عبد الرحمٰن الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرشد کی شرائط

اعلم ان للمشیخة و اخذ البیعة شروط منها علم الکتاب و السنة لان الغرض من البیعة امرہ بالمعروف و نهیه عن المنکر و ارشادہ الی تحصیل السکینة الباطنیة و ازالة الرزائل و اکتساب الحمائد ثم امتثال المسترشد به فی کل ذلک فمن لم یکن عالما فکیف یتصور منه هذا و قد قال اللہ تعالیٰ ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة و اتفق المشائخ کلهم علی ان لا یتکلم مع الناس الا من القرآن و کتب الاحادیث و الرقائق و حکایات المشائخ حتیٰ لا یعرفهم العامة الی بانهم نقلة لا یتکلمون من احوالهم و علیٰ هذا القدم کان کثیر من المشائخ اللهم الا ان یکون رجلا صاحب العلماء الاتقیاء دهرًا طویلاً و تادب علیهم و کان متفحصا عن الحلال و الحرام و قافا علی کتاب اللہ و سنة رسوله فعسی ان یکفیه ذلک و اللہ تعالیٰ اعلم و منها العدالة و التقویٰ فیجب ان یکون مجتنبا عن الکبائر غیر مصر علی الصغائر و منها الزهد فی الدنیا و الرغبة فی الاخرة و الحرص علی الطاعات المؤکدة و الاذکار الماثورة و المواظبة علی تعلق القلب باللہ سبحانه و منها لامر بالمعروف و النهی عن المنکر و منها صحبة المشائخ و التادب بهم دهرا طویلا و اخذ نور الباطن و السکینة منهم و هذا لان سنة اللہ جاریة بان الرجل لا یفلح الا اذا رای المفلحین کما ان الرجل لا یتعلم الا بصحبة العلماء و علیٰ هذا القیاس غیر ذلک من الصاعات و منها ان لا ینام قلبه بحکم الارث لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم و ذلک لان الکامل مطالب یحفظ ذاته الباطنة من الغفلة کما یحفظ بالیقظة ذاته الظاهرة و منها عدم الطمع قط فی مال المدعوین و لا فی حمدهم و لا ثنائهم علیه فان مرتبة الداعی شرطها ان تکون اعلیٰ من مرتبة المدعو فلا ینبغی له ان یخلع ثوبا البسه اللہ سبحانه ایاہ و لا یجوز اخذ طریق الفقر من الناقص لان الناقص صاحب هوی متبع و ما یشوب بالهویٰ لا یؤثر و ان اثر اعان علی الهویٰ فیحصل ظلمة علی ظلمة و لان الناقص

[1] (کتاب الفقیه والمتفقه، ج ۱، ص ۲۵۱، جامع بیان العلم و فضله، ج ۱، ص ۱۲۹، مصائب الانسان من مکائد الشیطان، ص ۹۵، عن ابن عباس، الملفوظ، ص ۲۶۹ تا ۲۷۱، فتاویٰ رضویه، ج ۹، ص ۱۹۹)

لا يميز بين الطرق الموصلة الى الحق سبحانه اذ هو غير واصل وما حصل له الفناء والبقاء قط وكذا لا يميز بين استعدادات المختلفة للطلبة واذا لم يميز طريق الجذبة عن طريق السلوك فربما سلك به طريق السلوك وكان استعداده مناسبا لطريق الجذبه فاضل عن الطريق كما ضل والشيخ الكامل المكمل الذى رجع بعد الفناء والبقاء لتكميل الناقصين يعرف استعداد المريد فيعامله مناسبا لاستعداده ولن فسد استعداده بالتلقى من الناقص يصلحه بازالةما اصابه من الناقص فيعامله حسب استعداده كالطبيب الحاذق يبذل جهده اولا فى تشخيص المرض ثم يداويه وان ضاعت قابلية ازالة المرض من دواء الطبيب الناقص يعالج الحاذق اولا فى ازاله اثر دواء الناقص ثم يتوجه الى ازالة المرض من دواء الطبيب الناقص ثم يتوجه الى ازالة المرض فصحبة الشيخ الناقص الذى لم يتم امره بالسلوك والجذبة سم قاتل والانابة اليه مرض مهلك يضيع استعداده الرفيع فالتكميل لا يتصورا لا من الشيخ الكامل المكمل فلايجوز اخذ الطريق الى الله سبحانه من الناقص لما مرو لا من المقلد بابائه الكاملين المكملين غير سالك مسلكهم وغير واصل مبلغهم لان نسبة الارادة لا تصح الا بالتعليم والتعلم وحصول درجة التكميل وليس فيه شئى من ذلك واجازة بعض الكمل لاهل الجذبة ليست هى للتكميل بل انما هى لرفع الغفلة الشائعة فى الخلق فانهم لما راوا الغفلة فى الناس وعدهم توجهم الى خالق الخلق والى العبادات يأمرون بعض الجذبة ان يلقنهم شفقة عليهم فبتلقينه اياهم يتاثرون وفى صحبة يسرى نوع الحال ايهم فينتبهون عن نومة الغفلة وان لم يحصل لهم الكمال وكذا اجازتهم للمبتدى الذى لم يكن من اهل الجذبة وهو وان لم يكن له حظ من الانوار الباطنية لكن ينتفع الناس بتلقينه كالمروة فانه لا تنتفع من النار التى هى مودعة فيها انما ينتفع بها الناس باخراجها عنها فالاجازة والتاثير مطلقا ليسا بعلامة الكمال بل كونهما علامة انما هى بعد الرجوع لتكميل الناقصين بخلاف الناقص الغير المجاز له وان كان صاحب الجذبة فان فى تلقينه نقصان ومن كان فنهيئا للتكميل فله علامات منها ما تقدم ومنها ان لا تشغله الاعمال الظاهرة عن الاعمال الباطنة وكذا العكس ومنها اخذ الحظ والذوق من العبادات الظاهرة من المكتوبات والواجبات والسنن الرواتب والزوائد وتلاوة القرآن والادعية الماثورة الموقتة وغير الموقتة ومنها ظهور المناسبة بالناس فى جميع الامور من المباحات وتحصيل المال وتضييعه فلما راى الشيخ فى المريد هذه الحالات فله ان يجيزه للدعوة الى الحق واذا كان هذا من شروط المشيخة وعلامتها فينبغى للمريد ان يجتهد فى معرفة ان يصلح شيخا ويجوز الاقتداء به فان هلاك اكثر الطالبين بل عموم الناس كان بالاقتداء بالائمة المضلين وافتراق الامة الى ثلث وسبعين فرقة نشاء من الصوفية الذين ما كانوا على ما جاء به النبى صلى الله تعالىٰ عليه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وان يقصد شيخا من اهل زمانه هو مؤتمن على دينه وقد قال صلى الله تعالىٰ عليه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم العلم دين فانظروا عمن تاخذون دينكم وان يكون معروفا بالنصح والامانة عارفا بالطريق۔

پیر اور شیخ بننے کے لئے اور بیعت لینے کے لئے شرائط

ا۔ پیر اور شیخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتاب و سنت کا علم جانتا ہو کیونکہ بیعت لینے کی غرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے اور سکون باطنی کی تحصیل کی طرف رہنمائی کرنا اور اعمال رزائل کو زائل کرا کر خصائص حمیدہ پیدا کرنا مقصود ہے تو اگر مرشد عالم نہیں ہو گا تو یہ تمام امور کیسے اس سے متصور ہوں گے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ (النحل ۱۲۵)

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکّی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔

اور تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ شیخ لوگوں کے ساتھ قرآن عظیم الشان اور احادیث مبارکہ اور رقائق (یعنی دل کو نرم کرنے والی باتیں) اور صالحین کی حکایات جن کو عام لوگ نہ جانتے ہوں کے ساتھ گفتگو کرے۔ اس میں جو ہو صرف وہ نقل کرے اپنے پاس سے تشریح نہ کرے، یہ کثیر مشائخ کا طریقہ کار رہا ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص علماء اتقیاء کے ساتھ ایک طویل زمانہ رہا ہو ان کے آداب حاصل کئے ہوئے ہوں اور حلال اور حرام کو جانتا ہو کتاب و سنت پر واقف ہو تو یہ بھی کفایت کرے گا۔

(یعنی باقاعدہ تعلیم تو حاصل نہیں کی مگر مطالعہ کتب سے ضروریات دین کا علم رکھتا ہے تو کافی ہے) **و اللہ تعالیٰ اعلم۔**

۲۔ عدالت و تقویٰ والا ہو۔ عدالت کا معنی یہ ہے کہ دین کے معاملات کو ترجیح دیتا ہو، اور متقی ہو یعنی کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو۔

۳۔ دنیا سے بے رغبت ہو اور آخرت کی طرف پوری توجہ و رغبت ہو طاعات مؤکدہ اور اذکار ماثورہ پر حریص ہو اللہ تعالیٰ کی طرف قلبی رجحان ہو۔

۴۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا ہو۔

۵۔ مشائخ کی صحبت و آداب کے ساتھ ایک طویل زمانہ سے وابستہ ہو اور ان سے نور باطن اور سکینہ قلبی حاصل کیا ہوا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ جاریہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک فلاح نہیں پا سکتا جب تک فلاح والوں کو نہ دیکھ لے۔ جیسے کوئی شخص علماء کی صحبت میں بیٹھے بغیر علم خود حاصل نہیں کر سکتا اسی طرح دیگر کاموں کو بھی بغیر استاد کے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

۶۔ شیخ کے لئے ضروری ہے کہ مردہ دل نہ ہو یعنی اس کا دل ہمیشہ بیدار رہے سویا ہوا نہ ہو، غافل بھی نہ ہو تاکہ کامل وراثت حاصل ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ **لا ینام قلبی۔** (کہ میرا دل نہیں سوتا ہے) کیونکہ

کامل مطالب تب حاصل ہوں گے جیسے بیداری میں ظاہر کی حفاظت رکھتا ہے تو اس طرح سوتے ہوئے باطل کو غفلت سے محفوظ رکھے۔

ے۔ شیخ کے لئے ضروری ہے کہ اس میں طمع ولالچ نہ ہو یعنی مال کی بھی طمع نہ ہو اور مریدین وغیرہ سے تعریف وثناء کی طمع ولالچ بھی نہ ہو کیونکہ داعی بلانے کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ مدعو جس کو دعوت دی ہے کہ مرتبہ سے اعلیٰ ہو یعنی پیر کا مرتبہ مرید کے مرتبہ سے بلند ہے تو بلند ہی رہنا چاہیئے، لالچی نہ بنے اللہ تعالیٰ نے اسے جو خلعت کا جوڑا دیا ہے اسے نہ اتارے۔

نوٹ: (یہ چند شرائط تھیں جن کا بیان ہوا اب چند اہم امور پر بحث کی جاتی ہے)۔

۱۔ ناقص پیر سے طریقت کا سبق ودرس لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ صاحب ھواخواہش کا پجاری ہے اور اس کے تمام کام اس کی خواہش کے تابع ہیں ان میں کوئی اثر اور اگر اس کے باوجود کوئی طریقت میں اس کو ترجیح دے تو وہ اس کی خواہش پر مددگار ہے، تاریک پر تاریک کا حصول ہے یعنی اندھیرے میں مزید اضافہ کرنا ہے، کیونکہ ناقص طریق وصول الی اللہ میں فرق نہیں کر سکتا کیونکہ وہ خود واصل نہیں ہے اس راستہ سے واقف نہیں ہے اور اس کو فناء وبقاء حاصل نہیں ہے۔

اور ناقص سالکین کی مختلف استعدادات کے درمیان فرق نہیں کر سکتا اس لئے سلوک اور جذب میں تمیز وجدائی نہیں کر سکتا پس وہ مجذوب کو سلوک اور سالک کو جذب کے راستہ پر چلانے لگے گا حالانکہ مرید کی استعداد اس سے مختلف ہے تو وہ ناقص پیر مریدوں کو بھی گمراہ کرے گا جیسے کہ وہ خود طریقت کا گمراہ ہے جبکہ شیخ کامل مکمل جو فناء وبقاء کا راستہ طے کر کے لوٹا ہے وہ ناقص کو تکمیل تک پہنچادے گا، مرید کی استعداد کے مناسب تربیت کر کے منزل مقصود تک رسائی کر دے گا۔ جیسے کہ ماہر و تجربہ کار حکیم وطبیب پہلے مرض کی تشخیص کرتا ہے پھر دوا دیتا ہے۔ اگر ناقص طبیب کی وجہ سے مرض بگڑ گیا ہے تو ماہر و تجربہ کار طبیب پہلے ناقص طبیب کی دوا کے اثر کو ختم کرے گا پھر مرض کے ازالہ کی طرف متوجہ ہو گا۔ تو ناقص پیر جس نے سلوک و جذبہ طے نہیں کئے۔ تو اس ناقص پیر کی صحبت زہر قاتل ہے اور اس کی انابت مہلک مرض ہے، اپنی بلند استعداد کو ضائع کرنا ہے اس سے تکمیل نہیں متصور تکمیل تو صرف شیخ کامل مکمل سے ہو سکتی ہے تو ناقص سے طریقت میں بیعت ہونا جائز نہیں ہے۔

۲۔ اور مقلد سے بیعت بھی جائز نہیں ہے یعنی وہ شخص جس کے آباؤاجداد تو کامل و مکمل ہوں یعنی باپ دادا تو پیر کامل ہوں لیکن خود ان کے راستہ پر نہ ہو اور ان کے مبلغ تک نہ پہنچا ہوا ہو۔ موروثی گدی نشین ہو فقط کیونکہ ارادت کی نسبت (یعنی پیری و مریدی) تعلیم و تعلم کے بغیر صحیح نہیں ہے اور تکمیل کے درجہ کے حصول کے بغیر بھی درست نہیں ہے۔ اس ارادت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

۳۔ بعض کاملوں کا اہل جذبہ کو اجازت دینا یہ تکمیل کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ مخلوق میں جو غفلت عام ہو چکی ہوتی ہے اس غفلت کو اٹھانے اور دور کرنے کے لئے اجازت دی جاتی ہے کہ کاملین نے لوگوں کی غفلت ولاپرواہی کو دیکھا اور خالق کی طرف عدم توجہ کو دیکھا اور عبادات کی طرف بھی عدم توجہ کو ملاحظہ کیا تو بعض اہل جذبہ کو تلقین کی اجازت ان پر شفقت کرتے ہوئے دے دی پس وہ جب لوگوں کو تلقین کریں گے تو اس کا کچھ اثر ان پر بھی پڑے گا اور ان کی صحبت سے حال کا کچھ حصہ ان کو بھی میسر ہو جائے گا تو وہ غفلت کی شنید سے خبردار اور بیدار ہو جائیں گے اگرچہ ان کے لئے کمال حاصل نہ ہو سکے گا۔

۴۔ اور اس طرح مشائخ مبتدی کو جو اہل جذبہ میں سے نہیں ہے اس کو بھی اجازت دے دیتے ہیں وہ اگرچہ انوار باطنیہ میں سے کوئی حصہ نہیں رکھتا لیکن اس کی تلقین سے لوگوں کو نفع ہو سکتا ہے۔

جیسے کہ آئینہ ہے کہ اس میں ذاتی لحاظ سے کوئی کمال نہیں ہے بلکہ دوسروں کو وہ فائدہ دیتا ہے۔ اس طرح وہ پتھر جس سے آگ نکلتی ہے تو خود اس پتھر میں کوئی کمال نہیں ہے ہاں جو آگ نکلتی ہے لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں تو وہ پتھر دوسروں کے لئے نفع بخش ہے۔

پس مبتدی اور اہل جذبہ کی اجازت اور تاثیر یہ کمال کی علامت نہیں ہے بلکہ وہ خود دونوں دوسروں کے لئے علامت ہیں کہ رجوع کے بعد ہی ناقصین کی تکمیل ہو سکتی ہے کہ ان کے پاس آنے والا کامل ہی کی طرف رجوع رکھے گا کیونکہ ان دونوں کی تکمیل اجازت پر موقوف ہے۔ اس لئے صحیح ہے۔

ہاں وہ ناقص جو مجاز نہیں ہے یعنی اس کو اجازت حاصل نہیں ہے اگرچہ وہ اہل جذبہ ہی سے ہو تو اس کی تلقین میں نقصان ہے۔

(کہ وہ تکمیل تک کیسے پہنچائے گا کہ اس کے سامنے تو کوئی منزل ہی نہیں ہے)

علامات التکمیل:

۱۔ کچھ تکمیل کی علامات ماقبل میں گزر گئی ہیں۔

۲۔ اعمال ظاہرہ میں مشغولیت اعمال باطنہ کے لئے اور اعمال باطنہ میں مشغولیت اعمال ظاہرہ کے لئے رکاوٹ اور نقصان و خلل کا باعث نہ ہو۔

۳۔ عبادات ظاہرہ مثلاً مکتوبات یعنی فرائض وواجبات وسنن رواتب اور سنن زوائد اور تلاوت قرآن اور تمام ماثورہ دعائیں خواہ وقتیہ اور یا غیر وقتیہ ہو ان تمام عبادات میں ذوق وشوق اور لذت وحلاوت حاصل ہو۔

۴۔ لوگوں کے تمام امور مباحات اور تحصیل مال و تضیع مال وغیرہ میں اس کی لوگوں کے ساتھ مناسبت ظاہر ہو یعنی مناسبت کا اظہار ہو۔ جب شیخ کسی مرید میں ان حالات و کیفیات کو دیکھے تو شیخ کو چاہیئے کہ وہ دعوت الی الحق کے لئے مرید کو اجازت دے، یہ چند شیخ و مشیخیت کی شرائط وعلامات کا بیان تھا۔[1]

ملا صالح محمد القاضی کے نزدیک مرشد کی شرائط

وشروط الذی یصلح ان یکون نائبًا لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان یکون عالمًا۔ لان الجاھل لایصلح للارشاد۔ وان یکون معرضًا عن حب الدنیا وحب الجاء۔ وان یکون من قلہ۔ الاکل والنوم والقول۔ وکثرۃ الصوم والصلوٰۃ والصدقۃ۔ ومتصفا بمحاسن الاخلاق، کالصبر، والشکر، والتوکل، والیقین، والسخاوۃ، والقناعۃ، والحلم، والتواضع، والصدق، والحیاء، والوفاء، والتکون، وامثالھا، ومثل ھذا الشیخ نور من انوار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یصلح للاقتداء بہ ولکن وجودہ نادر من الکبریت الاحمر وان ساعدت السعادت فوجدت شیخًا کما ذکرنا لا تفارقہ وکن خادمًا لہ بالید والمال والجاہ واحفظ قلبہ واوقاتہ وسیرتہ لقولہ تعالیٰ کونوا مع الصادقین ولما ورد فی الحدیث کن مع اللہ تعالیٰ وان لم تکن فکن مع من کان مع اللہ فانہ یوصلک الی اللہ تعالیٰ ان کنت معہ وفی حدیث آخر الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ خیزینۃ الاسرار انتھی ما نقلناہ من کلامہ الشریف مختصرًا ومتفرقًا وان شئت زیادۃ الاطلاع علی ھذا المرام فطالع میزان المسوی وتتمۃ المیزان المسوی و نقلناہ ھھنا باقل قلیل واما المطلب السادس الذی ھو بیان علامات المرشد الناقص الغوی ولزوم التباعد والفرار عنہ، فبیانھا ھی انھا عکس العلامات التی ذکرناھا فی المرشد الکامل المربی فتذکر، فعلی ھذا، فمنھا انہ لا یکون متولی خدمۃ ربہ بکل ما امکنہ بروحہ وجسمہ ودنیاء، ومنھا انہ لا یکون مشتغلاً باللہ تعالیٰ، ولا یکونج مستغرق القلب فی نور معرفۃ جلال اللہ تعالیٰ فان رآی رآی غیر دلائل قدرۃ اللہ تعالیٰ، وان سمع سمع غیر آیات اللہ تعالیٰ وان نطق نطق بغیر ثناء اللہ تعالیٰ وان تحرک تحرک فی غیر طاعۃ اللہ تعالیٰ وان أجتھد أجتھد فی غیر ما یقربہ الی اللہ تعالیٰ، ویفتر عن ذکر اللہ تعالیٰ، ویری بقلبہ غیر اللہ تعالیٰ فھذہ علامات المرشد الناقص الغوی واذا کان العبد کذالک لا یکون اللہ تعالیٰ ولیہ وناصرہ ومعینہ، ومنھا عدم الانصاف بحسن الایمان والتقویٰ، وامتثال المأمورات، واجتناب المنھیات، علی طبق الشرع، ومنھا الجھل وعدم العلم بالکتاب والسنۃ ومنھا عدم العدالۃ وعدم التقویٰ، وارتکاب الکبیرۃ، والاصرار علی الصغائر، ومنھا عدم الزھد فی الدنیا، ومنھا عدم الرغبۃ فی الاخرۃ، وعدم الحرص علی الطاعات المؤکدۃ والاذکار الماثورۃ، وعدم المواظبۃ علی تعلق القلب باللہ تعالیٰ، ومنھا الطمع فی مال المدعوین، وفی حمدھم وثناءھم علیہ، ومنھا ان یکون محب الدنیا والجاہ والعزۃ، ومنھا عدم الامر بالمعروف، وعدم النھی عن المنکر، ومنھا ان ینام قلبہ، ومنھا ان تشتغلہ الاعمال الظاھرۃ عن الاعمال الباطنۃ وکذا العکس، ومنھا عدم أخذ الذوق والحظ من العبادات الظاھرۃ، من المکتوبات وغیرھا، وتلاوۃ القرآن والادعیۃ الماثورۃ الموقتۃ وغیر

---

[1] (قطب الارشاد، ۵۲۶)

الموقتة، و ایضًا قال محقق علماء قوته و عارف مشائخ عصره مولانا غلام رسول رحمه الله تعالیٰ فی رسالته المسماة بتتمة المیزان المسوی بقوله فصحبة الشیخ الناقص الذی لم یتم امره بالسلوک و الجذبة سم قاتل و الانابة الیه مرض مهلک، یضیع استعداد المرید الرفیع، ویفسده مثل فساد البیضة، فلا یجوز اخذ الطریق الی الله تعالیٰ من الناقص لمامر، ولا من المقلد بآبائه الکاملین المکملین غیر سالک مسلکهم، وغیر واصل مبلغهم، لان الارادة لا تصح الا بالتعلیم و التعلم و حصول درجة التکمیل و لیس فیه شئی من ذالک، و ایضًا الشیخ الناقص مثل الزانی، و مریده و لد الزانی، و الشیخ الناقص مثل الصنم، و مریده مثل عابد الصنم، و یفتضح هو و مریده علی رؤس الاشهاد یوم القیامة، و الشیخ الناقص مثل الطبیب الجاهل، یعل الصحیح ویقتل المریض، و الشیخ الناقص اشرار الاشرار، و افجر الافجار، و الشیخ الناقص مثل المنافق، ینطفیء نور فقره عند الموت، و احاطت به ظلمات المتراقمة، مثل ظلمات اللیلة المظلمة المتغیمة المطیرة و ادرکته اللعنة، و الغضب و الخزلان، کما ینطفیء نور کلمة المنافق عند الموت، و احاطت به ظلمات الکفر، ووصل الی درک الاسفل من النار، و الشیخ الناقص مثل الدجال، و مثل الفرق الضالة و مثل الرافضیة و الوهابیة، و یکون بینه و بین مریده مخاصمة و التبری یوم القیامة، کما بین التابع و المتبوع من الفریق الضالة الکفرة، و الی غیر ذالک من انواع العذاب و النکال، فینبغی للمرید ان یجتهد فی معرفة من یصلح شیخًا، و یجوز الاقتداء به، لان هلاک اکثر الطالبین، بل عموم الناس بالاقتداء بالائمة المضلین، و افتراق الامة الی ثلث و سبعین فرقة نشاء من الصوفیة الذین ما کانوا علی ما جاء به النبی صلی الله تعالیٰ علیه و آله و اصحابه و سلم۔[1]

شیخ احمد الکمشخانوی النقشبندی کے نزدیک مرشد کی شرائط

و قال أبو مدین کل من ادعی مع الله حالا ثم ظهرت منه احدی خمس فهو کاذب أو مسلوب ارسال الجوارح فی معصیة الله و التصنع بطاعة الله و الطلمع فی خلق الله و لو قیعة فی خلق الله و عدم احترام المسلمین علی الوجه الذی أمر الله (و شروط الشیخ الذی یلقی المرید الیه نفسه خمسة) ذوق صریح و علم صحیح و همة عالیة و حالة مرضیة و بصیرة نافذة فمن فیه خمسة لا تصح مشیخته الجهل بالدین و اسقاط حرمة المسلمین و الدخول فیما لا یعنی و اتباع الهوی فی کل شئی و سوء الخلق من غیر مبالاة۔[2]

---

[1] (نور العقائد فی بیان عقائد اهل السنة و الجماعة، ص ۳۴۹)

[2] (جامع الاصول فی الاولیاء و انواعهم و اوصافهم و أصول کل طریق و مهمات المرید، و شروط الشیخ و کلمات الصوفیه و اصطلاحهم و أنواع التصوف و مقاماتهم، ص ۱۱)

(۲) باب نمبر دو: امی ولی بن سکتا ہے کے بیان میں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
بعض علماء کا کہنا ہے کہ جو شخص مروجہ درسِ نظامی کا عالم نہ ہو، وہ ولی نہیں بن سکتا اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ وہ ولی تو بن سکتا ہے مگر پیر و مرشد نہیں بن سکتا تو کیا ولایت و ارشاد اور بیعت مشائخ کیلئے درسِ نظامی پڑھنا شرط ہے یا نہیں۔ براہ کرم اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید محمد منور شاہ نقشبندی سیفی سواتی
شیخ الحدیث ورئیس دار الافتاء دار العلوم علیمیہ کراچی صوبہ سندھ

الجواب بعون الملک الوھاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ الذی جعل بیعۃ الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غیر مشروطۃ بقرآءۃ الفنون المروّجۃ فی ھذا الزمان والصلوۃ والسلام علی رسولہ وحبیبہ سیدنا محمد المبعوث آخر الزمان وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین بایعوا النبی الاکرم ﷺ ووصلوا الی اقصی مراتب الارشاد والاحسان وھذا بدون قرآءۃ الفنون المروجۃ فی مابعد الزمان۔ بل بالسماع والصحبۃ والبیعۃ مع صحبۃ رسول الانس والجآنّ علیہ افضل الصلوات والسلام الی تعاقب الدوران وعلیٰ اتباعہ الکاملین وورثتہ الاکملین اصحاب الایقان والعرفان امابعد!

جاننا چاہیئے کہ عالم، مبلغ اور واعظ بننے کی شرائط الگ ہیں اور مفتی و مجتہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے شرائط الگ ہیں جس کی کچھ تفصیل مخزن الحقائق میں بھی درج ہے۔ اور مفتی کی شرائط کو علامہ شامی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ رد المحتار ص ۵۲، ۴۷، ۵۳، مطبوعہ بیروت اور مجموعہ الرسائل ص ۱۲، ۱۱، ج ا اور طبقاتِ فقہاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ذکر کیا ہے۔ اور ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے یا پیر و مرشد بننے کی شرائط الگ ہیں جو مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر کتبِ تصوف میں مذکور ہیں۔ ایک کی شرائط دوسرے میں خلط ملط کرنے سے مسئلہ الجھ جاتا ہے۔ پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لئے جو شرط مروجہ نظامی کے عالم ہونے کی لگائی جاتی ہے اور اس کے حق میں جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں، وہ شرط اور اس کے اثبات کے دلائل مفتی، عالم تبحر اور اچھا مبلغِ حق اور واعظ بننے کے حق میں ہیں۔ اور اس سے کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔

جیسا کہ جلالین شریف ص ۵۷ پر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:
”ومن للتبعیض لان ما ذکر فرض کفایۃ لا یلزم کل الامۃ ولا یلیق بکل احد کالجاھل“۔
اور کلمہ ”من“ تبعیض کیلئے ہے کیونکہ امر بالمعروف فرض کفایہ ہے اور پوری امت پر تبلیغ کرنا لازم نہیں اور ہر جاہل کے لئے مناسب بھی نہیں ہے کہ وہ تبلیغ کرے۔

اسی طرح علامہ شیخ احمد صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"فلا یأمر الجاھل و لا ینھیٰ لانہ ربما امر بمنکر أو نھی عن معروف لعدم علمہ بذالک"۔

یعنی ان پڑھ جاھل کو حق نہیں کہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے کیونکہ جاہل اپنی لاعلمی کی وجہ سے کبھی بری اور منھی عنہ (کو نیکی سمجھ کر) کا حکم دیتا ہے اور کبھی نیکی کو (بری اور منھی عنہ سمجھ کر) اس سے منع کرتا ہے۔[1]

فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

"المر بالمعروف یحتاج الی خمسۃ اشیآء۔ اولھا العلم لان الجاھل لا یحسن الامر بالمعروف"۔

یعنی امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کیلئے پانچ چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ جس میں سب سے پہلے علم کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جاھل بے علم آدمی امر بالمعروف کو کیا جانے۔[2]

امر بالمعروف و نھی عن المنکر کیلئے علم کا ہونا لازمی شرط ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ جاہل کو وعظ کہنا حرام ہے بلکہ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ احمد رضا خان افغانی فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جاہل کی تبلیغ زنا سے بدتر ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

و انما حق العوام ان یؤمنوا و یسلموا و یشغلوا بعبادتھم و معایشھم و یترکوا العلم للعلمآء فالعامی لو یزنی او یسرق کان خیر الہ من ان یتکلم فی العلم فانہ من تکلم فی اللہ أو فی دینہ بغیر اتقان العلم وقع فی الکفر من حیث لا یدری کن یرکب لجۃ البحر و ھو لا یعرف السباحۃ۔[3]

ترجمہ: اور یقیناً عوام کا حق یہ ہے کہ ایمان اور اسلام لانے کے بعد اپنی عبادات اور اپنے معاشِ دنیا میں مصروف عمل رہے۔ اور علم کو علماء کے لئے چھوڑ دے پس اگر کوئی عامی زنا یا چوری کرے تو یہ اس کے لئے تکلم فی العلم (مبنی بر جہالت سے بہتر ہے اگر چہ گناہِ کبیرہ ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین میں اتقان فی العلم کے بغیر گفتگو کرنے والا کفر میں واقع ہو جاتا ہے اور اس کو اس بات کا پتہ نہیں چلتا (من حیث لا یدری) جس طرح کوئی شخص دریا کی لہر میں کود پڑے درآں حالیکہ اسے تیرنا نہ آتا ہو۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوسری جگہ ایک مسئلہ کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جاھل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں کیونکہ وہ جتنا سنوارے گا۔ اس سے زیادہ بگاڑے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں جاھل کو وعظ

---

[1] (تفسیر صاوی ج ۱، ص ۱۶۱)

[2] (کذافی حاشیۃ جلالین ص ۵۷، حاشیہ ص ۲۵ و الفتاوٰی الھندیہ ج ۵ باب الامر بالمعروف)

[3] (فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۲۱۵ ثم احیاء العلوم ج ۳ باب مداخل الشیطان الی القلب)

کہتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ کیا تم قرآن میں ناسخ و منسوخ جانتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ نہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اپنے آپ کو بھی ہلاک کیا اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا اور ہماری مسجد سے نکل جاؤ اور یہاں وعظ نہ کرنا۔[1]

اور مفتی محمد شفیع دیوبندی نے معارف القرآن ص ۲۸۰، ج ا پر لکھا ہے کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "هلكت و اهلكت مع زيادة" اور فرمایا کہ میری مسجد سے نکلو اور آئندہ نہ آنا لہٰذا علم کے بغیر کسی کو مبلغ اور واعظ بننا جائز نہیں ہے۔ اور آیت کریمہ "ولتكن منكم امة خير يدعون الى الخير . . . الآية" کی تفسیر میں عام معتمد اور ثقہ مفسرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے علاوہ مولوی شبیر احمد عثمانی اور مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی تبلیغ کے لئے علم و حکمت و دانش کی شرط لگائی ہے اور جاھل مبلغین پر سخت رد کیا ہے اور قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ امر بالمعروف کرنے والوں کے لئے عالم ہونا وجوبی شرط ہے اور یہ بات ہم بھی تسلیم کرتے ہیں مگر ان دلائل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور پیر مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے مروجہ درسِ نظامی پڑھنا شرط ہے۔ کیونکہ ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کی شرائط الگ ہیں۔ ہاں یہ بات سونے پہ سہاگہ ہے کہ ایک شخص باشرائط (مثلاً صحتِ عقیدہ، عمل صالح، اور باطنی نور و فیض وغیرھا کا حامل) پیر و مرشد بھی ہو اور ساتھ ساتھ ایک متبحر اور راسخ فی العلم عالم ربانی بھی ہو۔ (جو کہ وارثِ کامل ہوتا ہے) دوسری بات یہ ہے کہ کسی فن کے بارے میں شرائط کا تعین کرنا اس فن کے مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور محققین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کام ہے اور انہی کی بات دلیل بھی بنتی ہے۔ پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کی شرائط میں مروجہ درسِ نظامی کی شرط تصوف کے مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور محققین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مثلاً حضرت سیدنا شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اور حضرت سیدنا شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی شرط لگانا درست نہیں ہے نیز نفس حصولِ تفقہ فی الدین درسِ نظامی مروجہ پر منحصر نہیں۔ بلکہ صحبتِ اکابر اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و علمائے راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے بطورِ سماع بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جو علماء، پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے مروجہ درسِ نظامی کی شرط لگاتے ہیں ان میں سے اکثر حضرات خود طریقت و تصوف میں استاذِ کامل (شیخِ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے تربیت یافتہ نہیں ہیں لہٰذا ان کا قول قابل اعتبار نہیں جیسا کہ فنِ طب میں غیر طبیب یا ناقص طبیب کا قول غیر معتبر ہوتا ہے۔ بہت سے حضرات جنہوں نے مروجہ درسِ نظامی اور فنون نہیں پڑھے مگر درجۂ ولایت پر فائز ہوئے اور رشد و ھدایت کا فریضہ بھی سرانجام دیا مثلاً حضرت آدم علی نبینا علیہ السلام جو اس دنیا میں پہلے

[1](بستان العارفین ص ۱۴، قرطبی، ج ا، تفسیر عزیزی، ایضا وغیرہ)

بشر تھے انہوں نے مروجہ فنون نہیں پڑھے تھے مگر ولی بھی تھے اور پیر و مرشد بھی تھے۔ نبوت و رسالت بھی ملی اور اولو العزم کے رتبہ پر بھی فائز ہوئے اور علم لدنی بھی بفضلِ الٰہی مل گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں ہے: وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا . . . الآیۃ البقرۃ ۳۱" یعنی اس نے (اللہ تعالیٰ نے) آدم علیہ السلام کو تمام اسماء سکھائے۔ پھر اسماء کی تفسیر میں بہت اختلافات ہیں (پوری تحقیق تفسیر مظہری میں درج ہے) اسی طرح ولایتِ ملائکہ کرام علیہم السلام ہے انہوں نے کون سے فنون پڑھے؟ جبکہ وہ اللہ کے ولی اور دوست ہیں۔ اور اس کے حکم سے سرموا انحراف نہیں کرتے۔ قرآن کریم میں ہے "ویفعلون مایؤمرون" یعنی وہ کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اکثر انبیاء کرام علیہم السلام کا قبل از وحی ولی اور مرشد ہونا۔ اسی طرح حضرت سیدہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیہ ہونا۔ قرآن کریم میں ہے: "وامہ صدیقة" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ سیدہ مریم رضی اللہ عنہا صدیقیت کے مقام پر فائز تھیں (والتفصیل فی المظہری وغیرہ)۔

اسی طرح حضرت امِ موسیٰ علیہ السلام کی ولایت کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے: واوحینا الیٰ امِ موسیٰ . . . الآیۃ یہ وحی غیر تشریعی ہے جو اکابر محدث اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو ملتی ہے۔ (کمافی التفسیر المظہری)

اسی طرح حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا جو فرعون کی زوجہ تھیں، ولیہ تھیں اور آخرت میں آقائے دوجہاں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم میں شامل ہوں گی۔ اسی طرح قرآن کریم نے حضرت خضر علیہ السلام کی ولایت اور علم کے حصول (بغیر مروجہ فنون کے پڑھے) تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے: "آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (الکہف ۶۵) یعنی ہم نے اسے (خضر علیہ السلام) کو اپنی جانب سے رحمت اور علم عطا کیا۔ اسی طرح بعض اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بچپن ہی میں ولایت عطا کر دینا ثابت ہے۔ مثلا حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (کما فی نفحات الانس للعلامہ الجامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اسی طرح بعض امی حضرات جنہیں اللہ تعالیٰ نے ولایت عطا فرمائی تھی اور وہ حضرات بہت سے اکابر مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہوئے، مثلا حضرت حماد بائس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے اور بظاہر امی تھے۔ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے اور بعد میں آنے والوں کے (یعنی مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے) پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے حالانکہ امی تھے۔ حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی امی تھے۔ (کما فی مقدمۃ الانوار القدسیۃ) اسی طرح دیگر حضرات بھی تھے جنہوں نے مروجہ فنون نہیں پڑھے مگر وہ اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم بھی تھے اور رشد و ہدایت کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تمام امت مسلمہ پر پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر سیدنا عثمان غنی

رضی اللہ عنہ اور پھر سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور پھر دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت دیگر تمام مسلمانوں پر مروجہ درسِ نظامی وفنون کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ صحبت مع النبی الاکرم ﷺ اور تعلق باللہ تعالیٰ اور علم باللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ مفسرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے: **إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ** کے تحت تحقیق فرمائی ہے۔ اسی طرح خیر التابعین سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قرن کے جنگلوں میں اونٹ چراتے اور اپنی والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں مشغول رہتے انہوں نے توفنونِ مروجہ و مدونہ نہیں پڑھے لیکن ولایت اور ارشاد کے کتنے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوئے؟ اسی طرح ولایتِ امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل ولادت نص سے ثابت ہے۔ اسی طرح اصحابِ کہف بلکہ اصحاب کہف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے کتے کی (قطمیر کی) ولایت قرآن کریم سے ثابت ہے۔ یہ سوچنے کا مقام ہے کہ انہوں نے کون سے مروجہ فنون اور درسِ نظامی کی تحصیل کی تھی؟ اسی طرح ھُدھُد سُلیمان علیہ السلام اور نملۂ سلیمان علیہ السلام، اسی طرح اسطوانۂ حنانہ جو نبی کریم ﷺ کی جدائی میں رویا تھا، اسی طرح دیگر حیوانات (جن کا ذکر صاحبِ روح البیان نے کیا ہے) کو ولایت حاصل تھی جبکہ انہوں نے تو کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی۔ اسی طرح حضرت یحیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا جبکہ ابھی وہ بچے ہی تھے۔ **وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا (مریم ۱۲)** ' اس وقت انہوں نے کون سے فنون پڑھے تھے؟ اسی طرح حضرت شیبان راعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولایت ہے۔ اسی طرح شیخ الاسلام احمد نامقی جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کئی کتب تصوف کے مصنف ہیں حالانکہ امی تھے۔ **(النفحات للجامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)**

حضرت شیخ عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دباغ صاحبِ تفسیر (ابریز تبریز)، شیخ برکۃ ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر کامل مکمل، مشہور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہوں نے مروجہ درسِ نظامی وفنون نہیں پڑھے تھے بلکہ اُمی تھے، انہیں اللہ تعالیٰ نے ولایت اور اپنی جانب سے علم عطا فرمایا تھا۔ اور یہ حضرات اپنے زمانے میں پیر ومرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسند عالیہ پر فائز رہے۔ مزید تفصیل کے لئے پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا سید جعفر حسینی نقشبندی سیفی مد ظلہ العالی کی تصنیف لطیف **"الجواب الشافی فی اثبات ولایت الامی بفضل الالھی وبسبب صحبۃ النبی ﷺ او الولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ"** جو فارسی زبان میں ہے، ملاحظہ کریں پس مرتبۂ ولایت وارشاد کا حصول صرف اللہ کے فضل وعنایت اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کاملین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی صحبت بابرکت پر منحصر ہے نہ کہ مروجہ فنون ودرسِ نظامی کے حصول پر۔ اسی طرح ظاہری علم کا حصول بھی مروجہ فنون ودرس نظامی پر منحصر نہیں ہے بلکہ عارفِ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت کے التزام سے اور ان سے سماع کرنے سے بھی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ

عنہ اکثر تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مشائخ کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اکثر خلفائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو صحبت کے التزام اور سماع سے علمِ باطن کے ساتھ ساتھ علم ظاہر بھی حاصل ہوا تھا۔

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ:

گر کنے خدمت بخوانے یک کتب — علمھائی نادرہ یابے زجیب

دردلت یابے علوم انبیائی — بے کتاب وبے معید واستاد

(لب لباب مثنوی کتاب العلم)

ترجمہ: اگر تو اولیاءِ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت کرے اور ایک کتاب پڑھے تو نادرِ علوم اپنے گریبان میں پائے گا، اپنے دل میں انبیاء علیہم السلام کے علوم (ظاہری وباطنی) پائے گا بغیر کتاب اور تختی اور استاد کے"۔ (مثنوی شریف)

اسی طرح حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی نے اپنی تفسیر روح المعانی سورۃ جمعہ کی آیتِ کریمہ: "ھو الذی بعث فی الامیین رسولا ... الخ" باب الاشارات ص۱۵۷،۱۵۸، (طبع مکتبہ حقانیہ ملتان) میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"اشارۃ الی عظیم قدرتہ عزوجل وان افاضۃ العلوم لاتتوقف علی الاسباب العادیۃ ومنہ قالوا! ان الولی یجوز أن یکون امیا کالشیخ معروف الکرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی ماقال ابن الجوزی، وعندہ من العلوم اللدنیۃ ماتقصر عنھا العقول وقال عز بن عبد السلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: قدیکون الانسان عالما باللہ تعالیٰ ذایقین ولیس عندہ علم من فروض الکفایات، وقد کان الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلم من العلماء التابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحقائق الیقین ودقائق المعرفۃ مع ان من علماء التابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ من ھو اقوم بعلم الفقہ من بعض الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ومن انقطع الی اللہ عزوجل وخلصت روحہ افیض علی قلبہ انوار ألھیۃ تھیأت بھا لا دراک العلوم الربانیۃ والمعارف اللدنیۃ، فالولایۃ لاتتوقف قطعا علی معرفۃ الفقہ مثلا علی الوجہ المعروف، بل علی تعلم مایلزم الشخص من فروض العین علی أی وجہ کان من قرأۃ أو سماع من عالم أو نحو ذالک۔

ترجمہ: مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ کی قدرتِ عظیمہ کی طرف اشارہ ہے اور اس بات کی طرف بھی کہ علوم کا افاضہ کرنا اسباب عادیہ پر موقوف نہیں اس لئے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا امی ہونا جائز ہے۔ جیسے کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا کہ ابن جوزی نے کہا ہے، جبکہ ان کے (حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پاس اتنے علوم لدنیہ تھے، جس سے عقلیں عاجز ہوتی تھیں۔ حضرت عزالدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ کبھی انسان عالم باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہاور صاحب یقین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کامل ہوتا ہے حالانکہ اس کے پاس فرضِ کفایہ علوم نہیں ہوتے اور یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقائق یقینیہ اور معرفت کے دقائق کی بناء پر علماء تابعین رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ سے زیادہ عالم تھے اگرچہ بعض علماء تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقہ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ عالم تھے۔ اور جو شخص اپنا تعلق مخلوق سے منقطع کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس کی روح (نفس سے) آزاد ہو گئی تو اس کے قلب پر انوار الٰہیہ انڈیلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ علوم ربانیہ اور معارف لدنیہ کے ادراک کی استعداد حاصل کرلیتا ہے۔ پس ولایت کا حصول قطعی طور پر علومِ رسمیہ مثلاً نحو، معانی، اور بیان وغیرہا پر موقوف نہیں ہے اور نہ ہی معروف و مروجہ علمِ فقہ پر موقوف ہے۔ بلکہ فرضِ عین علم کی تحصیل بھی کافی ہے چاہے اس فرض، عین علم کا حصول مروجہ طریقے سے ہو یا کسی عالم باعمل (یا شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے سماع کے طریقے پر ہو یا دیگر کسی واسطے سے ہو... الخ[1]

پس اس عبارت سے یہ معلوم ہو گئی کہ اس زمانے میں مراتب ولایت وارشاد کے حصول اور علوم شرعیہ کے حصول کے لئے مروجہ فنون کا پڑھنا لازم و شرط نہیں ہے بلکہ ان کے حصول علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم و مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی صحبت اور ان سے سماع کرنے اور ان کی توجہات عالیہ سے خصوصاً طریقہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ میں سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کی ایک توجہ سو چلّوں سے بہتر ہے۔ (کمافی المکتوبات الشریفہ للامام الربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

اور اس سلسلہ مبارکہ نقشبندیہ میں وصول الی اللہ تعالیٰ میں بچے، نوجوان، بوڑھے اور عورت برابر ہیں، بلکہ اس سلسلہ عالیہ کے مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مردے بھی فیض پاتے ہیں جیسا کہ حضرت سیدنا امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واقف اسرار متشابہاتِ قرآنی نے اپنے مکتوبات شریفہ میں تحقیق فرمائی ہے۔ جبکہ وراثتِ حقیقی دونوں علوم (علمِ ظاہر و باطن) کے جمع کرنے پر منحصر ہے۔ پس علم ظاہر، جس طرح مروجہ فنون سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح مشائخ کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی صحبت کے التزام اور ان سے سماع کرنے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ اور علم باطن مشکوٰۃ صدر النبی ﷺ سے انعکاس کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ چاہے بلاواسطہ ہو یا بواسطہ یا بالوسائط ہو۔ جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر مظہری میں اور امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوب نمبر ۱۳ ج ۲، م نمبر ۵۴، ج ۱ میں تصریح فرمائی ہے، لہٰذا ان کتابوں کی طرف مراجعت فرمائی جائے۔

آخر میں ہم چند نکات کی وضاحت کرتے ہیں تاکہ مسئلہ مزید واضح ہو جائے:

(۱) نکتہ اولیٰ: یہ ہے کہ وراثتِ حقیقی جمع بین العلمین (علم ظاہر و علم باطن) پر منحصر ہے حدیث مبارکہ ہے: "العلماء ورثۃ الانبیاء" یعنی علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وارث ہیں۔ اور دوسری حدیث مبارکہ سے یہ بھی

---

[1] (تفسیر روح المعانی)

ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت علم ہے۔ اور یہ بات عقلا و نقلا ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام دونوں علوم کے جامع ہوتے ہیں۔

کما فی الحدیث: ''العلم علمان فعلم فی القلب فذالک ھو العلم النافع و علم علی اللسان فذالک حجۃ اللہ علیٰ ابن آدم علیہ السلام (مشکوۃ و احیاء العلوم) (و کما فی حدیث البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حفظت من رسول اللہ ﷺ و عائین ای من العلم اما الاول فبشثتہ فیکم (ای بلسان القال) و اما الاخر فلو بشثتہ فیکم (بلسان المقال) لقطع ھذا البلعوم۔ و التفصیل فی احقاق المعالی و المظھری و المرقات و اشعۃ اللمعات فلیراجع)۔

اگر ایک علم ہو اور دوسرا نہ ہو تو یہ نقص ہے اور نقص انبیاء کرام علیہم السلام میں قطعاً متصور نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا انبیاء کرام، علیہم السلام کے کامل وارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہی ہوں گے جو علمِ ظاہر اور علمِ باطن دونوں کے جامع ہوں گے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر ۲۸)''

یعنی ''اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے خشیت رکھنے والے علماء ہی ہیں''۔

اور تفسیر روح المعانی اور مظہری میں ہے کہ یہاں علماء سے مراد علماء باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور جامع وارثین ہیں نہ کہ صرف ظاہری فنون کے حامل علماء۔

حضرت علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''من لم یخش اللہ فلیس بعالم''۔

یعنی جو اللہ تعالیٰ سے خشیت نہیں رکھتا وہ حقیقی عالم نہیں ہے۔[1]

اور مراتب خشیت علم باللہ کی تکثیر سے حاصل ہوتے ہیں۔ لہٰذا جو حقیقی عالم نہ ہو وہ حقیقی وارث بھی نہیں ہو سکتا (فافہم)۔

قرآن و حدیث کی وضاحت کے بعد اب آئمہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

سراج الامۃ حضرت سیدنا امام الاعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے:

''لو لا سنتان لھلک نعمان''۔

یعنی اگر میری عمر کے دو سال تحصیلِ کمالات باطنیہ میں صرف نہ ہوتے تو نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہلاک ہو جاتا۔

---

[1] (حدیقۃ الندیہ ج ۱، و کذا فی المظھری)

پس ان دوسالوں سے مراد مرتبۂ اجتہاد پر فائز ہونے سے پہلے ابتدائی جوانی کے دو سال ہیں جن میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طریقہ صدیقیہ نقشبندیہ میں (ایک قول کے مطابق) اور حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے طریقہ علویہ قادریہ میں کمالات باطنیہ حاصل کئے۔ نور فراست اور کمالات باطنیہ اور علوم ظاہرہ کی تحصیل کے بعد مرتبہ اجتہاد مطلق پر فائز ہو کر مسائل اجتہادیہ میں استنباط فرما کر امت مسلمہ کے لئے روشن چراغ بن گئے۔ حضرت امام الشریعۃ والطریقۃ مولانا محمد ہاشم سمنگانی اویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "لو لا سنتان لھلک نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ" میں سین کو ضمہ کے ساتھ پڑھنا راجح ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر دو سُنتیں یعنی ثابت بالسنۃ چیزیں (علم باطن و علم ظاہر) نہ ہوتیں تو نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہلاک ہو جاتے کیونکہ محرماتِ ظاہرہ اور باطنہ سے اجتناب اور فرائض ظاہرہ اور باطنہ کا امتثال ان دو علوم پر مبنی ہے۔ اور ان دو علوم کے بغیر محرمات کا ارتکاب اور فرائض کا ترک لازم آتا ہے جو کہ ہلاکت ہے لیکن علمِ ظاہر اور احکامِ شرعیہ کا علم مروجہ و مدونہ فنون پر موقوف نہیں بلکہ اگر فنونِ مدونہ کے ذریعے حاصل ہو جائے یا صحبتِ مشائخ کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے فقہ اور علم اخذ کیا جائے یا علماء راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اقوال سننے سے حاصل ہو جائے۔ ان تمام صورتوں میں علمِ ظاہر سے اتصاف صحیح ہے بلکہ مؤخر الذکر دو طریقے تو خیر القرون بالخصوص عہدِ نبوی ﷺ میں معمول تھے۔

کتاب اثبات البیعت (مصنفہ: پیر طریقت رہبر شریعت قطب سرحد فی زمانہ حضرت سراج الحق سیفی مرحوم) کے حاشیہ پر ہے:

حضرات آئمہ مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی صوفیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبتِ اختیار کی ہے۔ ہمارے مذہب کے پیشوا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کی فقاہت و علمیت کو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے: "الناس کلھم عیال ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الفقہ" یعنی سارے لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کنبہ ہے جن کی نیکی اور پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ طبقاتِ کبریٰ ص ۴۶ پر ہے۔

"ختم القرآن فی الموضع الذی مات فیہ سبعۃ آلاف مرۃ"۔

یعنی جس جگہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی وہاں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سات ہزار ختم قرآن کئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم باطنیہ اور فیوض و برکات حاصل کئے اور دو سال ان کی صحبت میں رہے فقط یہی نہیں بلکہ ان دو سالوں کو اپنی پوری زندگی پر ترجیح دیتے ہوئے فرمایا: "لو لا سنتان لھلک نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ" حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضِ صحبت سے بہت کچھ پایا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باوجود عالمِ ربانی اور متبع سنت ہونے کے حضرت شیبان راعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوتے اور ان سے علوم باطنیہ اور فیوض و برکات حاصل کرتے تھے جبکہ وہ ایک مسکین چرواہے تھے اور بظاہر امی تھے۔ جب ان دونوں حضرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا جاتا کہ آپ مقتدائے زمانہ ہو کر ایک سیدھے سادے شخص کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہم ان سے وہ کچھ حاصل کرتے ہیں جو ہمارے پاس نہیں ہے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"و کان یقول صحبت الصوفیۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عشر سنین"۔

یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت میں دس سال گزارے ہیں۔

(محشی: فقیر سید احمد علی شاہ سیفی مدظلہ العالی)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"من تفقہ و لم یتصوف فقد تفسق و من تصوف و لم یتفقہ فقد تزندق و من جمع بینھما فقد تحقق"۔

کما فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ ج ۱ ذیل حدیث (العلم علمان الخ)۔

یعنی جس نے صرف علمِ ظاہر کو حاصل کیا اور امراضِ باطنیہ سے اپنے نفس کو پاک نہ کیا تو وہ فاسق رہے گا۔ اور جس نے تصوف پڑھا مگر فقہ نہیں پڑھا تو وہ زندیق ہو گیا۔

کیونکہ پھر طریقت کو شریعت سے علیحدہ سمجھے گا اور ظاہر شریعت سے انکار کرے گا اور بہت سی ضروریاتِ دین سے بوجہ جہالت انکار کرے گا۔ پھر تفقہ فی الدین فنونِ مروجہ پڑھنے پر منحصر نہیں بلکہ صحبتِ اکابر علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم و اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے بھی بطور سماع حاصل کیا جاسکتا ہے (کمامر) اور جس نے دونوں (علمِ ظاہر و علم باطن) کو جمع کیا پس وہ مقام تحقیق اور مقامِ وراثت تک پہنچ گیا۔ ان آئمہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اقوال و افعال سے ثابت ہو گیا کہ حقیقی وراثت دونوں علوم (علم ظاہر و علم باطن) کے حاصل کرنے پر منحصر ہے۔ حضرت امام ربانی واقف سر لامکانی قیوم زمانی مجدد و منور الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ احمد فاروقی سرھندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے (مکتوب نمبر ۲۶۸، ج ۱، م ۵۴، ج ۲، م ۱۳، ج ۲) پر اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیرِ مظہری ص ۱۱۰، ج ۱ پر تصریح فرمائی ہے کہ کامل وراثت جمع بین العلمین سے حاصل ہوتی ہے۔

عبارات ملاحظہ ہوں:

مکتوب نمبر ۱۳ ج ۲: اس بیان میں کہ علمائے ظاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نصیب کیا ہے اور صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حصہ میں کیا آرہا ہے۔ اور علمائے راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو انبیاء کرام علیھم السلام کے وارث ہیں ان کے نصیب میں کیا ہے؟ مرزا شمس الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف اس کے خط کے جواب میں لکھا ہے۔

حمد و صلوۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مبارک خط جو از روئے کرم کے صادر فرمایا تھا۔ برادرِ عزیز شیخ محمد طاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہنچایا اور خوش وقت کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ ملاقات کے حاصل ہونے تک ایسے مکتوبات کے ساتھ جو نصیحتوں سے پر ہوں، یاد فرماتے رہیں۔ میرے مخدوم و مکرم **النصیحۃ ھی الدین و متابعۃ سید المرسلین علیہ و علیھم من الصلوات افضلھا و من التحیات اکملھا** یعنی سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلینا کا دین اور ان کی متابعت اختیار کریں۔

سید المرسلین ﷺ کے دین اور متابعت سے علمائے ظاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا نصیب عقائد درست کرنے کے بعد شرائع و احکام کا علم اور اس کے موافق عمل ہے اور صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا نصیب بمعہ اس چیز کے جو علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم رکھتے ہیں، احوال و مواجید اور علوم و معارف ہیں، اور علماء راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا نصیب جو انبیاء کرام علیھم السلام کے وارث ہیں بمعہ اس چیز کے جس کے ساتھ صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ممتاز ہیں وہ اسرار و دقائق ہیں جن کی نسبت متشابہاتِ قرآنی میں رمز و اشارہ ہو چکا ہے۔ اور تاویل کے طور درج ہو چکے ہیں۔ یہی لوگ متابعت میں کامل اور وراثت کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ وراثت تبعیت کے طور پر انبیاء کرام علیھم السلام کی خاص دولت میں شریک اور بارگاہ کے محرم ہیں۔ اسی واسطے **"علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل"** کے شرفِ کرامت سے مشرف ہوئے ہیں۔ پس آپ کو بھی لازم ہے کہ علم و عمل و حال و وجد کے روئے سے حضرت سید المرسلین حبیب رب العالمین علیہ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین و اھل طاعتہ اجمعین الصلواۃ والتحیات کی متابعت بجا لائیں تاکہ اس وراثت کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہو، جو نہایت اعلیٰ درجہ کی سعادت ہے۔ والسلام۔[1]

[1](مکتوبات امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلد دوم دفتر دوم مکتوب نمبر ۱۳)

مکتوب نمبر ۵۴ ج ۲: یہ مکتوب شریف طویل ہے ہم اپنے مدعا کی مناسبت سے مختصراً نقل کرتے ہیں:

اس بیان میں کہ آنحضرت ﷺ کی متابعت کے بہت سے مرتبے اور درجے ہیں اور وہ سات درجے ہیں۔ ہر ایک درجہ کی تفصیل میں سید شاہ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ آنحضرت ﷺ کی متابعت جو دینی اور دنیاوی سعادتوں کا سرمایہ ہے۔ کئی درجے اور مرتبے رکھتی ہے۔

(۱) پہلا درجہ عوام اہل اسلام کیلئے ہے یعنی تصدیق قلبی کے بعد اور اطمینانِ نفس (جو درجہ ولایت سے وابستہ ہے) سے پہلے احکامِ شرعیہ کا بجالانا اور سنتِ سنیہ کی متابعت ہے اور علماء ظاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور عابد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وزاھد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا معاملہ ابھی تک اطمینان نفس تک نہیں پہنچا۔ متابعت کے اس درجہ میں شریک ہیں اور اتباع کی صورت حاصل ہونے میں برابر ہیں (ملخصًا)

(۲) دوسر درجہ آنحضرت ا کے اقوال و اعمال کا اتباع ہے جو باطن سے تعلق رکھتا ہے مثلاً تہذیبِ اخلاق۔ بری صفتوں کا دور کرنا اور باطنی امراض کا رفع کرنا وغیرہ جو مقامِ طریقت کے متعلق ہے۔ اتباع کا یہ درجہ اربابِ سلوک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو طریقہ صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو شیخِ مقتداء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اخذ کر کے سیر الی اللہ کی وادیوں اور جنگلوں کو قطع کرتے ہیں۔ (ملخصًا)

(۳) تیسرا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان اذواق و احوال و مواجید کی اتباع ہے، جو ولایتِ خاصہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ درجہ ان اربابِ ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوب سالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا سالک مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ جب مرتبہ ولایت ختم ہو جاتا ہے اور اطمینان نفس حاصل ہو کر طغیان و سرکشی ختم ہو جاتی ہے تو اس وقت جو کچھ متابعت کرتا ہے وہ متابعت کی حقیقت ہوتی ہے۔ (ملخصًا)

(۴) چوتھا درجہ نفس کے مطمئن ہونے اور اعمالِ صالحہ کی حقیقت بجالانے کا درجہ ہے۔ پہلے درجہ میں اس متابعت کی صورت تھی اور یہاں اتباع کی حقیقت ہے۔ اتباع کا یہ چوتھا درجہ علمائے راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ وابستہ ہے جو اطمینان نفس کے بعد متابعت کی حقیقت سے متحقق ہو چکے ہیں۔ اگرچہ اولیاء اللہ ''اصحاب ولایات ثلاثہ قبل الکمالات والحقائق ''کو بھی قلب کی تمکین کے بعد تھوڑا سا اطمینان نفس حاصل ہوتا ہے لیکن کمال اطمینان نفس کو کمالات نبوت کے حاصل کرنے میں ہوتا ہے پس علماء راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نفس کے کمال اطمینان کے باعث شریعت کی حقیقت سے، جو اتباع کی حقیقت ہے، متحقق ہوتے ہیں (ملخصًا)

(۵) متابعت کا پانچواں درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کا اتباع ہے جن کے حاصل ہونے میں علم و عمل کا دخل نہیں۔ بلکہ ان کا حاصل ہونا محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر موقوف ہے۔ یہ درجہ نہایت بلند ہے۔ اس درجہ کے مقابلے میں دوسرے درجوں کی کچھ حقیقت نہیں۔ یہ کمالات اصل میں اولو العزم پیغمبروں علیھم السلام کے ساتھ مخصوص ہیں یا ان لوگوں کے ساتھ جن کو تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمائیں (ملخصًا)

(۶) متابعت کا چھٹا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کا اتباع ہے جو آنحضرت ﷺ کے مقامِ محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس طرح پانچویں درجہ میں کمالات کا فیضان محض فضل و احسان پر تھا۔ اس چھٹے درجہ میں ان کمالات کا فیضان محض محبت پر موقوف ہے۔ متابعت کا یہ درجہ بھی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ پہلے درجہ کے سوا متابعت کے یہ پانچ درجات مقاماتِ عروج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں انکا حاصل ہونا صعود پر وابستہ ہے۔ (ملخصًا)

(۷) متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول و ھبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے کیونکہ اس مقامِ نزول میں تصدیق قلبی بھی ہے اور تمکین قلبی بھی ہے۔ اور نفس کا اطمینان بھی اور اجزاء قالب کا اعتدال بھی جو طغیان و سرکشی سے باز آگئے ہوتے ہیں۔ پہلے درجے گویا اس متابعت کے اجزاء ہیں اور یہ درجہ ان اجزاء کا کل ہے الخ ... پس کامل تابعدار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ شخص ہے جو متابعت کے ان ساتوں درجوں سے آراستہ ہو، اور وہ شخص جس میں متابعت کے بعض درجے ہیں اور بعض نہیں ہیں تو وہ درجات کے اختلاف کے بموجب فی الجملۃ طور پر تابع ہے۔

علمائے ظاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پہلے درجہ پر ہی خوش ہیں کاش یہ لوگ درجۂ اول کو ہی سرانجام کر لیں۔ انہوں نے متابعت کو صورتِ شریعت پر موقوف کر رکھا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور امر خیال نہیں کرتے۔ اور طریقہ صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو جو درجاتِ متابعت کے حاصل ہونے کا واسطہ ہے۔ بیکار تصور کرتے ہیں۔ ان میں سے اکثر علماء ہدایہ اور بزدوی کے سوا کسی اور امر کو اپنا پیر و مقتداء نہیں جانتے۔ (ملخصًا)[1]

مکتوب نمبر ۲۶۸ ج ۱ : اس بیان میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت کا علم کون سا ہے اور ان علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو حدیث "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" (رواہ الشیخ الاکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی الفتوحات) میں واقع ہوئے ہیں، کون سے ہیں؟ اور اس بیان میں کہ علم اسرار جو انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت سے باقی رہا ہے۔ وہ علم توحید وجودی اور

[1] (مکتوبات شریفہ جلد دوم دفترِ دوم مکتوب ۵۴)

احاطہ و سریان اور قرب و معیت کے ان اسرار کے ماسوا ہے جن کے ساتھ اولیائے امت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (قبل از مقامِ رسوخ) نے تکلم کیا ہے اور ان کے مناسب امور کے بیان میں خانخانان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف صادر ہوا ہے۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی: اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔ ان حدود کے فقراء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے احوال و اوضاع شکر کے لائق ہیں۔ **و المسئول من اللہ سبحانہ سلامتکم و عافیتکم و ثباتکم و استقامتکم** ۔ چونکہ علمِ وراثت کی بحث درمیان میں آگئی ہے اس لئے چند کلمے اس کی نسبت بمقتضائے وقت لکھے جاتے ہیں۔

احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ **"العلماء ورثۃ الانبیآء"** یعنی علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ وہ علم جو انبیاء کرام علیہم السلام سے باقی رہا ہے، دو قسم کا ہے۔ ایک علم الاحکام اور دوسرا علم الاسرار اور عالمِ وارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ ہے جس کو ان دونوں علوم سے حصہ حاصل ہو، نہ کہ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہو اور دوسرا علم اس کے نصیب میں نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے کیونکہ وارث کو مورث کے سب ترکہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔ نہ کہ بعض کو چھوڑ کر بعض سے اور وہ شخص جس کو بعض معین سے حصہ ملتا ہے وہ غرماء یعنی قرض خواہوں میں داخل ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے اور ایسے ہی آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: **"علماء امتی کانبیآء بنی اسرائیل"** (رواہ الشیخ الاکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی الفتوحات) یعنی میری امت کے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی طرح ہیں۔ ان علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے مراد علماء وارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں نہ کہ غرمآء کہ جنہوں نے بعض ترکہ سے حصہ لیا ہو کیونکہ وراث کو قرب اور جنسیت کے لحاظ سے مورث کی مانند کہہ سکتے ہیں۔ برخلاف غریم کہ اس علاقہ سے خالی ہے۔ پس جو شخص وارث نہ ہو وہ عالم بھی نہ ہو گا مگر یہ کہ اس کے علم ایک نوع کے ساتھ مقید کریں اور مثال کے طور پر یہ کہیں کہ علم احکام کا عالم ہے۔ اور عالمِ مطلق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ ہے جو وارث ہو اور اس کو دونوں قسم کے علوم سے پورا حصہ حاصل ہو... الخ۔[1]

عبارت مظہری: قال القاضی ثناء اللہ الفنی الفتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی تفسیرہ (المظھری ص ۱۱۰، ج ۱) ذیل قولہ تعالیٰ "وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (البقرۃ ۱۰۲)"... فان قیل الیس قد قال اللہ تعالیٰ (وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ) علی التاکید القسمی فما معنی قولہ تعالیٰ (لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ) قیل معناہ انہم لما لم یعملوا بما علموا فکانہم ما علموا و قیل المثبت العقل الغریزی و العلم الاجمالی بقبح الفعل و ترتب العقاب و المنفی العلم بحقیقۃ ما یلحقہ من العذاب و المختار عندی ان العلم علمان (۱) علم یتعلق بظاھر القلب و ذا لا یستتبع العمل و منہ علم الیہود (یعرفونہ کما یعرفون ابنائہم) لا یجدیہم معرفتہم

---

[1] (مکتوب ۲۶۸ ج ۱)

شیأ (مثلھم کمثل الحماء یحمل اسفارا) (۲) علم وھبی یتخلص الی صمیم القلب بعد انجلآئہ والی النفس بعد اطمینانہ وھو المعنی فی قولہ تعالیٰ (انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ... الآیۃ) وقولہ علیہ السلام "العلماء ورثہ الانبیآئ علیہم السلام یحبھم اھل السماء ویستغفرلھم الحیتان فی البحر اذا ماتوا الی یوم القیامۃ" (رواہ ابن النجار عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (واشار الی کلا العلمین افضل الانبیاء علیہ الصلوۃ والثناء (خیر الخیار خیار العلماء وشر الشرار شرار العلماء) رواہ الدارمی من حدیث الاحوص بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الحسن البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال "العلم علمان: فعلم فی القلب فذالک العلم النافع وعلم علی اللسان فذالک حجۃ اللہ علی ابن آدم" رواہ الدارمی، ... الخ۔[1]

ترجمہ: حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر مظہری ص ۱۱۰، ج ۱ پر اس آیت کریمہ: "وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (البقرۃ ۱۰۲)" کے تحت فرماتے ہیں کہ (پس اگر یہ کہا جائے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے "وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ" فرما کر تاکید قسمی "یعنی لام قسم اور تاکید دخول قد بر ماضی دونوں" کے ساتھ ان کے علم کا اثبات نہیں فرمایا؟ تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول "لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (البقرۃ ۱۰۲)" کا کیا مطلب ہے؟ پس جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ س کا یہ معنی ہے کہ جب انہوں نے اپنے علم پر عمل نہیں کیا تو وہ ایسے ہیں جیسے کہ جانتے نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مثبت (یعنی جس علم کا اثبات کیا گیا ہے) وہ عقل غریزی (طبعی) اور فعل کی برائی اور اس پر مرتب ہونے والے عقاب (سزا) کا علم (اجمالی) ہے۔ اور منفی (جس علم کی نفی کی گئی ہے) وہ علم ہے جو عذاب کی حقیقت سے ملحق ہے۔ اور (حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ) میرے نزدیک مختار بات یہ ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وہ علم جو ظاہر سے تعلق رکھتا ہے اور اس سے عمل نہیں پھوٹتا (یعنی علم ظاہر بلا عمل) اور اس قسم سے علم یہود ہے۔ "یعرفونہ کما یعرفون ابنائھم" یعنی وہ انہیں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس طرح جانتے تھے جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں) مگر اس معرفت نے انہیں کچھ نفع نہ پہنچایا۔ اور دوسرا علم وہ ہے جو دل کی صفائی اور اطمینانِ نفس کے بعد دل و نفس میں جاگزیں ہو جاتا ہے اور یہی مراد و مقصود ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ "اللہ کے بندوں میں اللہ سے ڈرنے والے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی ہیں" اور نبی کریم علیہ السلام کے قول کا کہ "علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور انہی سے آسمان والے محبت کرتے ہیں اور جب وہ اس دنیا سے وصال کر جاتے ہیں تو دریاؤں اور سمندروں کی مچھلیاں ان کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہیں قیامت تک) اسے ابن نجار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور

---

[1] (تفسیر مظھری، ص ۱۱۰، ج ۱)

افضل الانبیاء ﷺ نے بھی اپنے اس قول سے ان دو علوم کی طرف اشارہ فرمایا ہے: "اچھوں میں اچھے بہتر علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور بروں میں برے شریر علماء ہیں"۔ اس حدیث کو دارمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احوص بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ علم کی دو قسمیں ہیں:

"ایک علم القلب اور یہی علمِ نافع ہے اور دوسرا علم اللسان اور یہ علم بنی آدم پر اللہ کی حجت ہے"۔

اس کو دارمی نے روایت کیا ہے۔ اس موضوع پر مکمل تفصیل سلطان الاولیائ، مجدد عصر حاضر، قطب الارشاد حضرت مرشدنا خواجہ سیف الرحمٰن مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب مستطاب (ھدایۃ السالکین) اور فقیر امین اللہ سیفی غفر لہ کی کتاب "احقاق المعالی ج ۱" میں نکتہ نمبر ۵ کے تحت درج ہے۔ نیز فرضیت علم باللہ (علمِ باطنی) اور اشرفیت علم باللہ بر علمِ ظاہر کے دلائل بھی درج کئے گئے ہیں اور کامل وارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے دونوں علوم کی شرط ہونے پر مدلل بحث کی گئی ہے۔ جس میں سے یہ بات بھی ہے کہ علمِ ظاہر قرآۃ کتب اور سماع و صحبتِ اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور دیگر مختلف ذرائع سے حاصل ہوتا ہے اور علم باطن صحبت و بیعت مع الاولیاء الکبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے اور فضل و کرم ایزدی جل جلالہ سے حاصل ہوتا ہے۔ (فلیراجع الیھما)

(۲) نکتہ ثانیہ : یہ ہے کہ شریعت و طریقت میں کوئی مغایرت نہیں ہے یعنی یہ ایک دوسرے سے جدا اور الگ نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ بعض لوگ (جیسے فرقہ باطنیہ) کا نظریہ ہے کہ شریعت علیحدہ اور طریقت کوئی اور چیز ہے جس کی وجہ سے وہ لوگ علوم شریعت حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کو کسی خاطر میں نہیں لاتے بلکہ اس سے استہزاء و انکار کرتے ہیں اور اپنی من مانی طریقت گڑھ کر شرعی احکام پر طعن و طنز کرتے ہیں اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حقیقی صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عام مسلمانوں بلکہ عام علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت کہیں زیادت شریعت پر خلوصِ نیت اور صدقِ دل سے عمل کرتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ ان کی صحبت میں آنے والا بھی شریعت اور اس کے احکام کو محبوب رکھتا ہے اور حتی المقدور اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ اور ولایت حقیقی اتباعِ شریعت و اتباعِ سنت اور کامل مکمل مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طریقت کی مبارک صحبتوں اور ان کی توجہات عالیہ کی تاثیر سے بفضل الٰہی مل جاتی ہے۔ اس موضوع پر مختلف علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مستقل کتابیں مختلف ناموں سے لکھی ہیں، جیسے شریعت اور طریقت وغیرہ۔

(۳) نکتہ ثالثہ: یہ ہے کہ پہلے واضح ہو گیا کہ امی شخص ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن سکتا ہے لیکن آیا وہ پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو اس میں صحیح بات یہ ہے کہ امی شخص پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن سکتا ہے اور بعض کتابوں میں مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے، علم العقائد فقہ اور تفسیر و حدیث کا عالم ہونے کی جو شرط لگائی گئی ہے (مثلاً بریقہ نور ظلم اور القول الجمیل وغیرھا میں) تو اس سے مراد بقدرِ ضرورت عقائد حقہ اور احکامِ ضروریہ شرعیہ کے علم کا حصول ہے جو کہ فرضِ عین علوم میں آتا ہے۔ تفصیلی طور پر مذکورہ فنون یا دیگر مروجہ فنون و درس نظامی کا پڑھنا مراد نہیں ہے۔ اور نہ ہی فنون مروجہ کی سلف صالحین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانہ اور خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں تدوین ہوئی تھی تو اس کا پڑھنا ولایت وارشاد کے لئے کیوں کر شرط ہو سکتا ہے؟ نیز متعدد بار یہ بھی واضح ہوا کہ علوم ظاہریہ کی تحصیل بھی درسِ نظامی کی مروجہ کتب پڑھنے پر منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ دیگر ذرائع مثلاً علمائے راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال سننے اور مشائخ کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت کے التزام سے بھی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ روح المعانی کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے:۔ حدیث مبارکہ میں ہے: "اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم" یعنی میرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔ "فالاقتداء بھم انما یثبت کونھم مرشدین" "فافھم"۔ یعنی ان کی اقتداء کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ سب مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مروجہ و مدونہ فنون نہیں پڑھے تھے۔ اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے بھی تھے جو ایک مرتبہ یا چند مرتبہ صحبتِ نبوی ﷺ سے مشرف ہوئے تھے مگر پھر بھی امت کے لئے مرشد اور رہنما ہوئے اور باقی امت کے اکابر علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم و اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے افضل ہوئے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ علم (ظاہری شرعی بھی) انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث ہے اور ہر مسلمان (مکلف) مرد و عورت پر (بقدرِ ضرورت) فرض ہے مگر ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے تمام علوم و فنون و مروجہ درسِ نظامی کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرضِ عین نہیں ہے۔

(۴) نکتہ رابعہ: (۱) مردوں کی بیعت کا ذکر قرآن پاک کی سورۃ فتح میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (الفتح ۴۸)

ترجمہ: وہ لوگ جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر رہے ہیں بے شک وہ اللہ کی بیعت کر رہے ہیں اللہ کا ید بلا کیف (اور معونت وفیض ونور ونعمت وخیر) ان کے ہاتھوں پر ہے۔ جس نے عہد (بیعت) توڑا تو اس عہد (بیعت) توڑنے کا وبال بھی اسی پر ہوگا اور جو اس بات کو پورا کرے گا جس پر خدا سے عہد کیا تو عنقریب خدا اسے بڑا اجر دے گا۔

اس قولِ خداوندی پر بار بار نظر ڈالیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بیعت کے لئے نہ سارے علوم کو لازم کیا اور نہ ہی درسِ نظامی کو شرط قرار دیا اور اس بیعت پر جو خیرات وبرکات اور انوار وفیوض اور درجاتِ قرب وولایت مرتب ہوتے ہیں اس کو "یداللہ فوق ایدیھم" اور "فسیؤتیہ اللہ اجرا عظیما" میں اشارہ فرمایا ہے اور مظہری کے قول کے مطابق جنت مقام رضا اور رؤیۃ اللہ فی الجنۃ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ لہذا ہمیں یہ بھی جائز نہیں کہ اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بیعتِ اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اس پر مرتب ہونے والے مرتبۂ ولایت وارشاد کے لئے درسِ نظامی پڑھنے کو شرط قرار دیں اور اپنی رائے سے قرآن پاک کی آیت میں زیادتی کریں۔

(۲) اسی طرح آیت کریمہ :لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (الفتح ۱۸) اس میں بھی بیعت اور اس پر مرتب ہونے والے ثمرات (ولایت وارشاد) کے لئے تمام فنون ومروجہ درسِ نظامی کو شرط نہیں قرار دیا (فافہم) رہا بیعت کی اقسام مثلا (بیعت بالجہاد، بالتقوی، بالاستقامۃ، بالخلافۃ والامارۃ یا بیعت بالایمان اَو بالجہاد او بالاکتساب المعارف الباطنیۃ ومراتب الولایت) کا مسئلہ تو ہر ایک کی دلیل اور اس کے حکم کی تفصیل الگ موقع چاہتا ہے۔ اور اس کی پوری تفصیل تصوف کے مطولات میں موجود ہے۔

(۳) عورتوں کی بیعت کا ذکر سورۃ ممتحنہ پ۲۸، ع۸ میں ہے:

قال اللہ تعالیٰ: يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (الممتحنۃ ۱۲)

ترجمہ: اے نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب مسلمان عورتیں رضی اللہ تعالیٰ عنہن آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آئیں تا کہ بیعت کریں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ان باتوں پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ بچوں کو قتل کریں گی اور نہ لاویں گی بہتان کہ باندھ لیویں اس کو درمیان ہاتھ اپنے کے اور پاؤں اپنے کے اور نہ نافرمانی کریں گی تیری بیچ کسی حکم شرعی کے۔ پس آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم انہیں بیعت کر لیا کریں اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کریں تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان آیات مبارکہ سے نفسِ بیعت اور طریقۂ بیعت دونوں ثابت ہوئے کہ مردوں کی بیعت ہاتھ میں ہاتھ دینے سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ "ید" کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ اور عورتوں کی بیعت زبانی ہوگی۔ ہاتھ میں ہاتھ دینا نہیں ہے۔ اسی طرح عورتوں کی بیعت کی شرائط پر سیدنا امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مفصل مکتوب ج ۲ دفتر ۲ مکتوب نمبر ۴۱ لکھا ہے۔ تفصیل وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ مولوی عبدالحئی لکھنوی نے حاشیہ موطا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں **نفی مس ید الامرأۃ الاجنبیۃ** کو بصورت عدم حجاب (کپڑا، رومال وغیرہ) اور **رخصت و اثبات فی صورۃ الحجاب** کو احادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے اور القول الجمیل میں بھی کچھ شرائط و ضوابط بیان ہوئے ہیں اور بعض مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے **بیعت مع النساء الاجنبیات بالعصا أو بالعمامۃ** ثابت ہے لیکن بغیر حجاب مس ید سے **بیعت مع النساء الاجنبیات** ثابت نہیں۔ **(والتفصیل فی کتب التصوف)**

مندرجہ بالا آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے **"اذا جآئک"** فرما کر بیعت کے لئے درس نظامی وغیرہ فنون و علوم پڑھنے کی شرط نہیں لگائی۔ چونکہ کتاب اللہ کی تقیید اس کا نسخ ہے اور اس کا نسخ خبر واحد سے جائز نہیں تو ہمارے قیاس سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ لہٰذا ہمیں قرآن و سنت، آئمہ مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور ہر فن کے اپنے محققین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و اہل اجتہاد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقلید کرنی چاہیئے اور اپنی رائے کو دین و مذہب اور اکابر دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تابع کر کے ایک سچا مسلمان بننا ضروری ہے۔

(۴) اسی طرح حدیث نبوی ﷺ ہے:

عن جریر بن عبد اللہ الجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بایعت: رسول اللہ ﷺ علی اقامۃ الصلوۃ و ایتآء الزکاۃ و النصح لکل مسلم۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ سے نماز قائم کرنے پر زکوٰۃ دینے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی مندرجہ بالا حدیث میں کیا۔[1]

حضور اکرم ﷺ نے حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے سارے علوم حاصل کرنے کا حکم دیا اور کیا جب انہوں نے مروجہ سارے علوم حاصل کر لئے تو پھر اس کے بعد آپ علیہ السلام سے بیعت لی؟ ہرگز ہرگز نہیں؟ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت اسلام لا چکے تھے اس لئے یہ بیعت اسلام کی نہیں تھی بلکہ یہ وہی بیعت تھی جو طریقت میں مروج ہے جس میں احکام ظاہری و باطنی کے التزام کا معاہدہ کیا جاتا ہے۔ جو صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا معمول ہے۔

---

[1] (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱)

(۵) دوسری حدیث شریف میں ہے کہ:

عن عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا عند النبی ﷺ سبعة او ثمانیة او تسعة فقال الا تبایعون رسول اللہ ﷺ فبسطنا ایدینا فقلنا یارسول اللہ ﷺ انما قد بایعناک فعلیٰ ما نبایعک قال ان تعبدوا اللہ و لا تشرکوا بہ شیئا و تصلو الصلوۃ الخمس و تسمعوا و تطیعوا و استر کلمة خفیة قال و لا تسئلوا الناس شیئا فلقد رأیت بعض اولئک النفر یسقط سوطہ فلا یسئل احدا یناولہ۔

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے (ہم سات، آٹھ یا نو آدمی تھے)۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ تم رسول اکرم ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ ہم نے تو آپ علیہ السلام سے بیعت کی ہے پھر کس چیز پر آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت کریں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ان امور پر کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور پانچ وقت کی نمازیں پڑھو اور احکام سنو اور مانو اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگو۔[1]

راوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان میں سے بعض حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ حالت دیکھی کہ اتفاقاً چابک بھی گر پڑا تو وہ بھی کسی سے نہیں مانگا کہ اٹھا کر انھیں دیدے بلکہ خود اٹھایا۔ اس حدیث مذکورہ میں بھی کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ بیعت طریقت کیلئے پہلے علوم مروجہ پڑھے جائیں پھر بیعت کی جائے نیز حدیث مذکور میں بیعت ایمان و جہاد کے بعد بیعتِ بالتقویٰ والانقیاد والاستغناء ہے جو کہ بعینہ بیعت سلوک ہے۔

(۶) تیسری حدیث ہے:

"عن مجاشع بن مسعود السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اتیت النبی علیہ السلام ابایعہ علی الھجرة فقال ان الھجرة قد مضت لأھلھا و لکن علی الاسلام و الجھاد و الخیر۔

ترجمہ: مجاشع بن مسعود سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تا کہ ہجرت پر بیعت کروں تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ہجرت، اہل ہجرت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیلئے ہو چکی یعنی اب ہجرت فرض نہیں رہی البتہ اسلام، جہاد اور بھلائی پر بیعت ہو سکتی ہے۔[2]

اس حدیث شریف میں لفظ "خیر" آیا ہے جو کہ جامع ہے جس میں تمام نیکیوں پر بیعت لینے کا ذکر ہے اور اس سے بیعت سلوک و تصوف کا صریح اثبات ہوتا ہے۔ کیونکہ حقیقی عارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے کمالاتِ باطنیہ و مراتب قرب الٰہی و

---

[1] (ابن ماجہ ص ۲۰۶)
[2] (مسلم ج ۲ ص ۱۳۰)

درجات ولایت اور تصفیہ و تزکیہ قلب و نفس و قالب اور انوار و تجلیات و فیوضات اور حصول تقویٰ کاملہ ظاہری و باطنی اور توفیق علم و عمل و اخلاص اور معرفت الٰہی حاصل کرنے کی بیعت کی جاتی ہے جو کہ تمام کے تمام امور خیر اور فرائض مہمہ ہیں۔

(۷) چوتھی حدیث ہے کہ:

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا اذا بایعنا رسول اللہ ﷺ علی السمع و الطاعۃ یقول لنا فی استطعتم۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ سے احکام سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرتے تھے تو آپ ﷺ فرماتے جس پر تمہیں استطاعت ہو سکے۔[1]

یہ بھی تسلیمی اور انقیاد فی امور الخیر وفق الاستطاعۃ پر بیعت کی دلیل ہے جو بعینہ بیعت سلوک ہے۔

(۸) پانچویں حدیث ہے:

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال خرج النبی ﷺ فی غداۃ باردۃ و المھاجرون رضی اللہ تعالیٰ عنھم و الانصار رضی اللہ تعالیٰ عنھم یحفرون الخندق فقال اللھم ان الخیر خیر الآخرۃ: فاغفر للانصار رضی اللہ تعالیٰ عنھم و المھاجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم فاجابوا: نحن الذین بایعوا محمداً ﷺ علی الجھاد ما یقینا ابداً۔ و فی روایۃ: (اللھم لاعیش الا عیش الآخرۃ فاغفر للانصار و المھاجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ٹھنڈی صبح کو نکلے جبکہ مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم خندق کھود رہے تھے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے اللہ بہتر خیر تو آخرت والی ہے لہٰذا مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معاف فرمادے تو انہوں نے جواباً کہا کہ ہم تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے۔[2]

اس روایت سے بیعت کے اثبات کے علاوہ اس کے خیرات و برکات بھی ثابت ہوتے ہیں۔

(۹) چھٹی روایت ہے:

عن یزید بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قلت لسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی أی شیء بایعتم النبی ﷺ یوم الحدیبیۃ قال علی الموت۔

ترجمہ: یزید بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ تم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حدیبیہ کے دن کس چیز پر بیعت کی تھی تو فرمایا موت پر۔[3]

---

[1] (مسلم ج ۲ ص ۱۳۱)
[2] (بخاری ج ۲ کتاب الاحکام ص ۱۰۶ و کذا کتاب المغازی)
[3] (فتح الباری ج ۳، ص ۱۶۷)

یعنی جب تک موت نہیں آئے گی اس وقت تک جہاد، اطاعت، تقویٰ اور امور خیر میں آپ اکا ساتھ دیتے رہیں گے۔ ان تمام احادیث سے ایک طرف بیعتِ سلوک کا اثبات ہوا تو دوسری طرف یہ ثابت ہوا کہ بیعت کے لئے، ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے یا پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے مروجہ درسِ نظامی اور مدونہ فنون کا پڑھنا شرط نہیں اور علوم شرعیہ ضروریہ کا حصول درسِ نظامی کی طرح صحبت و بیعت اکابر اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے بھی ہو سکتا ہے۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں کہ: ''اول مجاہدۂ نفس ضروری ہے اور جب اس میں ریاضت کرے گا تو معرفتِ روح خود بخود حاصل ہوتی جائے گی اور یہ معرفت حقیقی اس ھدایت میں سے ہے جن کے بارے میں پروردگارِ عالم نے فرمایا ہے: ''وَ الَّذِینَ جاھَدُو افِینا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنا''... الآیۃ، یعنی اور جن لوگوں ہمارے راستے میں جہاد (مجاہدہ) کیا ہم انہیں ضروری اپنے راستے دکھائیں گے۔ اور جس نے معرفت، ریاضت کی منازل کو طے نہ کیا ہو۔ اس کو روح کے حقائق پر دلائل سوچنے یا بیان کرنے کی اجازت نہیں'' اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں ہدایت کے لئے مجاہدہ کو سبب بنایا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت پہلے عطا فرمائی ہے اور علمِ کامل بعد میں عطا فرمایا خصوصا رسول اللہ ﷺ کو جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: ''حتی جاء الحق وھو فی غار حراء فجائہ الملک فقال اقراء فقلت ما انا بقاری ... الحدیث'' اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ بیعت کے لئے یا ولایت وارشاد کے لئے پہلے ہر شعبے کا علم حاصل کرنا اور مروجہ فنون کا حاصل کرنا شرط و لازم نہیں ہے۔ اور پھر بعد میں اللہ تعالیٰ اس کو علوم شرعیہ ضروریہ سے نوازتا ہے جس واسطہ سے بھی ہو۔

(۵) نکتہ خامسہ: یہ ہے کہ فقہاء احناف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فقہاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے چھ طبقات بیان کئے ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی کون بن سکتا ہے اور کس کا فتوی قابل قبول ہو گا؟ حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجموعہ رسائل ص ۱۱ ج اول میں ذکر کیا ہے کہ فقہاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے چھ طبقات ہیں۔

(۱) مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم فی الشرع مثلا آئمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(۲) مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم فی المذھب مثلاً (امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(۳) مجتہدین فی المسائل مثلاً امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، قاض خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علامہ طاہر بن عبد الرشید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۴) اصحاب التخریج، مثلا امام ابو بکر رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۵) اصحاب الترجیح مثلا صاحب ھدایہ و صاحب قدوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہا۔

(٦) اصحاب التمیز، مثلاً صاحب الکنز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، صاحب المختار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، صاحب الوقایۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، صاحب المجمع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، وغیر ھم۔

ان کے علاوہ ساتواں درجہ (مقلدین، محض علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کا ہے۔ لہٰذا مفتی ان مذکورہ چھ طبقوں میں سے ہوگا۔ اگر ساتویں درجہ (مقلدین محض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) میں سے کوئی عالم فتویٰ دینا چاہے تو اسے ان مذکورہ چھ طبقات میں سے کسی کا قول نقل کرنا لازم ہوگا۔ ورنہ اس کا فتویٰ یا قول مردود ہوگا۔ اور جو ان کی تقلید (بدون نقل از فقہاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم و مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے کریں تو "فالویل لمن قلدھم کل الویل" آہ۔۔۔ اس کے لئے پوری ہلاکت ہے۔ کیونکہ اس برائے نام مفتی میں استنباط و اجتہاد کی اہلیت و شرائط نہیں پائی جاتیں تو بجائے ھدایت کے ضلالت و گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ تو اس پر لازم ہے کہ مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حوالہ سے بات کریں۔[1]

یہ بات اس لئے بیان کی گئی ہے کہ فنون کی تین اقسام ہیں:

(ا) علم العقائد (۲) علم الفقہ (۳) علم التصوف (الاخلاق)

اور انبیاء کرام علیہم السلام نے لوگوں کو جن امور کی طرف دعوت دی ہے ان میں زیادہ مہتم بالشان ہی تین امور و فنون ہیں یعنی (اصلاح العقائد و الاعمال و الاخلاق) (کما فی التفہیمات الالٰھیۃ ج ا و مقدمۃ شرح العقیدۃ الطحاوی بالاردیۃ) پس علم العقائد میں ان علمائے اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی بات یا فتوی قابلِ قبول ہوگا جو اس علم و فن کے مجتہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہوں گے۔ مثلاً سیدنا امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سیدنا امام ربانی مجدد الفِ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور علم الفقہ میں اس علم کے مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم مثلاً آئمہ اربعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور مذکورہ چھ طبقات کے فقہاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول اور فتویٰ حجت ہوگا۔۔ اسی طرح علم التصوف (الاخلاق) میں ان علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے قول و فعل و فتویٰ کا اعتبار ہوگا جو اس فن کے مجتہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و مسلمہ آئمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں مثلاً حضرت سیدنا شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، وغیر ھم، لہٰذا اگر کوئی عالم یہ بات کہتا ہے کہ امی شخص ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہیں بن سکتا) اور وہ اپنے اس فتویٰ پر کسی مسلم مجتہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی التصوف کا قول بطورِ دلیل پیش نہ کرے اور نہ وہ خود مجتہد ہے تو ایسے شخص کا فتویٰ مردود اور ناقابل قبول ہوگا۔ کیونکہ

---

[1] (راجع مجموعۃ الرسائل ص ۱۱ ج اول، فتاوی ردالمحتار، للشامی ص ۵۲، ۵۳، ج ا، ایضا، ص ۴۷، ج ا مطبوعہ احیاء التراث العربی، بیروت)

"لکل فن رجال" یعنی ہر فن کے لئے اپنے مجتہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و محقق ہوتے ہیں۔ (فافہم) اور فن تصوف کے آئمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم و محققین کے حوالہ جات سے امی کی ولایت و ارشاد پر دلائل پیش ہوئے اور بعض آئمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی شرطِ علم کے محامل صحیحہ بیان ہوئے ہیں کہ علمِ شرعی ضروری خواہ قرأۃ کتب سے ہو یا صحبت اولیائے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے ہو یا بفضلِ الٰہی الہام و کشفِ راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے ہو۔ کما مر تفصیلا۔

(۶) نکتہ سادسہ: یہ نکتہ کامل مکمل حقیقی مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرائط میں ہے کہ حقیقی کامل مکمل مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جامع علومِ ظاہرہ اور باطنہ ہوتا ہے۔ اس کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) صحتِ عقیدہ: یعنی شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ ہوگا جس کا عقیدہ حقیقی اہل سنت والجماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے عین مطابق ہوگا کسی بھی گمراہ فرقے کا شخص نہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن سکتا ہے اور نہ ہی شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن سکتا ہے۔ (والتفصیل فی الکتب المعتبرۃ، والمکتوباتِ المجددیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(۲) عملِ صالح: صحتِ عقیدہ کے ساتھ ساتھ اعمالِ صالحہ سے بھی مزین ہوگا یعنی حتی المقدور فرائض و واجبات و سنن موکدہ پر عمل کرنا اور حرام و مکروہات تحریمہ سے اجتناب کرنا اس کا شیوا ہوگا۔ اور سنن زائدہ و مستحبات اور اولیٰ و عزیمت پر بھی عمل کرتا ہو یعنی حتی المقدور۔

(۳) نور و فیض: کسی کامل مکمل شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا صحبت یافتہ ہو اور اس شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے باطنی انوار و تجلیات، حرارت و فیض اور حیاتِ لطائف حاصل کرچکا ہو اور واصل الی اللہ ہو اور اس کا فیض متعدی ہو چکا ہو یعنی دوسروں کو فیض پہنچا سکتا ہو یعنی اس کی صحبت میں تاثیر ہو۔

(۴) سند کا اتصال: یعنی اس کا سلسلہ بغیر انقطاع کے نبی کریم ﷺ تک متصل ہو۔

(۵) اجازت یافتہ: شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت یافتہ ہو اور اس سے سندِ اجازت حاصل کی ہو۔

(۶) علمِ ظاہر ضروری: علم ظاہر بھی حاصل ہو چاہے وہ کتب پڑھنے سے ہو یا علماء راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور اولیاء کاملین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال سننے یا ان کے افعال کو دیکھنے سے حاصل ہو۔ جس سلسلہ کا شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہو تو اس سلسلہ کے اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال و افعال کا تابع ہو اور ان کے بیان کردہ شرائط پر چل رہا ہو۔

(۷) فقیہ العصر مفتی اعظم سندھ شہید اہلسنت، استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فتاوٰی مجددیہ نعیمیہ (جس کی تائید میں مشہور و معروف علمائے اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم مثلا قائدِ اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، رئیس القلم پروفیسر ڈاکٹر علامہ محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی، مفتی اہلسنت

حضرت علامہ سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم، حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت علامہ ابو الفضل مفتی محمد عبد الرحمٰن ٹھٹھوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے تاثرات قلمبند کئے ہیں) میں پیرِ کامل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرائط کے بارے میں ایک استفتاء کے جواب میں لکھا ہے:

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جواباً عرض یہ ہے کہ کامل بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ارشاد ہے کہ جس پیر میں جب تک چار باتیں نہ ہوں۔ اس وقت تک ایسے شخص کا مرید ہونا حرام ہے۔

(۱) پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کم از کم اتنا علمِ دین ہو کہ حلال اور حرام، جائز اور ناجائز میں تمیز کر سکے۔ (یعنی تمام علوم مروجہ و درسِ نظامی کا حصول شرط نہیں نیز علم دین ضروری بھی درسِ نظامی یا علوم مروجہ پر موقوف نہیں بلکہ صحبتِ علماء راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے التزام اور ان کے اقوال سننے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ (کما مر تفصیلا)

(۲) کہ شریعت پر عمل کرتا ہو اس کے کسی عمل پر شریعت کا اعتراض نہ ہو۔

(۳) کہ صحیح العقیدہ، اہل سنت و جماعت کا ہو۔ وہابی جماعت اور گستاخ دیوبندی نہ ہو۔

(۴) کہ اس کا سلسلہ طریقت حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک متصل ہو اور کسی کامل مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے مرید کرنے کی اجازت و خلافت ملی ہو۔[1]

(۵) اس کی صحبت میں تاثیر اور نور و فیض مخلصین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو حاصل ہوتا ہو۔ ملخصًا

مکتوباتِ امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موافق دیگر شرائط بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۸) فنا و بقا اور عروج و نزول کی دولت سے مشرف ہو۔[2]

(۹) جذبہ اور سلوک کی دولت سے مالا مال ہو لیکن اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو تو کبریتِ احمر ہے **"کلامہ دواء و نظرہ شفآء"** احیاء دلھائے مردہ بتوجہ شریف او منوط است) یعنی ایسا شخص جس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو تو وہ کبریتِ احمر ہے اس کا کلام دوا ہے اور اس کی نظر شفاء ہے اس کی توجہ شریف پر مردہ دلوں کی حیات منحصر ہے۔[3]

---

[1] (فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ ص ۳۶۵ ج ۱)

[2] (مکتوب نمبر ۲۹۲ ج ۱)

[3] (مکتوب ۲۹۲ ج ۱)

(۱۰) سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ باللہ، اور سیر فی الاشیآء، کو مکمل طور پر قطع کیا ہو یا بالفاظِ دیگر اس کا قلب سالم، نفس مطمئن اور عناصر معتدل ہو یا بالفاظ دیگر ولایت صغریٰ (فیض صفات فعلیہ) ولایتِ کبری (فیض صفاتِ حقیقیہ) ولایت علیا (فیض اسم الباطن اور اسماء و شیونات) کمالاتِ ثلاثۃ (کمالات نبوت، کمالات رسالت، کمالات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اولوا العزم یعنی تجلیاتِ ذاتیہ و اعتبارات) حقائق سبعہ (حقیقۃ کعبہ ُربانی سے لیکر حقیقت معبودیت صرفہ تک اور حقیقتِ ابراہیمی علیہ السلام سے لیکر حقیقتِ محمدی ﷺ اور حقیقت احمدی ﷺ تک) اور حب صرف اور لاتعین تک کے درجات و مراتب سے مشرف ہو۔ اگر ان مقامات میں سے بعض کے ساتھ مشرف ہو اور بعض کے ساتھ مشرف نہ ہو تو کامل مکمل من وجہ دون وجہ کہلائے گا۔ مثلاً اگر ولایاتِ ثلاثۃ کے مراتب پر فائز ہو لیکن کمالات و حقائق و مابعد مراتب پر فائز نہ ہو اور فیضِ عالم امر سے بہرہ ور ہو مگر نفس و قالب (عالم خلق) کی تزکیہ سے متصف نہ ہو تو کامل مکمل مطلق نہیں ہاں اگر فیض متعدی ہو گیا ہو تو کامل مکمل من وجہ دون وجہ آخر ہو گا یعنی خلافتِ مقیدہ یا خلافت مطلق اضافیہ کا اہل ہے نہ کہ خلافت مطلقہ حقیقیہ کا۔ وغیرھا من الشرائط۔ مزید تفصیل کے لئے مکتوبات سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حجۃ السالکین، للغوث محمد جان النقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اور ہدایۃ السالکین از افادات مجدد دوران قیوم زمان قطب الارشاد حضرت سیدنا خواجہ سیف الرحمٰن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و دامت برکاتھم وفیوضاتھم کا مطالعہ فرمائیں۔

(۷) نکتہ سابعہ: جس طرح مذاہب مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چار مذاہب میں حصر فضل الٰہی اور اجماعِ سے ثابت ہے اسی طرح سلاسل معرفتِ الٰہی کا چار سلاسل معروفہ میں حصر بھی فضل الٰہی ہے۔ اور وہ چار سلاسل یہ ہیں:

(۱) سلسلۂ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ (۲) سلسلہ عالیہ علویہ چشتیہ

(۳) سلسلہ عالیہ علویہ قادریہ (۴) سلسلہ عالیہ سہر وردیہ

ان میں سے تین سلاسل (قادریہ، چشتیہ، سہر وردیہ) کی شرائط ان سلاسل کے اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتابوں میں درج شدہ تحقیقات کی موافق (جیسا کہ سیر السلوک اور مکاتیب حضرت شاہ غلام علی دھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) کثرتِ ذکر لسانی مع حضور قلبی (۲) کثرتِ خلوت عن الناس

(۳) ترکِ دنیا و زینت و خواہش جس کو لفظ (زھد) میں اشارہ ہے)

(۴) ترکِ نکاح الی ان یصل الی مقام الکمال والتکمیل (۵) کم بولنا

(۶) کم کھانا (۷) لوگوں سے کم میل جول رکھنا

(۸) کثرتِ ریاضت (۹) کثرت اربعینات وغیرھا۔

بقیہ شرائط جاننے کے لئے مکاتیب شریفہ اور ھدایت السالکین کی طرف رجوع فرمائیں۔ اور دیگر مطولات تصوف کو رجوع فرمائیں۔

شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرائط کے ساتھ ساتھ مذکورہ سلاسل ثلاثہ کی شرائط پر عمل کرنا اس پر فتن دور میں نہایت مشکل ہے اور جب تک مذکورہ شرائط کے ساتھ ان سلاسل میں ریاضت و مجاہدہ نہ کیا جائے تو مقصودی چیز (تزکیۂ نفس، تصفیہ قلب اور معرفِ الٰہی) کا حصول امکان عادی سے خارج ہے جبکہ سلسلۂ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ میں زیادہ کام شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ کے ساتھ وابستہ ہے کہ ان کی توجہ کی برکت سے سالک بہت جلد مقاماتِ عالیہ میں ترقی و عروج حاصل کرلیتا ہے۔ (کماحققہ سیدنا الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المکتوبات الشریفۃ) جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اکرم ﷺ کی صحبتِ اقدس و توجہ شریف کی برکت سے بہت جلد مقامات عالیہ حاصل کرلئے تھے حتی کہ بعد میں آنے والے تمام اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے افضل ہو گئے۔ اسی لئے تمام اہل سنت و جماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بات پر متفق ہیں کہ " تمام قطب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ابدال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اغواث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرھا ایک ادنیٰ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آپس کے درجات کے اعتبار سے) کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابتداء ہی سے صحبت خیر البشر ﷺ کی برکت سے وہ کچھ حاصل کرلیتے تھے جو بعد کے اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو شاید انتہا میں بھی کم حاصل ہو۔ (کماحققہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو صحابی رسول ﷺ ہیں اور عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہیں) میں سے کون سا افضل ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواباً فرمایا کہ جو غبار (گرد) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں (معیتِ نبوی ﷺ میں) داخل ہوا وہ بھی حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہے۔ (یعنی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، غیر صحابی سے یقیناً افضل ہے) (**فلا تعدل بالصحبۃ شیئا**۔ ملخصاً مکتوبات شریف) یعنی صحبت کے برابر کوئی شے نہیں ہے۔ حضرت سیدنا وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحبتِ نبوی ﷺ کی برکت سے حضرتِ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر التابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہوئے۔ "**فانظر الی برکات التوجہ و الصحبۃ**" اس سلسلۂ عالیہ کے شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک توجہ سو چلوں کا کام دیتی ہے (قالہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یعنی جو ترقی عروج دیگر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سو چلوں میں شاید حاصل کر سکیں وہ ترقی و عروج حقیقی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرات شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک توجہ شریف سے حاصل

کر لیتے ہیں۔ جس طرح حنفی مذہب دیگر مذاہب سے افضل اور زیادہ اوفق بالکتاب والسنۃ اور ادق واکمل ہے اسی طرح صدیقی نقشبندی نسبت باقی نسبتوں سے کئی وجوہات کے اعتبار سے اعلیٰ، افضل، ادق، اقرب، ایسر، اکمل، ادل، اسبق، اجل، اقدم اور اشرف ہے۔ (کما حققہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی مکتوباتہ)

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند — کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

ہمہ شیران جہان بستہ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بکسلید ایں سلسلہ را

قاصرے گر کند این طائفہ را طعن قصور — حاشاللہ کہ برارم بہ زبان این گلہ را

(مکتوبات شریف)

یعنی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بزرگ حضرات عجیب سالار قافلہ ہیں جو پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم تک پہنچادیتے ہیں۔ جہاں کے تمام شیر اسی سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں۔ لومڑی اپنے رکیک حملوں سے اس سلسلے کو درہم برہم نہیں کر سکتی۔ اگر کوئی کوتاہ فہم ان کو ناقص جانے یازبانِ طعن دراز کرے تو اس کی مرضی، میں تو خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ ایسا شکوہ زبان پر لاؤں حضرت امام ربانی، واقف سر لامکانی، واقف تشابہات قرآنی، مجدد ومنور الف ثانی، الشیخ احمد الفاروقی السرھندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ عالم ربانی، مجتہد فی علم الکلام، صوفی اعظم، مجدد الف، قیوم زمان اور راسخ فی العلم اور چاروں سلاسل کی جامع شخصیت تھے اور جن کی شخصیت کو نہ صرف اہلسنت والجمات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلکہ دیگر تمام گمراہ فرقوں کے ہاں بھی مقبولیت حاصل تھی، یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں مقبولیتِ عامہ سے نوازا تھا) نے اپنے متعدد مکاتیب شریفہ میں افضلیت نقشبندیہ کی مختلف وجوہ بیان فرمائی ہیں حالانکہ وہ خود پہلے سلسلہ عالیہ قادریہ، سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں اپنے والد بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اور سلسلہ کبرویہ میں مولانا یعقوب صرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خلیفہ مجاز تھے لیکن اس کے باوجود حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دستِ مبارک پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہو کر کمالاتِ عالیہ اور معارفِ دقیقہ حاصل کئے یعنی حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چاروں سلاسل کے حقیقی فیض یافتہ تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے مکتوب نمبر ۲۹۰، ۱۵۱، ۱۳۱، ۲۰۶، ۲۰۰، ۱۱۰، ۱۹۰، ۱۶۸، ۹۰، ۵۸، ۲۱ وغیرہا (ج ا دفتر اول میں اور مکتوب نمبر ۳۵، ۴۳، ۴۲، ۲۳، ۱۸ وغیرھا (ج ۲ دفتر دوم) میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی افضلیت کی صراحت فرمائی ہے۔

ہم چند وجوہات یہاں بیان کرتے ہیں:

نسبتِ صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: اس سلسلہ عالیہ کی نسبت حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے اور باقی تینوں سلاسل کی نسبت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیثِ مبارکہ ہے:

"ماصب اللہ یشأفی صدری الا صببتہ فی صدر أبی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ"۔

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ (انوار و تجلیات وفیوضات وبرکات) میرے سینے (مبارکہ) میں اللہ نے انڈیلے ہیں وہ میں نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینۂ (مبارکہ) میں انڈیل دیئے ہیں (توجہ اور انعکاس سے)۔[1]

جس طرح ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل ہیں۔ (جیسا کہ جمیعِ اہل سنت والجماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "من لدن عھد الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی زمننا ھذا" کا متفقہ عقیدہ ہے کہ "افضل البشر بعد الانبیاء علیھم السلام بالتحقیق سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ" یعنی "انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام لوگوں سے تحقیقاً افضل ہیں" اسی طرح ان سے منسوب سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ بھی دیگر سلاسل سے اسی وجہ سے افضل ہے۔ کماحققہ سیدنا الامام الربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حضرت مفتیٔ اہل سنت مفتی محمد عبد اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاوٰی مجددیہ نعیمیہ کے ص ۳۵۹، ج ۱ پر سلسلۂ قادریہ اور سلسلۂ نقشبندیہ کی افضلیت کے بارے میں استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں کہ: "سلسلہ قادریہ کی ابتداء سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ہے اور سلسلہ نقشبندیہ کی ابتداء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ افضل ہے اس لئے کہ اس میں اتباع شریعت کی بہت تاکید ہے اور قادری سلسلہ کی انتہاء نقشبندیہ کی ابتداء ہے۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت اپنے ہم عصر اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ہے نہ کہ کل پر"۔ اسی طرح تحقیق سیدنا امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکتوبات شریفہ میں اور علامہ عبد النبی شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجموعۃ الاسرار میں بھی فرمایا ہے۔

(۲) التزامِ سنت و اجتنابِ بدعت: افضلیتِ نقشبندیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک وجہ التزامِ سنت النبوی ﷺ اور اجتنابِ بدعت ہے۔ اس سلسلہ عالیہ کے بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حتی الامکان رخصت سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور عزیمت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ان بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے احوال و مواجید کو احکامِ شرعیہ کے تابع کیا ہے۔ اور اذواق و

[1] (رواہ الامام السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی الحاوی للفتاوی)

معارف کو شرع شریف کا خادم تصور کیا ہے۔ اگر سنت کی تابعداری کی دولت انہیں حاصل ہو اور احوال و کشف وغیرہا کچھ حاصل نہ ہو تو خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر باوجود احوال (باطنی کیفیات) کے متابعتِ (شریعت) میں قصور و کمی معلوم ہو تو انہیں احوال پسند نہیں۔ حضرت خواجہ سیدنا عبد اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر تمام مواجید واحوال ہمیں دے دیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت والجماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اعتقاد سے نہ نوازیں تو سوائے خرابی کے کچھ نہیں جانتے اور اگر اعتقادِ اہل سنت والجماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمیں دے دیں اور احوال و کرامات وغیرہ کچھ نہ دیں تو پھر بھی کچھ غم نہیں۔[1]

اور بدعتِ حسنہ (جب وجوب کے درجہ میں نہ ہو اور شعارِ اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی نہ ہو) سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ اور خصوصاجب کہ وہ رافع سنت بھی ہو کیونکہ اس میں نور نہیں پاتے اور سن ۱۰۰۰ھ کے بعد بدعتِ حسنہ کی گنجائش بھی کم رہ گئی ہے کیونکہ یہ دور فتن ہے اور اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلاف بعض فتنے بھی بدعتِ حسنہ کے نام پر اٹھیں گے تو اسلئے بھی گریز کرتے ہیں۔

ریاضاتِ شاقہ (جس میں شہرت و آفت زیادہ ہوتی ہے) جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اختیار نہیں کیئے تھے، کی بجائے التزامِ سنت (خواہ موکدہ ہو یا زائدہ) کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں۔

(کما صرّح بہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المکتوبات الشریفۃ)

(۳) ابتداء کا انتہاء مندرج ہونا: اس سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی ابتداء میں دیگر سلاسل کی انتہاء (یعنی صورتِ انتہاء) مندرج ہے۔ چونکہ یہ سلسلہ بعینہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرز پر ہے اور جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک صحبتِ نبوی ﷺ میں جو کمالات حاصل ہوتے تھے وہ اولیاء امت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو انتہاء میں بھی شاید بہت کم میسر ہوں ۔ اسی طرح اس سلسلۂ عالیہ کے حضرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ابتداء میں ہی وہ کچھ پالیتے ہیں جو دیگر سلاسل کے حضرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو انتہاء میں حاصل ہوتا ہے۔ "فھی طریق اندراج النھایۃ فی البدایۃ بطریق الانعکاس والتوجہ والمحبۃ کما حققہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراراً" بشرط یہ کہ پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کامل مکمل حقیقی نقشبندی ہو کیونکہ موصل (پہنچانے والا) پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔ نہ کہ صرف سلسلہ۔ تو امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ اصول پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔

(۴) اقرب وایسر: یہ سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ تمام سلاسل کی نسبت اقرب یعنی وصول الی اللہ میں سب سے زیادہ قریب ہے کیونکہ نقشبندی اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک توجہ سو چلّوں کا کام دیتی ہے اور سالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت جلد

---

[1] (مکتوبات شریف ج ۱)

واصل الی اللہ ہو جاتا ہے۔۔ اور عمل کرنے اور اس کی شرائط پوری کرنے میں سب سے زیادہ آسان بھی ہے۔ کیونکہ اس کی بنیادی شرائط دو ہی ہیں۔(۱) صحبتِ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مع الآداب (۲) التزامِ سنتِ نبوی ﷺ۔

حضرت خواجۂ خواجگان سیدنا محمد بہاء الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ: "ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے"۔ کیونکہ اس میں جذب، سلوک پر مقدم ہے اور جذب میں اجتباء (چن لینا اور منتخب کر لینا) ہے **کما قال اللہ سبحانہ "اللہ یجتبی الیہ من یشآ ویھدی الیہ من ینیب"** اور اجتباء معبود و مقصود حقیقی کا فضل ہے۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذو الفضل العظیم۔

(۵) ذکرِ قلبی: اس سلسلۂ عالیہ کی ابتداء ذکر قلبی سے ہوتی ہے بلکہ اس میں ذکر قلبی (خفی) ہی ہوتا ہے۔ اور ذکر قلبی (خفی) ذکر لسانی سے ستّر (70) درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

کما فی الحدیث: الذکر الخفی الذی لا یسمعہ الحفظۃ سبعون ضعفا (رواہ الامام السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی الحاوی للفتاوٰی)

یعنی ذکر خفی جسے حفظ فرشتے بھی نہیں سن سکتے وہ ستر (70) درجہ فضیلت رکھتا ہے۔ ذکرِ قلبی (خفی) سے جذبِ الٰہی پیدا ہوتا ہے۔ جس سے عروج و ترقی جلدی سے ہوتی ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند — کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ راہ

اور ذکر قلبی ریآء سے بھی ابعد (دور) ہے اور حضور دائم بھی ذکر قلبی میں متصور ہے کیونکہ اس میں فتور و انقطاع نہیں ہوتا کما حققہ العلامۃ المظہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی تفسیرہ اور اس سلسلہ میں لسانی ذکر داخل کرنا بدعت فی الطریقت ہے۔[1]

مگر یہ کہ کوئی ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دیگر سلاسل کی مناسبت سے خفیۃ یا جہرا کریں تو ٹھیک ہے جب دیگر سلاسل کا بھی جامع ہو۔۔ جب ذکر قلبی (خفی) کمال تک پہنچ جاتا ہے۔

وہ ذاکر اس آیت کریمہ کا مصداق بن جاتا ہے کہ:

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ ... الخ الآیۃ کما حققہ العلامۃ الامام محمود الآلوسی البغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی تفسیرہ روح المعانی ذیل ھٰذہ الآیۃ الکریمۃ فلیراجع۔

(۶) تجلی ذاتی دائمی: اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی (فناء و بقاء کے بعد) تجلی ذاتی دائمی نصیب ہوتی ہے جبکہ دیگر بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تجلی ذاتی برقی ہوتی ہے یعنی بجلی کی طرح نمودار ہو کر پھر غائب ہو جاتی ہے اور عارضی شے پر دائمی شے کو فضیلت و فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ "قیاس کن ز گلستان من بہار مرا" یعنی "میرے گلستاں سے میری بہار کا

---

[1] (کما فی المظہری والمکتوبات الشریفۃ)

اندازہ کرلو"۔اور دیگر سلاسل کے بعض اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جو تجلی ذاتی دائمی حاصل ہوئی ہے وہ بھی نسبتِ صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطور اقتباس ہے جس طرح حضرت ابو سعید خزاز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جبہ مبارکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصولی کی وجہ سے تجلی ذاتی دائمی نصیب ہوئی تھی اور دائمی حضور اور یاداشت کے مقام سے سرفراز ہوئے تھے۔[1]

(۷)نسبتِ اصحاب النبی ﷺ: ایک وجہ فضیلتِ نقشبندیہ یہ ہے کہ یہ نسبتِ بعینہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقہ پر صحبت، محب، آداب، انقیاد، اور اتباع سنت پر مبنی ہے حضرت مجددالفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد بزرگوار خواجہ شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان نقل فرماتے ہیں کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام سلسلوں (قادریہ چشتیہ، سہروردیہ)کی نسبتوں کا خلاصہ نسبتِ نقشبندیہ ہے اور ہم بھی اب خود اسی نسبت پہ قائم ہیں"۔[2]

اور مقدمہ مکتوبات شریفہ اردو از قاضی عالم الدین نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے کہ سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقشبندی مجددی نسبت میں حضور اکرم ﷺ کے ایک روحانی فیصلہ چاروں سلاسل کا فیض مندرج ہوچکا ہے پس جو اس نسبت سے بہرہ ور ہوتا ہے اور اس کو چلاتا ہے اس کو چاروں سلاسل کا فیض اور چاروں سلاسل کے اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روحانی مدد و خوشحالی مل جاتی ہے۔(ملخصاً تفصیل وہاں درج ہے)

طریقہ عالیہ نقشبندیہ مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے موسوم ہوتا رہا۔ سب سے پہلے طریقہ صدیقیہ سے مشہور ہوا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ مبارک سے شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دور تک رہا پھر حضرت سیدنا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حضرت خواجہ عبد الخالق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک طریقہ صدیقیہ طیفوریہ سے ملقب ہوا۔ پھر حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سیدنا شاہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صدیقیہ طیفوریہ خواجگانیہ کہلانے لگا۔ پھر سیدنا شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اجتہادی کوششوں اور مخلصانہ جدوجہد کی بدولت یہ طریقہ صدیقیہ طیفوریہ خواجگانیہ نقشبندیہ سے مشہور ہوگیا۔ پھر حضرت امام ربانی، شہباز لامکانی، واقفِ متشابہاتِ قرآنی، مجددالفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اجتہادی اور تجدیدی کوششوں سے یہ طریقہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ کہلانے لگا۔[3]

اور اس زمانے میں حضرت خواجہ خواجگان، قطب ارشاد، قیوم زمان، مجدد عصر رواں جامع طرق اربعہ مجمع البحرین علامہ و خواجہ سیف الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زید مجدہ (جو متابعت نبوی علی التحیۃ والصلوۃ والثناء کے درجاتِ سبعہ سے متصف

---

[1] (کماحققہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المکتوبات الشریفۃ المجلد الاول)

[2] (زبدۃ المقامات)

[3] (کمافی تحفۃ النقشبندیۃ شرح حدیقۃ الندیہ خالدیہ)

ہیں اور کامل و حقیقی وارث النبی ﷺ ہیں) نے اپنی اجتہادی اور تجدیدی کاوشوں سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو صحیح طرز پر قائم و دائم فرمایا ہے اور فیضِ نقشبندی و مجددی کو اپنی آب و تاب کے ساتھ باکمال طریقۂ سے مشرق و مغرب اور شمال و جناب میں پھیلایا ہے۔ اس لئے اس زمانے میں یہ سلسلہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ سے مشہور ہو گیا ہے پس سیفی کوئی نیا عقیدہ ،مذہب نہیں بلکہ حضرت مرشدنا مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تجدیدی خدمات کی بناء پر سلوک و تصوف کی تبرکی نسبت ہے۔ اس کے علاوہ دیگر کئی اور وجوہات بھی ہیں جن کی وجہ سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ دیگر سلاسل سے افضل و بہتر ہے جنہیں علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے اپنے اپنے مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ (مکمل تفصیل مکتوبات شریف، تفسیر مظہری، مکاتیب شاہ غلام دھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں موجود ہے۔)

تنبیہ: ایک ضروری بات یہ ہے کہ نقشبندیہ سلسلے کی افضلیت بیان کرنے کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہو تا کہ دیگر سلاسل کی کوئی اہمیت یا فضیلت نہیں۔ ایسا ہر گز نہیں ہے بلکہ ہر ایک سلسلہ عالیہ کے اپنے فضائل و برکات ہیں اپنی شرائط کے ساتھ۔ کیونکہ یہ تمام سلاسل، دریائے نبوی ﷺ کی نہریں ہیں، جو دریائے نبوی اسے سیر اب ہوتی ہیں کیونکہ ان سلاسل سے مقصود اصلی رضائے الٰہی اور معرفت الٰہی کا حصول ہے لیکن شرط صرف یہ ہے کہ شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہو اور سلسلہ کو اپنے اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی شرائط و آداب کے مطابق چلا رہا ہو، چاہے وہ کسی بھی سلسلہ کا ہو اور مرید متبع شرع اور طالب صادق ہو۔ اگر یہ دونوں نہ ہو یا ایک نہ ہو تو کسی سلسلہ عالیہ کی فضیلت سے اسے فائدہ حاصل نہ ہو گا۔ لیکن پھر بھی حقیقی نقشبندی مجددی نسبت کو تمام نسبتوں پر فضیلت حاصل ہے اور سب سے اقرب و ایسر ہے اور یہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیق ہے جو کہ چاروں سلاسل کے جامع اور ہزار سالہ مجدد ہیں تو ہمیں چاہئے کہ اس سلسلہ کی حقیقی باشرائط بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیوض و برکات سے بھی مستفید ہو جائیں (و فقنا اللہ سبحانہ لذالک بجاہ حبیبہ ﷺ) اور تعدد پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے جواز و عدم جواز اور وجوب کی تحقیق کیلئے ہمارے مرشد مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب مستطاب "هداية السالكين" کی طرف رجوع فرمائیں تشفّی ہو جائے گی، رہا سلاسلِ اربعہ کے اسباق اور اس کی ترتیب تو اس کیلئے بھی ہدایت السالکین اور بعض مکاتیبِ مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے، ماننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور تعصب و عناد سے بچائے اور چاروں سلاسل کے فیوضات و برکات اور بالخصوص سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام کمالات و برکات سے بہرہ مند فرمائے اور ہمیں استقامت، عفو و مغفرت، عافیت دارین، خیر الدنیا والآخرۃ اور وراثتِ حقیقی سے نوازے۔

(۳) باب نمبر تین: استادیامرشد کے عاق کے بیان میں

مُرشد اور اُستاذ کا عاق فاسق نہیں بلکہ کافر ہے جیسا کہ خُداوندِ کریم قرآنِ پاک میں فرماتا ہے:

”وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ۔ اى صار منهم باستقباحه أمر الله تعالى إياه بالسجود لآدم اعتقاداً بأنه أفضل منه، والأفضل لا يحسن أن يؤمر بالتخضع للمفضول“۔[1]

وجہِ کفر یہ ہے کہ اُستاذ و مُرشد کی تخفیف کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ جیسے اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ سب فرشتے بمعہ شیطان کے آدم علیہ السلام کے شاگرد تھے۔ سب فرشتوں نے سجدۂ تعظیمی کیا لیکن شیطان نے نہیں کیا بلکہ آدم علیہ السلام کو حقیر جانا جبکہ وہ اُستاذ ہونے کے باعث لائقِ عزت تھے جیسا کہ مصرح موجود ہے۔

”وهو مراعاة للأدب بتفويض العلم كله إليه“۔[2]

اور جیسا کہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے:

”ابى اى امتنع من السجود لآدم فلم يسجد واستكبر وهٰذا كان كان من الله خبرا عن ابليس فانه من خلق الله الذين يتكبرون عن الخضوع لامر الله والانقياد لطاعته فيما امرهم وفيما نهى هم عنه والتسليم له فيما اوجب لبعضهم على بعض من الحق فنبه الله إلى الكافرين انه كان حين ابى من السجود فصار من الكافرين حينئذ وقبل فى هٰذا الموضع“۔[3]

تفسیر ابن جریر کی عبارت سے ثابت ہے کہ ایک شخص کا دوسرے شخص پر حق ہوتا ہے اور خُداوندِ کریم فرماتا ہے کہ تو اس کا حق ادا کر اور وہ اس کا حق ادا نہیں کرتا بسبب تکبر اور حسد کے تو وہ اس صورت میں کافر ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے آنحضرت سرورِ کائنات صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی تعظیم وتوقیر اور طاعت تمام دنیا پر واجب تھی کیونکہ وہ معلم الخیر تھے۔ جس وقت یہودیوں نے تعظیم وتوقیر سے انکار کیا بوجہِ تکبر وحسد کے تو خُداوندِ کریم نے اُن کو کفر میں مبتلا کیا۔ اسی طرح سے استاذ و مرشد معلم الخیر ہیں ان کی تعظیم وتوقیر شاگرد و مرید پر واجب ہے اگر وہ تعظیم وتوقیر نہیں کرتا بلکہ تخفیف کرتا ہے تو اس صورت میں کفر لازم ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ خُداوندِ کریم قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔ قال ابن عباس وجابر هم الفقهاء والعلماء الذين يعلمون معالم الناس دينهم وهو قول الحسن والضحاک ومجاهد“۔[4]

---

[1] (تفسیر بیضاوی ص ۲۳ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

[2] (تفسیر بیضاوی ص ۲۴)

[3] (تفسیر ابن جریر ج ۱ ص ۱۷۵)

[4] (خازن ج ۱ ص ۳۷۲ لبنان بیروت)

خُداوندِ کریم اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت واجب ہے اور نافرمانی کُفر ہے۔ اسی طرح اُستاذ کی طاعت واجب ہے اور نافرمانی کرنا کفر ہے۔ کیونکہ حکم معطوف اور معطوف علیہ دونوں کا ایک ہوتا ہے۔

دوسری دلیل اس آیتِ کریمہ کی دلالت النص سے ہے

"لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا"۔ مطلب یہ ہے کہ اصل نصوص میں تعلیل ہے۔ اس نص میں علت یہ ہے کہ آنجناب سرورِ کائنات ﷺ تمام مخلوق کیلئے مُعلم الخیر تھے اس لیے ان کا نام مبارک لیکر پُکارنا حرام ہے اور ان کی تخفیف کرنا کفر ہے جیسا کہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

"وفی الآیۃ بیان توقیر معلم الخیر لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان معلم الخیر فامر اللہ بتوقیرہ وتعظیمہ وفیہ معرفۃ حق الأستاذ وفیہ معرفۃ اھل الفضل"۔[1]

اس کی تائید یہ آیتِ کریمہ کرتی ہے:

"قال لہ موسیٰ ھل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا الخ۔ قال ستجدنی ان شآء اللہ صابرا ولا اعصی لک امرا"۔

موسیٰ علیہ السلام باوجود کمالِ علم کے اور عالی منصب ہونے کے اپنے اُستاذ کی تعظیم اور توقیر اور تابعداری کرتے تھے۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ اُستاذ اور مُرشد کی تخفیف اور نافرمانی کرنا کفر ہے۔

"وفیہ دلیل علی انہ ینبغی لاحدٍ ان یترک طلب العلم وان کان قد بلغ نہایۃ وان یتواضع لمن ھو اعلم منہ"۔[2]

جواب توبہ: توبہ کا جواب یہ ہے کہ یعنی استاذ ومُرشد کے عاق کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی جیسا کہ نصًا موجود ہے اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں فان تولوا فانّ اللہ علیم بالمفسدین قال المشائخ رحمھم اللہ تعالی فی تفسیر ھٰذہ الآیۃ عقوق الاستاذین لاتوبۃ منہ[3]

اس سے معلوم ہوا کہ عاق توبہ سے نہیں بخشا جاتا۔ جس طرح سابی الرسول توبہ سے نہیں بخشا جاتا۔ یہ مذہب مختار ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عاق، شرک سے بڑا گناہ ہے کیونکہ شرک توبہ سے بخشا جاتا ہے۔ اعوذ باللہ منہ۔

تحذیر الاخوان ص ۷۰ امیں فجِ عمیق کے حوالے سے منقول ہے کہ عاق کے کفر کے بہت سی روایات منقول ہیں آخر میں لکھاہے کہ عاق کا کفر۔ نوادر اور ذخیرہ کی روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اخون درویزہ بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسالے میں لکھاہے کہ کسی کتاب میں نہ روایت ہے کہ کسی سے سُنا گیاہے اور نہ کوئی کہتاہے کہ عاق کے پیچھے نماز جائز ہے۔

---

[1] (تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۱۹۷ سورۃ نور)
[2] (تفسیر مدارک ص ۲۱۸)
[3] (تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۴۶ لبنان بیروت)

دُررالفرائد میں لکھا ہے:

”حق الاستاذ فرض فمن انکر من حقه فهو کافر و کذا الشیخ بل الشیخ افضل من الاب فادبهٗ اولی من ادبه وقال یحیی بن معاذ العلماء ارحم بامة محمد ﷺ من أبائهم و امّهاتهم قیل و کیف ذٰلک قال لان أبائهم و امّهاتهم یحفظونهم من نار الدنیا و هم یحفظونهم من نار الآخرة“۔

یعنی استاذ کا حق فرض ہے جس نے اُستاذ کے حق کا انکار کیا وہ کافر ہے اس طرح شیخ (پیر و مُرشد) کا حق ہے بلکہ شیخ والد سے افضل ہے تو شیخ کا ادب والد کے ادب سے اولیٰ و مقدم ہے۔ یحیٰی بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ علمائے کرام امتِ محمدیہ پر ان کے والدین سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں پوچھا گیا کہ وہ کیسے فرمایا کہ ان کے والدین انہیں دنیاوی آگ سے محفوظ رکھتے ہیں اور علمائے کرام ان کو آخرت کی آگ سے محفوظ رکھتے ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مبدأ و معاد ص ۴۶ میں لکھا ہے کہ:

پیر و مرشد کا حق تمام حقداروں (والدین، اساتذہ) کے حقوق سے بڑھ کر ہے۔

تربیت السالکین ص ۱۲۴ میں پوری تحقیق ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ باپ تین قسم پر ہے اور ان میں بہتر وہ ہے جو اس کو تعلیم دے الخ۔

جامع الفتاوی فی الھدایۃ لاھل الخیاریٰ ص ۹۲ پر لکھا ہے:

”واما حقوق الوالدین فثابت بنص القرآن کما قال اللہ تعالی (ان اشکر لی ولوالدیک) حیث قرّن اداء شکرهما باداء شکره واما حقوق الاستاذ (معلم العلم الشرعی) فوق ذٰلک فی الرعایة کما قال اسمٰعیل الحقی البروسوی فی تفسیره (روح البیان سورة لقمان ج ۷ ص ۷۸) حق المعلم فی الشکر فوق حق الوالدین قال الامام الواعظ رکن الاسلام محمد بن ابی بکر المعروف بامام زاده الحنفی فی کتابه شرعة الاسلام (ویقدم حق معلمه علی حق ابویه وسائر المسلمین) وقال العلامة یعقوب بن السید علی فی شرح شرعة الاسلام فی باب فضل العلم وسنة التعلم والتعلیم (روی عنه ﷺ انه قال خیر الامام من علمک وقد اشیر الیه فی قول علی رأیت احق الحق حق المعلم“۔[1]

وفی الفتاوی الھندیة ای فی الباب الثلثون فی المتفرقات ج ۵ ص ۳۷۸ (وینبغی للرجل ان یراعی حقوق استاذه وادابه لا یضن بشیٔ من ماله ولا یقتدی به فی سهوه) وقال وحید العصر الشیخ الاجل طاهر بن عبدالرشید البخاری فی خلاصة الفتاوی (وفی الشافی لا یجوز ان یتقدم العالم علی ابن استاذه او ابن ابن استاذه اذ کان ذٰلک الابن او ابن الابن عالمان، اما اذا کان جاهلاً فهو بالخیار زجرًا له) واما حقوق مشائخ الصوفیة (اهل البیعة) اشرف وافضل من حقوقهم فی رعایة الأداب) جامع الفتاوی ج ۱ ص ۹۳ شرح تعلیم المتعلم، مجالس الابرار، مجمع العجائب وغیره۔

---

[1] (شرعۃ الاسلام ص ۴۴)

جو شخص اپنے حقیقی باپ کا حکم نہ مانے تو وہ عاق اور نافرمان ہے کیونکہ نافرمانی گناہ کبیرہ ہے اور خاص کر علماء ومشائخ کی نافرمانی۔

مولوی عبد الھادی دیوبندی شاہ منصوری لکھتے ہیں کہ:

”و عقوق الوالدين الخ والمعلم والشيخ قياس عليهما وفى الفتاوى برالتلميذ لاستاذه افضل من بر الولد لوالديه لان الاب يحمى ولده من أفات الدنيا والاستاذيحمى تلميذه من أفات الآخرة انتهى۔ ويؤيده مافى كتب الفقه وزوج المرضعة اب المرضع انتهى۔ وتربية العلم افضل من تربية اللبن وقال فى الظهرية وغيرها لايجوز الصلوة خلف العاق ولاتقبل توبة انتهى۔ وفى العاق ثلاثة احرف العين دال على العيب والالف دال على الاهانة والقاف دال على القهر فهذه اسباب العقوق اعاذنا الله تعالى منه ولايجوز تعليم العلم ولاطلب المسئلة من العاق“۔

یعنی والدین کی نافرمانی اور اس پر قیاس استاذ اور پیر ومرشد کی نافرمانی ہے۔ شاگرد کا اپنے استاذ کی خدمت بیٹے کا اپنے والدین کی خدمت سے افضل ہے۔ کیونکہ باپ اپنے بچے کو دنیاوی مصیبتوں سے بچاتا ہے اور استاذ اپنے شاگرد کو اُخروی آفات سے بچاتا ہے۔ اسکی تائید فقہ کے دلائل سے بھی ہوتی ہے۔ دودھ پلانے والی عورت کا شوہر دودھ پینے والے بچے کا باپ ہے۔ اور علم کی تربیت دودھ کی تربیت سے افضل ہے۔ ظھریۃ میں ہے کہ عاق کے پیچھے نماز جائز نہیں اور عاق کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ عاق میں تین حروف ہیں۔ عین، عیب پر دلالت کرتا ہے، الف، اھانۃ پر دلالت کرتا ہے، قاف، قہر پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ تینوں عقوق کے اسباب ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے بچائے۔ آمین۔ عاق کو تعلیم دینا یا اس سے مسئلہ پوچھنا جائز نہیں۔[1]

اور ص ٦ میں لکھتے ہیں کہ:

ولاتعقن والديک اه وقياس عليهما المعلم والشيخ وزوج المرضعة معها والعجب فى هٰذا الزمان ان الاولاد يخالفون عن الوالدين والتلميذ من الاساتذة وهلم جرا وقال فضل بن عياض لااكلم العالم الذى يخالف عن شيخه ولاانظر إلى وجهه انتهى۔

یعنی اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرو اور اس پر قیاس استاذ اور پیر ومرُشد ہے اور رضاعی باپ بھی۔ اس زمانے میں تعجب کی بات یہ ہے کہ اولاد اپنے والدین اور شاگرد اپنے اساتذہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ فضل بن عیاض فرماتے ہیں میں اس عالم سے بات نہیں کرتا جو اپنے پیرومرشد کی مخالفت کرتا ہے اور نہ اس کے چہرے کی طرف دیکھتا ہوں۔[2]

[1] (تسهيل المشكوة ص ٥)
[2] (تسهيل المشكوة ص ٦)

دُرر الفرائد معروف بکچکول الحیدری (مصنف: شیخ ابو عبد الرحمن حاجی ملا غلام حیدر الحنفی القادری) میں ہے کہ:

من تعلم منه حرفا من القرآن او من تفسير او من الفقه او من مسئلة من المسائل الدينية او من كلمة الشهادة او من كلمة الاخرى او من الصلوة او من ذكر الله او نصيحة من الحسنات فهو استاذ فمن انكر من حقه فقد كفر لان حق الاستاذ فرض فمن انكر من حقه فهو كافر قال النبي ﷺ من استخف استاذه ابتلاه الله بثلاثة بلاء اوله نسى منه العلم والثانى قل رزقه والثالث يخرج من الدنيا كافرا ومن منع كلمة من كلام الاستاذ فهو عاق لا يقبل الله تعالى عنه الصلوة والصوم والحج والزكاة وكل عبادة ولا يجوز الصلوة خلفه ولا يقبل شهادته ولا يعتبر قوله ولو كان عالما فقيها ولا ذبيحة من يده لانه صار عاقا فذبيحة العاق والكافر سواء كان فى النار من الكافرين الا ان يرضى عنه استاذه صار مسلما كما اسلم الكافر من الكفر كذا ذكر فى منهاج العابدين۔

یعنی دُرر الفرائد میں ہے کہ جس نے کسی سے ایک حرف قرآن یا تفسیر یا فقہ یا دینی مسئلہ یا کلمہ شہادت یا کوئی دوسرا کلمہ یا نماز یا ذکر یا نیکی کی کوئی نصیحت سیکھی تو وہ اس کا استاذ ہے پس جو اپنے استاذ کے حق سے منکر ہوا وہ کافر ہے کیونکہ استاذ کا حق فرض ہے اور جو اس سے انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔ اسی طرح جس نے اپنے استاذ کی اہانت کی وہ کافر ہے آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے استاذ کی توہین کی اس کو اللہ تعالی تین مصیبتوں میں مبتلا کرے گا (۱) اس سے علم بھول جائے گا۔ (۲) رزق میں کمی ہو گی۔ (۳) دنیا سے کافر جائے گا۔ جس نے اپنے استاذ کی کوئی بات منع کی تو وہ عاق ہے اللہ تعالیٰ اس کی نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور کوئی عبادت بھی قبول نہیں فرمائے گا۔ اور عاق کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اس کی شہادت قبول نہیں اور نہ ہی اس کے قول کا اعتبار ہو گا اگرچہ عالم ہو یا فقیہ اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز نہیں کیونکہ وہ عاق ہے اور عاق اور کافر کا ذبیحہ برابر ہے اور کافروں کے ساتھ دوزخ میں ہو گا۔ مگر یہ کہ استاذ اس سے راضی ہو جائے تو وہ مسلمان ہو جائے گا۔

آگے لکھتے ہیں کہ:

لا يقبل الله تعالى منه كل طاعة كالكافر ولا يجوز الصلوة خلفه قال رسول الله ﷺ المرتد على نوعين احدهما مرتد عن الدين فيلقنه على الفور فان عاد وتاب صار مسلما فيصح توبته ولا يقتل والثانى المرتد عن الاستاذ لا يقبل الله تعالى منه كل طاعة بالاتفاق الا ان يرضى استاذه ذكر فى الظهيرة وكذلك لا تسافر بغير اذن الاستاذ حتى لا تصير عاقا۔

یعنی اللہ تعالیٰ عاق کی کوئی عبادت کافر کی طرح قبول نہیں فرماتا اور عاق کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا مرتد کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) دین سے مرتد: ایسے مرتد کو فوراً دین کی تلقین کی جائے گی اگر واپس آیا اور توبہ کی تو مسلمان ہو گیا اور اس کی توبہ قبول ہے اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

(۲) اپنے استاذ سے مرتد: ایسے مرتد کا کوئی بھی عمل قبول نہیں ہو گا مگر یہ کہ اس سے استاذ راضی ہو جائے اور استاذ کی اجازت کے بغیر سفر بھی نہیں کرنا چاہیئے تا کہ عاق نہ ہو جائے۔[1]

عاق کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس پر اپنی بیوی طلاق ہو جاتی ہے اور اس کا ذبیحہ حرام اور گواہی مردود ہے۔ اور اس کی امامت صحیح نہیں یعنی اس کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز واجب الاعادۃ ہے۔ عاق کا کوئی قول و فعل معتبر نہیں اور کوئی بھی مالی و جانی عبادت قبول نہیں ہے اور اگر اسلامی قانون نافذ العمل ہو تو عاق واجب القتل اور لازم الاھانۃ ہے۔

سب سے پہلے عاق شخص کو توبہ کی ترغیب دی جائے گی اگر توبہ کر کے اپنے حقدار (استاذ، مرشد اور والدین) کو راضی کیا تو پھر اس کو اسلام کی تلقین کی جائے گی اور نکاح کی بھی تجدید کی جائے گی۔ اگر توبہ کرنے سے انکار کیا تو واجب القتل ہے۔ اور اگر قتل کا غلبہ وقدرت نہ ہو تو عاق کے ساتھ قطع تعلق کرنا واجب ہے البتہ استاذ کا حق والدین کے حق سے زیادہ ہے جس نے کسی سے ایک بھی حرف پڑھا اس کی قدر کرے گا اور اس کے سامنے عاجزی کرے گا۔

فتاوی خانیہ میں ہے کہ عاق اور صلہ رحمی قطع کرنے والا جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔

مجمعۃ العجائب میں ہے کہ:

" نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ والدین کے نافرمان کی مغفرت کی جائے گی مگر استاذ کے نافرمان کی مغفرت نہ ہو گی۔ بحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۳، درسہ جا آوردہ۔ "**الاستھزاء بالعلم و العلماء کفر**"۔ و نیز بحر الرائق ص ۱۲۴۔ "**ولو صغر الفقیه قاصدًا الاستخفاف بالدین کفر**"۔ در شامی ج ۳ ص ۲۰۳ آوردہ۔ "**لان اھانۃ اھل العلم کفر علی المختار**" عالم کی تخفیف اور استہزاء کرنا کفر ہے۔ تو کیا استاذ کی تخفیف واستہزاء کفر نہیں ہو سکتا بلکہ ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو حقوق استاذ کے ہیں وہ دلالت النصوص کے ساتھ ثابت ہیں وہ نصوص جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حقوق میں وارد ہوئے ہیں کیونکہ دونوں کی علتِ مشترکہ ہے۔ اور وہ علت یہ ہے کہ ہر ایک معلم الخیر ہے۔ اور دلالت النص حکمِ قطعی اور یقینی ثابت کرتی ہے جیسا کہ ظاہر علمِ اصول میں مرقوم ہے۔ اگر کسی صاحب کو علماء سے دوسری علت بغیر اس علت کے جو علماء متقدمین سے منقول ہے، معلوم ہو تو بتلاوے۔ خاکسار تسلیم کرنے کو تیار ہے۔

---

[1] (تذکرہ غوثیہ ص ۲۲ بحوالہ دُرر الفرائد فصل فی الکراھیۃ ص ۳۳۶، ۳۳۵، بریقہ ص ۱۴۸)

جوابِ ثانی:

بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اُستاذ ومُرشد کا عاق فاسق ہوتا ہے۔ ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ فاسق لُغت میں خارج عن حد الایمان کو کہتے ہیں۔

جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں فرمایا ہے:

"قولہ تعالی الا الفاسقین الذین۔ الفاسق فی اللُغۃ خارج عن حد الایمان"۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فاسق بھی کافر ہوتا ہے۔ فاسق کا کفر دلالت النص سے ثابت ہے جیسا کہ مولوی صاحب شرح علی الحسامی نے تشریح کی ہے۔

" فان استدل بمعناه اللغوی فدلالت النص ص ۷۴۔ في الشرع: الخارج عن أمر الله بارتكاب الكبيرة، وله درجات ثلاث:

الأولى: التغابي وهو أن يرتكبها أحياناً مستقبحاً إياها.

الثانية: الانهماک وهو أن يعتاد ارتكابها غير مبال بها.

الثالثة: الجحود وهو أن يرتكبها مستصوباً إياها، فإذا شارف هذا المقام وتخطى خططه خلع ربقة الإيمان من عنقه، ولابس الكفر"۔ [1]

عاق استاذ کا اگر فاسق ہے تو اعلیٰ درجے کا فاسق ہے (وھو لابس الکفر) اس سے ثابت ہوا کہ عاق امامت کے لائق ہرگز نہیں ہو سکتا۔

لان معصومیت الامام عن الکبائر شرط لان الامام هو الذی یؤتمّ به ویقتدی به فلو صدر منه الکبائر لوجب علینا الاقتداء له فی ذٰلک فیلزم ان یجب علینا فعل الکبائر وذٰلک محال لان کونه معصیة عبارت عن کونه ممنوعًا من فعله وکونه واجب عبارت عن کونه ممنوعا عن ترکه والجمع بینهما محال فَثَبَتَ بِدَلَالَةِ الْآيَةِ بُطْلَانُ إِمَامَةِ الْفَاسِقِ، قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ، وَدَلَّ أَيْضًا عَلَى أَنَّ الْفَاسِقَ لَا يَكُونُ حَاكِمًا، وَأَنَّ أَحْكَامَهُ لَا تُنَفَّذُ إِذَا وَلِيَ الْحُكْمَ، وَكَذٰلِک لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ وَلَا خَبَرُهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا فُتْيَاهُ إِذَا أَفْتَى، وَلَا يُقَدَّمُ لِلصَّلَاةِ۔ [2]

وَأَمَّا الْفَاسِقُ فَقَدْ عَلَّلُوا كَرَاهَةَ تَقْدِيمِهِ بِأَنَّهُ لَا يَهْتَمُّ لِأَمْرِ دِينِهِ، وَبِأَنَّ فِي تَقْدِيمِهِ لِلْإِمَامَةِ تَعْظِيمَهُ، وَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِمْ إِهَانَتُهُ شَرْعًا، وَلَا يَخْفَى أَنَّهُ إِذَا كَانَ أَعْلَمَ مِنْ غَيْرِهِ لَا تَزُولُ الْعِلَّةُ، فَإِنَّهُ لَا يُؤْمَنُ أَنْ يُصَلِّيَ بِهِمْ بِغَيْرِ طَهَارَةٍ فَهُوَ كَالْمُبْتَدِعِ

[1] (تفسیر بیضاوی ص ۵۴)

[2] (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۶۹)

تُكْرَهُ إمَامَتُهُ بِكُلِّ حَالٍ، بَلْ مَشَى فِي شَرْحِ الْمُنْيَةِ عَلَى أَنَّ كَرَاهَةَ تَقْدِيمِهِ كَرَاهَةُ تَحْرِيمٍ لِمَا ذَكَرْنَا قَالَ: وَلِذَا لَمْ تَجُزْ الصَّلَاةُ خَلْفَهُ أَصْلًا عِنْدَ مَالِكٍ وَرِوَايَةٌ عَنْ أَحْمَدَ۔ [1]

اس طرح کبیری میں موجود ہے (ص۳۱۹،۳۱۸) فاسق، علماء، مجتہدین کے درمیان کافر اختلافی ہو گیا ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ عاق کافر ہے اور اس کی کوئی عبادت بھی قبول نہیں ہے۔

فتاوی نور الھدیٰ المشہور فتاویٰ جامع الفوائد میں ہے:

وینبغی للمتعلم ان یعظم استاذہ لان فی تعظیمہ برکۃ ومن لم یعظم او شتم فھو عاق لا تقبل صلاتہ ولا امامتہٗ ویعذر ویشھر وعلیہ الفتوٰی فی زماننا۔ (مختار الفتاوی) ولایجوز شھادۃ العاق ولاامامتہ وتسقط عدالتہ ولایتعتبر قولہ ولایعمل بفتواہ لو کان مفتیا۔ (تحفۃ الفقھاء) لایحل ذبیحۃ العاق ولاامامتہ لان العاق یصیر مرتدا فی الحال ومثواہ فی النار۔ (فتاوی جامع) من امتنع کلمۃ من الاستاذ فھو عاق لم یدخل الجنۃ ولانجاۃ لہ من النار ویخرج من الدنیا بغیر الایمان ولاتقبل عبادتہ ان کان الاستاذ ممن تعلم منہ حرفا من القرآن او تعلّم مسئلۃ من مسائل الفقہ او الحدیث او النصیحۃ من الحسنات او الذکر او لقّن کلمۃ طیبۃ۔ [2]

یہ مسئلہ میں نے کسی کے ساتھ تعصب یا عداوت کی وجہ سے شائع نہیں کیا۔ بلکہ ہر ایک کو آگاہ کرنے کے لیے پیش خدمت ہے۔ کیونکہ آج کل بہت سے شاگرد استاذ کے ساتھ ہتک کے ساتھ پیش آتے ہیں اس لیے ان کو خُداوندِ کریم کے حکم سے اور استاذ کے حقوق سے آگاہ کرتا ہوں۔ علمائے کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس مسئلے میں تمام کی رائے ایک ہونی چاہیے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

---

[1] (شامی ج ا ص)

[2] (فتاوی نور الھدٰی ص ۴۲۵، ۴۲۴)

(۴) باب نمبر چار: مرید ہونے کے آداب اور بیعت کا طریقہ

مرید ہونے کے لئے اولاً دو باتیں لازمی ہیں:

۱) عقیدہ میں فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کے مطابق ہو۔

۲) فقہاء کرام اور آئمہ مجتہدین کے اقوال کے مطابق عمل کرنا یعنی احکام فقہ کا علم اور اس کے مطابق عمل۔

یہ دونوں باتیں گویا دو پروں کی حیثیت رکھتی ہیں جب یہ دونوں باتیں ہوں گی تب مرید مشائخ کی طرف سے فیض اخذ کرنے، منازل سلوک طے کرنے اور مراتبِ قرب حاصل کرنے کے قابل ہو گا۔ یعنی عقیدہ ایک پَر ہے اور دائرہ تقلید کے اندر ہونا اور اس کے مطابق عمل کرنا دوسرا پَر ہے۔ اب دونوں پروں کے ذریعے اُڑنے کے قابل ہو گا اور اُڑنے کا راستہ تصوف ہے۔

تصوف میں آنے اور کامل و مکمل مرشد سے مرید ہونے سے پہلے استخارہ کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ:

اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نفل نماز استخارہ پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ کافرون (قل یا ایھا الکافرون) اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص (قل ھو اللہ احد) پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد "یا علیمُ" تینتیس (۳۳) بار پڑھے اور آخری بار "یا علیم" کے ساتھ "عَلِّمْنِی" پڑھے۔ اسی طرح تینتیس بار "یا خبیرُ" پڑھے اور آخری بار "أَخْبِرْنِی" ساتھ ملائے اور اسی طرح تینتیس بار "یا رشیدُ" پڑھے اور آخری بار "أَرْشِدْنِی" ساتھ ملائے۔ "عَلِّمْنَی"، "اَخْبِرْنِی" اور "اَرْشِدْنِی" پڑھتے وقت اپنا مقصد اور نیت دل میں یاد رکھے اور اس کے بارے میں اپنے رب تعالیٰ سے دعا کرے کہ خواب یا جاگتے میں اس سے اللہ تعالیٰ مجھے باخبر کر دے اور اس کے بعد دعائے مسنونہ مندرجہ ذیل پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَ اَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَ لَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَ لَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ (یہاں پر اپنا مقصد زبان سے کہے یا دل میں یاد رکھے) خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ (اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اٰجِلِهٖ) فَاقْدِرْهُ لِیْ وَ یَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ (یہاں بھی اپنا مقصد زبان سے کہے یا دل میں یاد رکھے) شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ (اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اٰجِلِهٖ) فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَ اصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَ اقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔

یہ دعا پڑھ کر دائیں کروٹ پاک جگہ قبلہ رو ہو کر سو جائے۔ اگر مراد پوری ہو خواب میں یا جاگتے میں تو مرشد یا تعبیر جاننے والے کو بتائے۔ اگر ہاں میں اشارہ مل جائے تو عمل کر لے ورنہ پانچ یا سات بار استخارہ کرے یا جب تک جواب نہ ملے کرتا رہے۔

بیعت کا طریقہ

حضرت شیخنا فی الطریقۃ و مسندنا فی الشریعۃ کامل العصر و مکمل الدھر موصلنا ووسیلتنا الی اللّٰہ فداہ قلبی وروحی و جسمی اخندزادہ سیف الرّحمٰن صاحب مبارک دامت برکاتہم وفیوضاتہم کے طریقہ کے مطابق اولاً سورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار پڑھ کر (یعنی یہ اس وقت فرماتے ہیں جب کسی کو مرید بناتے ہیں اور تلقینِ ذکر کرتے ہیں) ثواب سلسلہ کے تمام مشائخ کو بطورِ دعاہدیہ کرتے ہیں پھر مرید ہونے والے کے دونوں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں بصورتِ مصافحہ پکڑتے ہیں۔ پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پھر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھتے ہیں پھر کلمہ طیّبہ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ) خود پڑھتے ہیں اور مرید کو بھی پڑھاتے ہیں، اس کے بعد کلمہ شہادت (اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ) اور اس کے بعد کلمہ تمجید (سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ) پھر (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم) پھر کلمہ توحید (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر) پھر اس کے بعد استغفار (اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ) یہ استغفار ۳ بار پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد ایمان مفصل (اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْت) پھر ایمان مجمّل (اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَآئِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ) پھر رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیًّا وَّ رَسُوْلًا۔ پس اگر بیعت سلسلہ نقشبندیہ میں ہو تو اپنے سیدھے ہاتھ کی انگلیوں کو سوائے انگوٹھے کے مرید کے لطیفہ قلب پر (جس کا مقام بائیں پستان سے تقریباً دو انگل نیچے ہے) رکھتے ہیں اور پہلے زبان سے تین بار "اللّٰہ، اللّٰہ، اللّٰہ" پڑھتے ہیں اور مرید بھی پڑھتا ہے، پھر زبان بند کر کے دل سے ذکر شروع کرتے ہیں اور پھر اپنے طریقے سے توجہ فرماتے ہیں۔

اور اگر بیعت و تلقین طریقہ قادریہ یا چشتیہ یا سہروردیہ میں ہو تو زبانی تلقین فرماتے ہیں حضور قلبی کے ساتھ ساتھ اسباق و اذکارِ لسانی کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کے طریقہ اور لوازمات کی تعلیم دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا کلمات اس مرید کو پڑھاتے ہیں جو کہ پہلی بار مرید ہونے والا ہو اور اگر اس سے قبل کسی سلسلے میں مرید ہو چکا ہے اور اب دوسرے سلسلے میں مرید ہونا چاہتا ہے تو یہ کلمات پڑھانے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً کوئی شخص پہلے طریقہ نقشبندیہ میں مرید ہو چکا ہے اس کی تکمیل کے بعد اب دوسرے سلسلہ کے اذکار کی تلقین چاہتا ہے تو اب دوبارہ یہ کلمات پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے البتہ سورۃ فاتحہ و سورۃ اخلاص پڑھ کر ثواب مشائخ کی ارواح کو ہدیہ کرنا معمول عند المشائخ ہے اور اگر کلمات

مذکورہ دوبارہ بھی پڑھ لے تو تجدید بیعت ہو جائے گی جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر پہلے کسی اور پیر سے مرید تھا اب دوسرے سے مرید ہونا چاہتا ہے تو دوبارہ مرید ہوتے وقت کلماتِ مذکورہ کو پڑھنا چاہیئے۔

اب رہا یہ کہ ایک پیر کے ہوتے ہوئے یا اس کے انتقال کے بعد دوسرے پیر سے مرید ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ تو مکتوبات شریف دفتر دوم صفحہ ۱۷۵ مکتوب ۶۳ میں مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " جان لو کہ مقصود اصلی سلاسل سے اللہ تعالٰی ہے اور شیخ وصول الی اللہ کا ایک وسیلہ ہے۔ اگر کوئی شخص ایک مرشد سے مرید ہے مگر اپنی کامیابی کسی دوسرے پیر سے دیکھتا ہے کہ جب اس کی صحبت میں جاتا ہے تو اس کا قلب جاری وذاکر ہوتا ہے تو اس کے لئے بالکل جائز ہے کہ اس پیر سے مرید ہو جائے اور اپنے پیر کی اجازت کے بغیر ہو جائے اگرچہ وہ پیر حیات ہو البتہ مرشد اول کا انکار نہ کرے اور بے ادبی سے پرہیز کرے۔ یہ تو اس صورت میں ہے کہ مرشدِ اول حیات ہو اور اگر مرشد فوت ہو جائے تو اب کسی دوسرے کامل و مکمل سے بیعت لازمی ہے اور بہت ضروری ہے تاکہ تربیت حاصل کر سکے۔"

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پیر تو صرف پردے میں ہیں باقی سب کچھ انہیں معلوم ہے لہٰذا ہمیں کسی اور کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ بھی تو ہم سے صرف پردے میں ہیں انہیں بھی تو تمام امت کے حالات کا علم ہے اور تھا تو صحابہ کرام کو خلفاء راشدین کے ہاتھوں پہ بیعت کی کیا ضرورت تھی حالانکہ آج تک تمام صحابہ ٔ کرام اور اولیاء کرام ایک دوسرے سے بیعت ہوتے چلے آئے ہیں۔

یہی قول شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے "القول الجمیل" میں فرمایا۔ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "ارشاد الطالبین" میں اسی طرح ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے پیر پر حسنِ اعتقاد اور اس کے دیئے ہوئے طریقہ ذکر کے باوجود کچھ فائدہ باطنی یا ظاہری محسوس نہ کرے یا اس کا کامل مرشد فوت ہو جائے یا اپنے مرشد میں کوئی عیب و خلل دیکھے جو کہ محرومیتِ فیض کا سبب بنے تو بلا شک وشبہ دوسرے سے بیعت کر سکتے ہیں اور اگر وہ ویسے ہی رہا اور دوسرے سے مرید نہ ہوا تو یہ حق پرستی نہیں بلکہ پیر پرستی ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۵) باب نمبر پانچ: مشائخ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ علیھم کے ساتھ بیعت میں تلاعب یعنی مذاق کرنے کی سزا کے بیان میں

توجہ

جان لو کہ اس باب کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی سے اختلاف رکھنا نہیں ہے بلکہ یہ باب ان لوگوں کے رد میں ہے جو لوگ مشائخ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین سے بیعت میں تلاعب (کھیل اور مذاق) اختیار کرتے ہیں اور وہ مشائخ جو دیگر مشائخ کے مریدین کو ان کے شیخ کے بارے میں بدگمان کر کے اپنی طرف راغب کرتے ہوئے اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے مریدین اور ایسے مشائخ سے جن کی پیری اور مریدی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا کیلئے نہ ہو اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو روح اور جسم کے دو مختلف عناصر کا مجموعہ بنا کر اس کی سرشت میں فطری طور پر دونوں کی ضروریات کا داعیہ رکھ دیا فلہٰذا جس طرح جسم کی بقاء و سلامتی کیلئے مادی ضروریات کا حصول لازم ہے عین اسی طرح روح بھی ایک مخصوص خوراک اور ماحول کا تقاضا کرتی ہے اور باری تعالیٰ نے ان دونوں اقسام کی ضروریات مہیا فرمادی ہیں جسم کی خوراک کیلئے خوردونوش لباس رہائش ودیگر ضروریات زندگی کیلیے قدرتی وسائل موجود ہیں اور روح کی خوراک عبدیت کے تقاضوں کی تکمیل ہے جس کیلئے باری تعالیٰ نے انبیاء کرام علی نبیناو علیہم الصلوات والتسلیمات کو مبعوث فرمایا یہاں تک محبوب علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے اور قرآن حکیم کی صورت میں اور اپنے اقوال وافعال کی صورت میں انسانیت کو ایک واضح نصب العین عطا فرمایا۔ اسلام نے ان دونوں (جسم وروح) کے فوائد ونقصانات کو واضح فرمایا اور پھر حضرت انسان کو عقل تدبر و تفکر کی نعمت سے بھی نوازا ہوناتو یہ چاہئے تھا کہ حضرت انسان اپنی عقل سلیم کو استعمال کرتے ہوئے روح اور جسم کے مطالبات میں توازن رکھتا اور ان کی خوراک میں انصاف کرتا مگر چونکہ جسمانی مفادات اور نفسانی خواہشات انسانی طبیعت کیلئے بظاہر زیادہ مرغوب اور باعث لذت وسکون ہیں اس لئے وہ مادی ضروریات کی تکمیل کیلئے نسبتاً زیادہ مائل رہتا ہے۔ اور اس مادہ پرستی کا دوسرا بڑا سبب شیطان کا جمالیاتی فریب جیسا کہ خود قرآن عظیم الشان نے اس کی وضاحت فرمائی سورۃ انعام وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الانعام ۴۳) اور شیطان نے ان کے کام ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت انسان زندگی کے تمام تر شعبہ جات میں پستی کا شکار ہے اور بالخصوص اس کی زندگی کا دینی پہلو اس عمومی پستی سے زیادہ

متاثر ہے جس امت کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری دی گئی اور جسے خیر الامم کا عظیم الشان لقب عطا ہوا آج وہی امت مادہ پرستی کا شکار ہو کر گمراہوں کی اصلاح تو درکنار از خود اپنی اصلاح سے بیگانہ ہے۔ **الامن رحم اللہ تعالیٰ۔**

آج کے اس پر فتن دور میں امت کے اندر شریعت مطہرہ کی حقیقی روح کا پایا جانا تو درکنار **الا ماشاء اللہ**، اس کے ظاہری احکام پر عمل بھی مفقود ہوتا نظر آرہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا روحانی نظام تصوف ہے یعنی دین کے تمام اعمال کی ایک ظاہر شکل ہے اور ایک باطنی حقیقت ظاہری شکل کے بغیر باطنی حقیقت کا تصور محال اور باطنی حقیقت کے بغیر ظاہر شکل ایک مردہ جسم کی مانند ہے۔

جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

من تصوف و لم یتفقہ فقد تزندق و من تفقہ و لم یتصوف فقد تفسق و من جمع بینھما فقد تحقق۔

جس نے تصوف بغیر فقہ کے اختیار کیا وہ زندیق ہو گیا اور جس نے فقہ حاصل کیا مگر تصوف کو اختیار نہ کیا وہ فاسق ہو گیا اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہ حقیقت تک پہنچ گیا۔

بس یونہی دین کی ظاہری صورت کا تعلق شریعت سے ہے اور باطنی حقیقت کا تعلق طریقت (تصوف) سے ہے اور پہلا شخص زندیق اس لئے ہوا کہ اس نے حقیقت کو شریعت سے جدا تصور کیا اور احکام شرعیہ پر عمل کرنا ترک کیا اور دوسرا شخص فاسق اس لئے ہوا کہ اس کے دل میں تقویٰ کا نور اور اخلاص داخل نہ ہوا اور تیسرے شخص نے حقیقت تک رسائی اس لئے حاصل کہ اس نے دین کے تمام ارکان یعنی ایمان اسلام اور احسان کو جمع کیا (جیسا کہ حدیث جبریل علیہ السلام میں مذکور ہے)

تصوف کب سے؟

عزیز من! جب سے دین اسلام ہے اس وقت سے تصوف کی برکات بھی موجود ہیں جب آقا و مولیٰ حضرت سیدنا وحبیبنا و قرۃ اعیننا محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اس غار میں بیٹھ کر تصوف کا جو مقدس پودا لگایا گیا وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس تحریک کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا رہا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ایک علیحدہ اور مستقل حیثیت حاصل نہ تھی جیسا کہ ہمارے ہاں علوم وفنون کے لحاظ سے بہت سی چیزیں ایسی ہیں اور ان کا مصداق پہلے موجود تھا مگر اس پر کوئی نام نہیں تھا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نام وجود میں آیا اور مختلف ناموں سے انہیں تعبیر کیا گیا جیسا کہ حدیث مرسل ہے مسند ہے مقطوع و مرفوع ہے اس طرح کی اقسام بیان کی گئیں تو پھر اس امت کے علماء نے یہ نام رکھا ہے اگر کوئی یہ چاہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اصطلاحات رائج ہوں تو وہ نظر نہیں آئیں گی اس لئے کہ یہ تمام تر اصطلاحات بعد میں رائج ہوئیں لیکن جن چیزوں کے نام بعد میں رکھے گئے وہ

پہلے سے موجود تھیں اور علم تفسیر و علم الصرف اور علم النحو علی ھذا القیاس اس طرح طریقت و تصوف باعتبار نام بعد میں موسوم ہوئے البتہ زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں اسے احسان سے تعبیر کیا جاتا تھا جیسا کہ حدیثِ جبریل میں ہے۔

تصوف کے بارے میں اقوال

حضرت امام احمد بن ابی حواری قدس سرہ نے فرمایا:

من عمل بلا اتباع السنة فباطل عمله۔

یعنی جس نے کوئی عمل بغیر اتباع سنت کے کیا پس اس کا وہ عمل باطل ہے۔[1]

حضرت عثمان حیری قدس سرہ نے فرمایا:

مَنْ امَّر السنة علی نفسه قولاً و فعلاً نطق بالحکمة و من امّر الھوی علی نفسه نطق بالبدعة۔

جو اپنے آپ کو مزین کرے قولاً و فعلاً سنتوں کے ساتھ (یعنی اتباع سنت میں زندگی گزارے) تو وہ حکمت کی گفتگو کرتا ہے، اور جو اپنے نفس کو مامور کرے خواہشات نفسانی کے ساتھ تو اس کی نطق بدعتیں ہوتی ہیں (یعنی قولاً و فعلاً وہ بدعتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے)۔[2]

حضرت ابو عبد اللہ محمد ابن خفیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

التصوف تصفیة القلوب و اتباع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلهٖ وسلم فی شریعته۔

تصوف یہ ہے کہ دل کو صاف کیا جائے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کامل ہو۔[3]

حضرت سیدی و مولائی جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و اتباع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلهٖ وسلم فی الشریعة۔

تصوف شریعت میں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کا نام ہے۔

عزیز من! جب تم نے اس بات کو جان لیا کہ تصوف بھی اسلام میں پیدا ہونے والے علوم شرعیہ میں سے ایک علم ہے تو اس بات کو بھی خوب سمجھ لو کہ اس طریقہ کو سلَف میں بڑے بڑے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں ان کے بعد والوں میں طریقہ حق و ہدایت ہی سمجھا جاتا تھا۔ اس کا بنیادی اصول عبادت پر جم جانا اور دنیا سے کٹ کر اللہ تعالیٰ سے لو لگالینا اور دنیوی زیب و زینت سے منہ پھیر لینا اور عامی جن چیزوں پر فدا ہیں یعنی

[1] (الصوفية و التصوف في ضوء الكتاب و السنة، ج ۱، ص ۷۱، مكتبة اهل السنة و الجماعة)

[2] (حلية الاولياء، ج ۱۳، ص ۱۳۴)

[3] (طبقات الكبرىٰ ص ۱۲۰)

طرح طرح کی لذتوں پر اور مال وجاہ پر ان سے بچنا اور عبادت کیلئے دنیا (ہر وہ چیز جو خدا کی یاد سے غافل کردے) سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لینا اور یہ طریقہ سلَف میں عام طور پر رائج تھا۔ پھر جب دوسری صدی اور اس کے بعد والی صدیوں یعنی جوں جوں خیر القرون سے لوگ دور ہوتے چلے گئے اتنے ہی دنیا کی دلدل میں دھنستے چلے گئے تو خاص طور سے عبادت میں مصروف رہنے والوں کو صوفیہ اور مستصوفہ کہا جانے لگا لیکن بعض لوگوں نے اس فانی دنیا کی لذات سے لطف اندوز ہو کر اس طریقہ سے پیٹھ پھیر لی اور اپنے من گھڑت عقائد بنا کر خود بھی گمراہ ہوئے اور عامۃ الناس کو بھی راہ حق سے بہکا دیا جیسا کہ بعض نے یہ عقیدہ اپنایا کہ حسین وجمیل عورتیں اور بے ریش خوبصورت لڑکوں کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنا حلال ہے نیز ان کے ساتھ رقص اور بھنگڑا ڈالنا بوس وکنار کرنا مباح ہے جبکہ یہ شرعاً جائز نہیں۔

پھر اسی طرح بعضوں نے اس عقیدہ باطل کو اپنایا کہ انسان جب مقام تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو شرعاً مکلف نہیں رہتا اور اسی وجہ وہ اپنی شرمگاہوں کو بھی پوشیدہ نہیں رکھتے۔ ان جعلی صوفیاء کی گمراہیاں یہی نہیں بلکہ ان کے عقائد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انسان جب ولایت کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے تو اس پر شرعی احکام کا اطلاق ختم ہو جاتا ہے۔ نیز ان کا یہ کہنا بھی ہے کہ ولی نبی سے افضل ہے اس لئے کہ نبی کا علم تو بذریعہ وحی ہے جبکہ ولی کا علم بلاواسطہ وحی کے ہے۔ حقیقت میں ایسی تاویل کرنے میں انہوں نے نہایت ہی بڑی غلطی کھائی اور انہی غلط نظریات وعقائد کے باعث وہ ہلاک ہو گئے۔

فلہذا ایسے بناوٹی صوفیاء اور جعلی پیروں سے بھاگنا چاہئے جیسا کہ شیر سے بھاگا جاتا ہے۔

تفروا منه كما تفروا من الاسد۔

پس معلوم ہوا کہ ناقص پیر کی صحبت اختیار کرنا زہر قاتل ہے اس کی تابعداری طالب کیلئے عاقبت کی موت کا باعث ہے۔ اس لئے کہ ناقص پیر کی صحبت اختیار کرنے سے باطنی قوت کم ہو جاتی ہے اور یہ ناقص پیر بلندی کی بجائے پستی کی طرف لے جاتا ہے۔

مثلاً اگر کوئی شخص نیم حکیم کے پاس جائے بغرض علاج تو گویا اس نے اپنی بیماری بڑھانے میں محنت کی ہے کیوں یہ مقولہ مشہور ہے۔ نیم حکیم خطرۂ جان اور اگر حکیم کے نسخہ سے وہ فوری طور پر درست بھی ہو جائے لیکن حقیقت یہی ہے کہ مرض مزید بڑھ جاتا یا پھر کوئی اور بیماری جنم لیتی ہے۔ پس یہی مثال ناقص پیر کی ہے۔

اسی واسطے مشائخ عظام نے فرمایا:

تفروا منه كما تفروا من الاسد۔

کہ یہ ناقص وجعلی پیر باطنی امراض میں اور اضافہ کا باعث بنے گا۔

اے راہ حق کے طالب !تم پر لازم ہے کہ شیخ کامل و مکمل کی محبت کو اختیار کرلو اس لئے ان مشائخ عظام کی شان سے یہ ہے کہ یہ نفوس قدسیہ ظاہر کو ظاہر شریعت کے ساتھ اور باطن کو باطن شریعت کے ساتھ جو حقیقت شریعت سے عبارت ہیں آراستہ ومزین رکھتے ہیں کیونکہ طریقت و حقیقت حقیقت شریعت سے عبارت ہیں اور یہ بات ہر گز نہیں کہ شریعت اور چیز اور طریقت و حقیقت اور چیز ہیں اس لئے کہ یہ توالحادو زندقہ ہے۔[1]

اور ان کی شان سے یہ بھی ہے کہ ان کی میزانیں کبھی شریعت سے خطا نہیں کرتیں۔وہ مخالفت شرع سے محفوظ ہیں۔[2]

صاحب من !جب تم مذکورہ بالاصفات کے حامل شیخ کامل و مکمل کی صحبت کو اختیار کر چکے تو تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم ان کے ساتھ تلاعب اختیار کرو اس لئے کہ ان کے ساتھ تلاعب اختیار کرنا تمہاری ہلاکت کا باعث بن جائے گا۔

جیسا کہ مشائخ عظام نے فرمایا:

لایفلح مریدبین شیخین۔

یعنی جو مرید دو پیروں کے درمیان ہو وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

ہم تعدد پیر کے جواز کے حق میں ہیں اور اس کی چند صورتیں ہیں جائز اور ناجائز بلکہ بعض صورتوں میں دوسرے پیر کی بیعت کرنا لازم و واجب ہے اگر کوئی شخص ناقص پیر سے مرید ہو اور پیر کا ناقص ہوناواضح ہو جائے تو دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔ اگر کسی کا شیخ کامل مکمل ہو لیکن وفات پا جائے تو اس صورت میں بھی فوراً کسی دوسرے شیخ کامل مکمل کی بیعت کرنالازم ہے اس شخص کے لئے جو ابھی درجہ کمال تک نہ پہنچاہو اور اگر کسی شیخ کامل مکمل کا مرید ہو مگر آداب طریقت اور اتباع شریعت بجالانے کے باوجود اسے فیض نہیں پہنچتا تو اس صورت میں بھی دوسرے شیخ کامل مکمل کی طرف رجوع شرعاً واجب ہے اور فیض سے مراد کمالات باطنی کا فیض ہے نہ کہ تعویذ گنڈے۔

مگر شیخ اول کی بے ادبی سے احتراز لازم ہے اور اگر شیخ کامل مکمل سے مرید ہو اور صدق دل کے ساتھ آداب طریقت بجالائے اور اتباع شریعت پر کاربند ہو اور اس شیخ مبارک کا فیض اور نورانیت اسے پہنچے اطمینان نفس اعتدال عناصر اور حیات لطائف مع الحرارت علی حسب الاستعداد حاصل ہو تو ایسے شخص کی صحبت اور ملازمت ضروری ہے اور اس سے اعراض کرنا موجب ہلاکت ابدی ہے۔ **کمالآیکون للمرأۃ زوجین ولاللعالم الھین ولابطن واحدقلبین کذلک لایکون للمرید شیخین (شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ)** کامصداق صحیح یہ آخری قسم ہے اور پہلی اقسام میں دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنالازم

---

[1] مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر ۳۴ ص ۱۲۵ ج ۱ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

[2] الیواقیت والجواھر ص ۵۳ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

اور واجب ہے اور جو پیر کامل طور پر سنت سنیہ علی صاحبھا الصلوات و اکملھا و التسلیمات اتمھا کا متبع نہ ہو وہ شیخ ناقص ہے کہ ” طریقت بے شریعت نیست حاصل “طریقت بغیر شریعت حاصل نہیں ہوتی۔

محال است سعدی کہ راہ صفا
توان رفت جز در پے مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
خلاف پیغمبر کسے راہ گزید ہر گز نخواہد بمنزل رسید
محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا بروئی ہر دو سرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کے بغیر راہ صفا (تصوف وطریقت) پر چلنا محال ہے جس نے بھی پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف یعنی آپ علیہ الصلوات والتسلیمات کی سنت سے ہٹ کر راہ اختیار کی وہ ہر گز منزل پر نہیں پہنچے گا۔

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سید کونین عزت ہیں دوجہاں کی
پڑے خاک اس کے سر پر جو نہیں ہے خاک ان کے در کی

اب ہم مسئلہ کو قدرے وضاحت سے پیش کرتے ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالی عنہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ:

دریں طریق پیری و مریدی بتعلیم و تعلم طریقہ است نہ بکلاہ و شجرہ کہ در اکثر طرق مشائخ رسم شدہ است حتی متاخرین ایشاں پیری و مریدی را منحصر بکلاہ و شجرہ ساختہ اند ازینجا است کہ تعدد پیر ایشاں تجویز نے فرمایند و معلم طریقت را مرشد نامند و پیر نے دانند و رعایت آداب پیری را بحق او بجا نمی آرند۔ ایں از کمال جہالت و نہ رسائی ایشان است نمی دانند کہ مشائخ ایشاں پیر تعلیم و پیر صحبت را نیز پیر گفتہ اند و تعدد پیر تجوز فرمودہ اند بلکہ در حین حیات پیر اول اگر طالب رشد خودرا در جائے دیگر بیند بے انکار پیر اول جائزاست کہ پیر ثانی اختیار کند۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ در باب تجویز ایں معنی از علماء بخارا فتوی درست فرمودہ بودند۔ آرے اگر از پیرے خرقہ گرفتہ باشد از دیگرے خرقہ ارادت نا گیرد و اگر گیرد خرقہ تبرک گیرد و ازینجا لازم نمی آید کہ پیر دیگر اصلاً نگیرد بلکہ رواست کہ

خرقہ ارادت ازیکے گیرد و تعلیم طریقت از دیگرے وصحبت باثالث دارد۔ واگرایں ہرسہ از یکے میسر گردد چہ نعمت است جائزاست کہ تعلیم وصحبت از مشائخ متعدد استفادہ نماید و باید دانست کہ پیر آنست کہ مرید را بحق سبحانہ رہنمائی فرماید ایں معنی در تعلیم طریقت بیشتر ملحوظ است وواضح تراست پیر تعلیم ہم استاد شریعت وہم رہنمائی طریقت بخلاف پیر خرقہ پس رعایت آداب پیر تعلیم بیشتر باید اورد۔[1]

اس طریق میں پیری ومریدی کے طریقہ کے سیکھنے اور سکھانے پر موقوف ہے نہ کلاہ و شجرہ پر جو مشائخ کے اکثر طریقوں میں مروج ہے حتیٰ کہ ان کے متاخرین نے پیری ومریدی کو کلاہ و شجرہ پر منحصر کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ پیر کا تعدد جائز نہیں رکھتے اور طریقہ سکھانے والے کو مرشد کہتے ہیں پیر نہیں جانتے اور آداب پیری کو اس کے حق میں محفوظ نہیں رکھتے یہ انکی کمال جہالت اور نادانی کی وجہ سے ہے نہیں جانتے کہ ان کے مشائخ نے پیر تعلیم اور پیر صحبت کو بھی پیر کہا ہے اور پیر کا تعداد جائز فرمایا ہے بلکہ پیر اول کی زندگی کے دوران میں ہی اگر ایک طالب علم اپنی بھلائی کسی اور جگہ دیکھے تو اس کے لیے جائز ہے کہ پہلے پیر کا انکار کیے بغیر دوسرے پیر کو اختیار کرے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے اس کے جائز ہونے میں علمائے بخارا سے اس کا فتوی درست فرمایا تھا ہاں اگر ایک پیر سے خرقہ ارادت لیا ہو تو پھر دوسرے سے خرقہ ارادت نہ لے اور اگر لے تو تبرک کا خرقہ لے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسرا پیر ہر گز نہ پکڑے بلکہ جائز ہے کہ خرقہ ارادت ایک سے لے اور طریقت کی تعلیم دوسرے سے اور صحبت تیسرے کے ساتھ رکھے اور اگر یہ تینوں دولتیں ایک سے میسر ہو جائیں تو بڑی نعمت ہے اور جائز ہے کہ مشائخ متعددہ سے تعلیم وصحبت کا استفادہ کرے جاننا چاہیے کہ پیر وہ ہے جو مرید کو حق سبحانہ کی طرف رہنمائی کرے یہ بات تعلیم طریقت میں زیادہ ملحوظ اور واضح ہے کیونکہ پیر تعلیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا رہنما بھی برخلاف پیر خرقہ کے پس پیر تعلیم کے آداب کی زیادہ تر رعایت کرنی چاہیئے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

مکتوبے کہ ارسال داشتہ بودند رسید پرسیدہ بودند کہ باوجود حیات پیر اگر طالب پیش شیخ دیگر برود وطلب حق جل وعلا نماید مجوزاست یانہ؟ بدانند مقصود حق است سبحانہ وپیر وسیلہ است بجناب قدس حق تعالی اگر طالب رشد خود را پیش شیخ دیگر بیند ودل خود در صحبت او بحق سبحانہ جمع یابد رواست کہ در حیات پیر بے اذن پیر طالب پیش آن شیخ برود طلب

[1](مکتوب نمبر ۲۲۱ صفحہ نمبر ۸ جلد اول حصہ چہارم دفتر اول)

رشد از و نماید اما باید کہ از پیر اول انکار نہ کند و جذبہ نیکی یاد نہ نماید۔ علی الخصوص پیری و مریدی ای وقت بیش از رسم و عادت نہ مانداست اکثر پیران ای وقت از خود خبر نہ دارند و ایمان را از کفر جدا نمی توانند کرد از خدا جل شانہٗ چہ خبر خواہند داشت و مرید را کدام راہ خواہند نمودے۔

آگاہ چوں از خویشتن نیست جنین   کہ خبر دار از چنان و چنیں

وائے بر مریدے بریں طور پیرے اعتماد کردہ بنشیند و بدیگرے رجوع نہ کند و راہ خدا جل شانہ معلوم نہ سازد خطرات شیطانی کہ از راہ حیات پیر ناقص آمدہ طالب را از حق سبحانہ باز میدارد ہر جا رشد و جمعیت دل یافتہ شود بے توقف رجوع باید کرد و از وسواس شیطانی پناہ باید جست۔[1]

آپ کا ارسال کردہ خط پہنچا۔ جس میں آپ نے پوچھا تھا کہ پیر کے زندہ اور موجود ہونے کے باوجود سید اگر کوئی شخص دوسرے شیخ کے پاس جائے اور طلب حق کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

جاننا چاہیے کہ مقصود حق اللہ تعالی ہے (نہ کہ پیری و مریدی) اور پیر حق تعالی کی جانب تک پہنچنے کا وسیلہ ہے اگر کوئی طالب اپنی بھلائی دوسرے شیخ کے پاس دیکھے اور اپنے دل کو اس کی صحبت میں حق تعالیٰ کے ساتھ جمع پائے تو جائز ہے کہ پیر کی زندگی میں پیر کے اذن (اجازت) کے بغیر طالب اس شیخ کے پاس جائے اور اس سے رشد و ہدایت طلب کرے لیکن چاہیئے کہ پیر اول کا انکار نہ کرے اور اسے نیکی کے ساتھ ہی یاد کرے۔ بالخصوص۔ اس وقت کی پیری مریدی جو محض ایک رسم و عادت سے بڑھ کر نہیں۔ اس وقت کے اکثر پیروں کو اپنی خبر نہیں اور ایمان و کفر کی تمیز نہیں کر سکتے تو پھر خدا تعالی کی کیا خبر رکھتے ہوں گے اور مریدوں کو کونسا راستہ دکھائیں گے۔

آگاہ از خویشتن چوں نیست جنین   کہ خبر دار از چناں و چنیں

جنین (بچہ جو ماں کے پیٹ کے اندر ہوتا ہے۔) جب اپنے آپ سے آگاہ نہیں تو ادھر ادھر کی اسے کیا خبر ہے۔

ایسے مرید پر افسوس کہ جو ایسے پیر پر اعتماد کر کے بیٹھا رہے اور دوسرے پیر کی طرف رجوع نہ کرے اور خدا تعالیٰ کا راستہ تلاش نہ کرے۔ یہ شیطانی خطرات ہیں جو پیر ناقص کی زندگی کے باعث طالب کو حق تعالیٰ سے ہٹائے رکھتے ہیں۔ جہاں جمعیت دل اور ہدایت حاصل ہو بلا توقف ادھر رجوع کرنا چاہیے اور شیطانی (وساوس) وسوسوں سے پناہ مانگنی چاہیئے۔

مندرجہ بالا دو عبارتوں میں حضرت امام ربانی قندیلِ نورانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالی عنہ نے چھ بار تعدد پیر کے جواز کا قول فرمایا ہے اور حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالی عنہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ پیر اول کو صرف نیکی سے یاد

[1] (مکتوب نمبر 63 جلد نمبر 2 دفتر ثانی)

کریں۔ آپ کا یہ قول متشرع اور غیر مبتدع کے ساتھ خاص ہے اور اگر پیر اول مبتدع ہو تو اس کو نیکی سے یاد کرنا نہیں بلکہ اس کی مذمت کرنا واجب ہے۔

جیسا کہ مکاتیب غلام علی شاہ صفحہ نمبر ۸۴ اور ۸۵ میں ہے کہ:

بیان معائب اساتذہ کہ در وثوق ایشاں قصور است و معائب مشائخ مبتدع لازم است تا مسلمانان پرہیز نمایند۔[1]

وہ اساتذہ کہ جن کے وثوق (یقین و عقیدہ) میں قصور ہو اور مبتدع مشائخ کے عیب بیان کرنا لازم ہے تاکہ مسلمان ان سے پرہیز کریں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا عمل بھی تعدد پیر کے جواز کی دلیل ہے کیونکہ متعدد مشائخ سے متعدد سلاسل کسب کرنے کے بعد آخر میں نقشبندیہ شریفہ میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت ہوئے اور اس سلسلہ میں علوم و معارف اور کمالات و حقائق حاصل کیے۔

اس بارے میں علامہ بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "حضرات القدس" میں رقمطراز ہیں:

وانتساب آں حضرت در سلسلہ چشتیہ والد خود شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ است و والد ایشاں را انتساب در سلسلہ قادریہ بدیں طریق است کہ آنحضرت راانتساب بوالد خود بود ووے بشیخ رکن الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکور۔۔۔ ونیز ایشاں رادر سلسلہ قادریہ باوجود نظر قبولیت حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انتساب بشاہ سکندر کہ نبیرہ شاہ مشار الیہ است کہ باوجود پسر خود شاہ عماد خلافت بہ نبیرہ مذکور عنایت فرمودہ۔۔۔ وانتساب آنحضرت قدس سرہ بسلسلہ عالیہ نقشبندیہ بتفصیل وتعدد طرق در صدر دفتر اول ایں کتاب ذکر یافتہ است۔

آپ کے سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب ہیں اور آپ کے والد شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب ہیں۔۔۔ نیز آپ کا انتساب طریقہ قادریہ میں اس طرح ہے کہ اپنے والد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے اور آپ کے والد شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہیں۔۔۔ نیز آپ سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر قبولیت کے باوجود شاہ سکندر رحمۃ اللہ تعالیٰ جو کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں سے منسوب

[1] مکاتیب غلام علی شاہ صفحہ نمبر ۸۴ اور ۸۵

ہیں۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود اپنے بیٹے شاہ عماد کے حضرت شاہ سکندر رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت عطا فرمائی تھی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ساتھ آپ کا منسوب ہونا اس کتاب کے دفتر اول میں بالتفصیل مذکور ہو چکا ہے۔[1]

اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ تعالی اپنے مکاتیب میں فرماتے ہیں :

حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعد از تلقین اذکار چشتیہ و قادریہ و سہروریہ از والد خود رحمۃ اللہ تعالی علیہ کبرویہ از حضرت یعقوب صرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ از جناب حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ طریقہ نقشبندیہ گرفتہ ہمیں صحبت مبارک ایشاں بکمالات و مقامات و حالات و جذبات و ارادات و کیفیات وعلوم و معارف کثیرہ و اسرار و انوار بسیار رسیدند۔ باز ببرکت تربیت آنجناب بطریقہ جدیدہ از موہبت حق سبحانہ امتیاز یافتند و حضرت خواجہ اثبات آں فرمودند۔ دریں طریقہ جدیدہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ اصطلاحات و مقامات بسیار اند و در ہر اصطلاح کیفیات و حالات علیحدہ و انوار و اسرار جدا است۔ عین طریقہ ایشاں بشہادت علماء وعقلاء قوتے یافت وعالمے باین طریقہ از واصلان حق سبحانہ شد۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اذکار چشتیہ قادریہ اور سہر وردیہ کی اپنے والد رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے اور طریقہ کبرویہ کی حضرت یعقوب صرفی رحمۃ اللہ علیہ سے تلقین کے بعد جناب حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ نقشبندیہ اخذ کیا اسی صحبت مبارک کے سبب آپ کو کمالات و مقامات حالات وجذبات وارادات وکیفیات علوم و معارف کثیرہ اور اسرار وانوار بسیار حاصل ہوئے پھر آنجناب کی تربیت کی برکت اور عطائے خداوندی سے آپ نئے طریقہ سے ممتاز ہوئے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالی نے اس طریقہ جدیدہ کی تصدیق فرمائی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے اس طریقہ جدیدہ میں اصطلاحات و مقامات بہت ہیں اور ہر اصطلاح میں کیفیات و حالات اور اسرار وانوار علیحدہ اور جدا ہیں۔ آپ کا طریقہ بشہادت علماء وعقلاء قوی ہے اور ایک عالم (جم غفیر) اس طریقے کے ذریعے وہ واصلان حق سبحانہ میں سے ہوا ہے۔[2]

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ۔ جو طرق اربعہ و کبرویہ کے جامع میدان تصوف و معرفت کے شہسوار اور مجدد الف ثانی ہیں کہ عمل اور ارشادات کی روشنی میں واضح ہو گیا ہے کہ ایک سے زیادہ مشائخ سے بیعت ہونا جائز و مستحسن ہے اور یہ بھی

---

[1] (مکتوب نمبر ۱۲۲ صفحہ نمبر ۸ جلد اول حصہ چہارم دفتر اول)

[2] (مکتوب نمبر ۱۲۲ صفحہ نمبر ۸ جلد اول حصہ چہارم دفتر اول)

ثابت ہوا کہ سلاسل ثلاثہ قادریہ شریف چشتیہ شریف اور سہروردیہ شریف اخذ کرنے اور خلافت پانے کے بعد طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہو کر طریقہ اخذ کرنا درست اور باعث عظمت ہے۔ نفسانی اور شیطانی وسوسوں کے چنگل میں پھنس کر اور نام نہاد پیری مریدی کے گھمنڈ میں الجھ کر درجات عالیہ سے محروم رہنا بڑی نادانی اور حماقت ہے اوراس بات میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہو جانے کے بعد کسی اور شیخ کی ضرورت نہیں رہتی اگرچہ شیخ وفات پا جائے اور سالک کی راہ سلوک نامکمل ہوں۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول و عمل کے بعد اس مسئلہ میں مزید کسی دلیل کی ضرورت تو نہیں رہتی تاہم اتمام حجت کے لئے ہم دوسرے ائمہ طریقت کے اقوال و فرامین اور عمل پیش کرتے ہیں۔

حضرت پیران پیر غوث الاعظم دستگیر شیخ المشائخ جناب شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کے بھی متعدد مشائخ اور پیر تھے چنانچہ حضرت علامہ مولانا عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ "نفحات الانس" میں رقمطراز ہیں کہ حضرت غوث الاعظم محی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یکبار چہل روز ہیچ چیز نخوردم بعد از چہل روز یک شخص آمد و قدرے بعام اوردو.بنهادو برفت نزدیک بود کہ نفس من بر بالای بعام از بس گرسنگی آید گفتم کہ واللہ از عہدے کہ با خدا تعالیٰ بستہ ام برنگرم شنیدم کہ از باطن من یک شخص فریاد میکند بآواز بلند می گوید۔الجوع الجوع الجوع ناگاہ شیخ ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ تعالی علیہ بمن گزشت وآن آواز بشنید وگفت عبد القادر ایں چیست؟ گفتم ایں قلق واضطراب نفس است واماروح بر قرار خود است ودر مشاہدہٗ خداوند خود ۔۔۔ الی ان قال ۔۔۔ وبعد ازان مرا خرقہ پوشانید وصحبت وے رالازم گرفتم ۔۔۔ قال بعد عدۃ اسطر ۔۔۔ شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ تعالی علیہ از جملہ مشائخ شیخ محی الدین عبد القادر است است کان امیاً و فتح علیہ باب المعارف والاسرار وصار قدوۃ للمشائخ الکبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ایک بار چالیس روز گزر گئے کہ میں نے کچھ نہ کھایا۔ چالیس دن کے بعد ایک آدمی تھوڑا سا کھانا لایا اور رکھ کر چلا گیا۔ قریب تھا کہ میرا نفس شدت بھوک کی وجہ سے کھانے کی طرف آ جاتا۔ میں نے کہا کہ واللہ جو عہد میں نے اللہ تعالی سے کیا ہے اس کی حفاظت کروں گا۔ میں نے سنا کہ میرے باطن سے کوئی بلند آواز سے فریاد کر رہا ہے۔ الجوع الجوع الجوع۔ (بھوک) اچانک شیخ ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ تعالی علیہ میرے پاس سے گزرے اور اس آواز کو سن کر فرمایا کہ اے عبد القادر یہ کیا ہے ؟ میں نے کہا یہ نفس کا اضطراب و فریاد ہے لیکن روح اپنی جگہ بر قرار اور مشاہدہ خداوندی سبحانہٗ میں مستغرق ہے ۔۔۔ کچھ آگے

چل کر فرمایا۔۔۔اس کے بعد حضرت ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے خرقہ پہنایا اور میں نے آپ کی صحبت کو لازم پکڑا۔۔۔چند سطور کے بعد حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ محی الدین عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جملہ مشائخ میں سے ہیں اور آپ اُمی (اَن پڑھ) تھے۔ آپ پر اسرار و معارف کے دروازے کھل گئے یہاں تک کہ آپ بڑے بڑے مشائخ کے پیشوا بن گئے۔[1]

اس عبارت سے بالکل واضح ہو گیا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی متعدد مشائخ تھے اس طرح آپ کے عمل سے تعدد مشائخ کے جواز کا مسئلہ ثابت ہو گیا اور مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے تعدد شیخ کا واقعہ نقل کر کے اپنی طرف سے کوئی تردید اور انکار نقل نہ فرمانا اور "سکوت در معرض بیان دلالت علی البیان" کے مطابق مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نقل و سکوت بھی اس مسئلہ کے جواز پر مزید دلیل بن گیا۔[2]

حضرت امام عبد الوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے متعدد مشائخ اور ان سے طریقہ اخذ کرنے کے متعلق سند تلقین صوفی کے تحت اپنا شجرہ طریقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سیدی محمد لقن الشیخ محمد السروی و الشیخ علی المرصفی وھما توباولقنا العبد الفقیر الی اللہ تعالیٰ عبدالوھاب بن احمد الشعرانی۔

یعنی فقیر عبد الوہاب بن احمد الشعرانی (مؤلف کتاب) نے شیخ محمد سروی اور شیخ علی المرصفی سے بیعت ہو کر اخذ کیا اور وہ دونوں شیخ محمد کے مرید ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

ثم انی تلقنت علی سیدی محمد الشناوی۔

پھر میں سیدی حضرت شیخ محمد شناوی سے بیعت ہو کر ذکر اخذ کیا۔

آگے فرماتے ہیں:

ولی طریق اخریٰ اقرب سندامن ھذہ وھو انی تلقنت علی شیخ مشائخ الاسلام زکریاوتلقن ھو علی سیدی محمدالغمری تلمیذسیدی احمدالزاھدرفیق سیدی مدین فبینی وبین الشیخ الزاھدرجلان فقط فانامساومن ھذاالطریق یاذن لی فی تربیتہ المریدین سوی شیخی الشیخ محمدالشناوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

---

[1] (مکتوب نمبر ۲۲۱ صفحہ نمبر ۸ جلد اول حصہ چہارم دفتر اول)

[2] ہدایت السالکین ص ۱۵۸

میرا ایک اور شجرہ طریقت بھی ہے جو سند کے لحاظ سے مذکورہ بالا شجرہ سے زیادہ قریب ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے حضرت شیخ مشائخ الاسلام زکریا انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی اور وہ حضرت سیدی محمد الغمری سے بیعت ہیں جو شیخ محمد الزاہد کے مرید اور شیخ مدین کے رفیق (پیر بھائی) ہیں۔ پس میرے اور شیخ زاہد کے درمیان صرف دو حضرات ہیں۔ اس سند کے لحاظ سے میں اور شیخ محمد سروی جو میرے شیخ حضرت محمد شناوی کے شیخ ہیں دونوں برابر ہیں لیکن مریدوں کی تربیت کی اجازت مجھے میرے شیخ حضرت محمد الشناوی کے علاوہ کسی نے نہیں دی۔[1]

کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں:

ولی طریق اخری اخذت عن علی الخواص رحمہ اللہ تعالی۔

یعنی مجھے اور ایک طریقہ بھی حاصل ہے وہ میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ تعالی سے اخذ کیا ہے۔

مذکورہ بیانات سے واضح ہوا کہ مؤلف "انوار لقدسیہ" حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھی متعدد مشائخ اور پیر تھے اسی طرح تعدد شیخ کے جواز بلکہ بعض صورتوں میں "وجوب" کے متعلق بیہقی وقت صاحب تفسیر مظہری حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالی "ارشاد الطالبین" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

اگر شخصے بخدمت شیخ مدتے بحسن اعتقاد ماند و در صحبت او تاثیر نیافت واجب است بروے کہ آں کند و تلاش شیخ و دیگر نماید و گرنہ مقصود و معبود ش شیخ باشد نا خدائے تعالیٰ وایں شرک است حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ تعالی پیر طریقہ نقشبندیہ می فرماید:

باہر نشستے و نشد جمع دلت	وز تو نرمید زحمت آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش	ورنہ نہ کند روح عزیزاں بحلت

لیکن ازاں شیخ حسن ظن دارد چہ یحتمل کہ آں شیخ کامل و مکمل باشد و نزد او نصیب آں کس نبود۔ اگر شیخ کامل و مکمل باشد و ازیں جہاں رحلت فرمود و مرید بدرجہ کمال نرسد واجب است کہ آں مرید صحبت شیخ دیگر تلاش کند کہ مقصود خدا (جل وعلا) است۔

اگر کوئی ایک عرصہ تک حسن اعتقاد کے ساتھ شیخ کی خدمت میں رہے اور اس کی صحبت میں کوئی تاثیر نہ پائے تو اس شیخ کو ترک کرکے دوسرے شیخ کی تلاش کرنا اس پر "واجب" ہے ورنہ اس کا مقصود و معبود شیخ ٹھہرے گا نہ کہ خدا تعالی اور یہ شرک ہے۔ حضرت عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مشائخ نقشبندیہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ جب تو کسی (پیر) کی

---

[1] (الانوار القدسیہ ص ۱۳ جز ثانی)

صحبت اختیار کرے اور تجھے دلجمعی حاصل نہ ہو اور تجھ سے آب وگل کی کدورتیں دور نہ ہوں تو اس کی صحبت سے دور بھاگ ورنہ عزیزان کی روح تیری اس غلطی کو معاف نہیں کرے گی لیکن اس شیخ کے بارے میں حسن ظن رکھے کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ وہ شیخ کامل و مکمل تو ہو لیکن اس کے پاس اس شخص کا حصہ اور نصیب نہ ہو اور اسی طرح اگر پیر کامل و مکمل ہو اور وہ اس جہاں سے رحلت فرما جائے اور مرید ابھی درجہ کمال تک نہ پہنچا ہو ایسے مرید کے لیے دوسرے (کامل اور مکمل) پیر کی صحبت تلاش کرنا "واجب" ہے کیونکہ مقصود (پیر نہیں) اللہ تعالیٰ ہے۔[1]

بس اختلاف یہ ہے کہ مشائخ کے تلاعب یعنی مذاق اور کھیل نہ کیا جائے کہ جب چاہے بیعت توڑ دے اپنی مرضی سے اور اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے۔

امام عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا میرے لئے شیخ امین الدین جامع الغمری کے امام نے حکایت بیان کی کہ ایک گروہ سیدی ابوالعباس الغمری کے پاس آیا اور آپ سے تلقین ذکر چاہی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا طلب طریق میں اپنی نیتیں خالص کر لو ورنہ تمہیں غضب پہنچے گا۔ پس ان میں سے ایک فقیر نے بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف آنے کی جرأت نہ کی اور چلے گئے اور انہوں نے کہا جو طریق سے کھیلتا ہے اس کے ساتھ کھیلا جاتا ہے۔ رسالہ ھذا میں فقیر نے اس مسئلہ (یعنی مشائخ کے ساتھ تلاعب اختیار کرنا کس قدر قبیح فعل ہے۔) کی وضاحت فرمائی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس رسالہ کو سعادت مندوں کیلئے بہت مفید اور مشعل صراط مستقیم بنائے اور فقیر کے علم میں عمل میں اخلاص میں اور عرفان میں مزید ترقیاں نصیب فرمائے۔ آمین۔

الامام العلامۃ ابی العباس بن احمد بن محمد بن المھدی ابن عجیبۃ الحسینی لکھتے ہیں:

فَمَنْ نَكَثَ نقض البيعة ولم يفِ بها فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ فلا يعود ضرر نكثه إلا عليه قال جابر رضي الله عنه بايعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم تحت الشجرة على الموت وعلى ألاَ نفرّ فما نكث أحدُمنا البيعةَ إلا جَدّ بن قَيْسِ المنافق اختبأ تحت إبطِ بعيره ولم يَسر مع القوم. وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ الله يقال وفيت بالعهد وأوفيت. وقرأ حفص بضم الهاء من عليه توسُّلاً لتفخيم لام الجلالة وقيل هو الأصل وإنما كسر لمناسبة الياء. أي ومَن وفّى بعهده بالبيعة فَسَيُؤْتِيهِ أَجْراً عَظِيماً (الجنة وما فيها (.قال القشيري وفي هذه الآية تصريح بعين الجمع كما قال وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وقال في مختصره يُشير إلى كمال فنائه وجوده عليه السلام في الله وبقائه بالله. آه. فالآية تُشير إلى مقام الجمع المنبه عليه في الحديث فإذا أحببتُه كنت سمعه وبصره ويده وسائر قواه الذي هو سر الخلافة والبقاء بالله وهذا الأمر حاصل لخلفائه صلّى الله عليه وسلم من العارفين بالله أهل الفناء والبقاء وهم أهل التربية النبوية في كل زمان فمَن بايعهم فقد بايع الله

---

[1] (ارشادالطالبین ص ۲۴، ۲۵)

ومَن نظر إليهم فقد نظر إلى الله فمَن نكث العهد بعد عقده معهم فإنما ينكثه على نفسه فتيبس شجرةُ إرادته ويُطمس نور بصيرته فيرجع إلى مقام عامة أهل اليمين ومَن أوفى بما عاهد عليه الله فسيؤتيه أجراً عظيماً شهود ذاته المقدسة على الدوام والظفر بمقام المقربين ثبتنا الله على منهاجه القويم من غير انتكاص ولا رجوع آمين۔

ترجمہ: جس نے بیعت کو توڑا اور ایفاء نہ کی تو اس نے خود کو ضرر اور نقصان دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ درخت کے نیچے موت اور اس بات پر کہ ہم راہ فرار اختیار نہیں کریں گے پر بیعت کی تو ہم میں سے صرف جد بن قیس نے بیعت توڑی اور اپنے اونٹ کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا اور قوم کے ساتھ نہیں گیا اور جس عہد پر عمل کا کہا جاتا ہے کہ میں نے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور حفص کی حاء کو پیش سے پڑھا جیسے لفظ اللہ کے لام کو پُر کرنے کے ساتھ اور کہا گیا کہ یہی اصل ہے اور کسرہ یاء کی مناسبت کی وجہ سے ہے یعنی جس نے اپنی بیعت کو پورا کیا تو اس کو بڑا اجر و ثواب دیا جائے گا۔ (جنت اور جو کچھ اس میں ہے) وَمَا رَمَيتَ إِذْ رَمَيتَ امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عین جمع پر تصریح فرمائی اور اپنی مختصر میں فرمایا کہ اس کے کمال فنا پر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی کمال سخا پر دلالت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے اس کے بقاء پر اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے جو کہ حدیث شریف میں بھی ملتا ہے کہ جب میں کسی کو محبوب بناتا ہوں تو میں اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور ساری قوت بن جاتا ہوں یعنی میں اس کی مدد کرتا ہوں جو کہ خلافت اور بقا باللہ کا راز ہے اور یہ مقام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلفاء کو حاصل ہے جو عارفین باللہ، فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی اصل ہیں اور ہر زمانے میں تربیتِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل ہیں تو جس نے ان کے ساتھ بیعت کی یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت کی اور جس نے ان کو دیکھا تو اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ پس جس نے بیعت کے بعد وفا نہ کی یعنی بیعت توڑ دی تو اس نے اپنا نقصان کیا تو اس کی ارادت کا درخت خشک ہو جاتا ہے اور اس کی بصیرت کی روشنی ختم ہو جاتی ہے تو عام اہل یمین کے مقام کو الٹے جاتے ہیں اور جس نے بیعت کو پورا کیا پس جلد اس کو اجر عظیم دیا جائے گا اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ کا ہمیشہ ان پر شہود اور مقربین کے مقام کی طرف رہنمائی ہو گی۔[1]

وفی حاشیة الصاوی علی تفسیر الجلالین۔

(إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ (المائدة ۱۲)) الخ فعهد الله هو امتثال المامورات و اجتناب المنهيات و الدال على ذلك تجب مطاوعته فالشيخ المتمسك بشرع رسول الله القائم بحقوق الله و حقوق عباده اذا اخذ العهد بذلك على انسان وجب عليه اتباعه ونقض عهده اما كفر اذا قصد نقض ماهو عليه من التوحيد وغيره او ضلال مبين

[1] (البحر المدید ج۷ ص ۱۳۶-۱۳۷)

اذا قصد عدم الالتزام باوراده واما من خالف الشرع واتبع هوى نفسه فالواجب نقض عهده لان من لا عهد له مع الله لا عهد له مع خلقه۔

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ سے عہد وہ مامورات پر عمل اور نواھی سے اجتناب کرنا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ کی اطاعت واجب ہے تو جو شیخ شریعت پر مستقیم ہو حقوق اللہ و حقوق العباد کو پورا کرنے والا ہو جب اس بات ہر اپنے مرید سے بیعت لیں تو مرید پر اسکی اطاعت واجب ہے اور اس بیعت کا توڑنا ایسا ہے کہ توحید وغیرہ کا انکار یا گمراہی کفر ہے۔ جب تمھارا ارادہ شیخ کی طرف سے دیئے گئے اوراد نہ کرنے کا ہو یا شریعت کی مخالفت کرنے کی اور نفسانی خواہشات کی اتباع کا ارادہ ہو تو تم پر ضروری ہے کہ بیعت کو توڑ دو اس لئے کہ جس کا اللہ تعالیٰ کی ساتھ کوئی وعدہ نہیں تو اسکا اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے بھی کوئی وعدہ نہیں۔[1]

طریقت سے دھتکارے ہوئے مرید سے اللہ تعالیٰ سابقہ عطاء کردہ انوارِ الٰہی بھی سلب کر لیتا ہے

امام صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا۔

اور اپنی قسمیں آپس میں بے اصل بہانہ نہ بنالو کہ کہیں کوئی پاؤں جمنے کے بعد لغزش نہ کرے۔

ومثل ذلک من زل به القدم في عهد شيخه فنقضه فإنه مطرود عن طريقته، ومتى طرد عن طريقته فقد سلب ما وهبه الله له من النور الإلهي، فلا يرجي له الفتح في طريقة أخرى، لأن غاية الطرق واحدة، وهو قد طرد عن الغاية۔

اسی طرح جس کے قدم شیخ کی بیعت میں پھسل جائیں اور یہ بیعت توڑ دے، (تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے) جس کو طریقت سے دھتکارا گیا ہو، اور جب طریقت سے دھتکارا گیا ہو، پس تحقیق کے ساتھ وہ نورِ الٰہی جو اللہ جل شانہٗ نے اس کے دل میں اس ولی کامل کی توجہات کی برکت سے ڈالا تھا وہ سلب کیا جاتا ہے۔ تو کسی اور طریقے میں بھی اس کو کامیابی کی اُمید ہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ تمام طریقوں کا ہدف ایک ہوتا ہے اور اس کو ہدف سے دھتکارا گیا ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ کے ساتھ، اور اسکے بندوں کے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کو توڑنا منافقت کی علامت ہے

الشیخ الامام العلامۃ ابی العباس بن احمد بن محمد بن المھدی ابن عجیبۃ الحسنی المتوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

نقض العهد مع الله أو مع عباده من علامة النفاق، ومن شيم أهل البعاد والشقاق، والوفاء بالعهد من علامة الإيمان، ومن شيم أهل المحبة والعرفان. قال تعالى في صفة المفلحين: {وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ} [المؤمنون: 8]، ولا سيما عهود الشيوخ؛ أهل التمكين والرسوخ، فمن أخذ عقد الصحبة مع الشيخ الذي هو أهل للتربية؛

---

[1] (ج ۱ ص ۳۷۲ سورۃ المائدۃ دار الفکر)

[2] (حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین، ج ۳، ص ۱۰۹۰، مکتبۃ روضۃ القرآن، پشاور)

فيحذر مِنْ حَلّ العقدة بينه وبينه، فإنّ ذلك يقطع الإمداد، ويوجب الطرد والبعاد، والالتفات إلى غيره تسويس لبذرة الإرادة، وموجب لقطع الزيادة والإفادة، ثم إن الانجماع على الشيخ، وقطع النظر والالتفات إلى غيره هو سبب للكون - كذلك - مع الله، فبقدر الانقطاع إلى الشيخ يحصل الانقطاع إلى الله، وبقدر ترك الاختيار وسلب الإرادة مع الشيخ يحصل كذلك مع الله، وبقدر الوفاء بعهود شيوخ التربية يحصل الوفاء بعهود حقوق الربوبية. فمن كانت غيبته في الشيخ أقوى، وانحياشه أليه أكثر، وجمعه عليه أدوم، كان كذلك مع ربه، وكذلك التعظيم والأدب، والله يعامل العبد على حسب ذلك. قال الشيخ زَرّوق رضي الله عنه: (ولا تنتقلُ عنه، ولو رأيت من هو أعلى منه، فتحرمَ بركة الأول والثاني)، ولذلك كان المشايخ يمنعون أصحابهم من صحبة غيرهم، بل من زيارتهم، وأنشدوا: خُذْمَا تَراهُ ودَعْ شَيْئاً سَمِعتَ بِهِ يكمل صِدقُهُ وعقله، بحيث إذا زار: إما يستنقص شيخه، أو الشيخ الذي زاره، فليكف عن زيارة غير شيخه. وقال محيي الدين بن العربي: ويجب على المريد أن يعتقد في شيخه أنه عالم بالله، ناصح لخلق الله، ولا ينبغي له أن يعتقد في شيخه العصمة. وقد قيل للجنيد: أيزني العارف؟ فقال: {وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَراً مَّقْدُوراً} [الأحزاب: 38]. وصحب تلميذ شيخاً، فرآه يوماً قد زنا بامرأة، فلم يتغير من خدمته، ولا أخلّ في شيء من مرسومات شيخه، ولا ظهر منه نقص في احترامه. وقد عرف الشيخ أنه رآه، فقال له يوماً: يابني قد عَرَفْتُ أنك رأيتني حين فسقتُ بتلك المرأة، وكنت أنتظر فراقك عني من أجل ذلك: فقال له التلميذ: يا سيدي الإنسان معرض لمجاري أقدار الله عليه، وإني من الوقت الذي دخلت فيه إلى خدمتك ما خدمتك على أنك معصوم، وإنما خدمتك على أنك عارف بطريق الله تعالى، عارف بكيفية السلوك عليه الذي هو طلبي، وكونك تعصي أو لا تعصي شيء بينك وبين الله عزّ وجلّ، لا يرجع من ذلك شيء عَلَيّ، فما وقع منك يا سيدي شيء لا يوجب نفاري وزوالي عنك، وهذا هو عَقْدِي، فقال له الشيخ: وفقت وسعدت هكذا وإلا فلا... فربح ذلك التلميذ، وجاء منه ما تَقَرّ بِهِ العين من حسن الحال وعُلوِّ المقام. اھ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ، اور اسکے بندوں کے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کو توڑنا منافقت کی علامت ہے، اور شقاوت و بد بختی کی پہچان ہے، جبکہ وعدے کو پورا کرنا ایمان کی نشانی، اور اہل محبت و معرفت کی علامت ہے، اللہ تعالی کامیاب لوگوں کی نشانی بیان فرماتا ہے: ترجمہ: {اور (وہ مومنین کامیاب ہوئے) جو اپنی امانتوں اور کئے گئے عہدوں کی رعایت کرتے ہیں}۔۔ خصوصاجب وعدہ شیخ کے ساتھ ہو، جو کہ (علم و عمل میں) مضبوط ہوں، تو جس نے تربیت کرنے والے شیخ کی صحبت کی رسی تھام لی، تو اسے اپنے اور شیخ کے درمیان موجود رسی کے گرہ کھل جانے سے ڈرنا چاہیے; کیونکہ یہ گرہ کا کھل جانا آنے والے امداد کو منقطع کر دیتا ہے، اور دوری کو لازم کر دیتا ہے، اور شیخ کے علاوہ کسی اور کی طرف توجہ کرنا سلسلہ ارادت کی بیج کو فاسد کر دینے کی مترادف ہے، اور (علم و عمل میں) زیادتی و افادیت کو ختم کر دینے کے برابر ہے، اور ایک شیخ کے ساتھ مل جانا، اور دوسروں کی طرف توجہ کرنے سے رکنا یہ تواضع کا سبب ہے، تو جس قدر شیخ کی صحبت نصیب ہو گی، تو اس قدر اللہ کا قرب ملے گا، اور جس

قدر شیخ (کی مجلس) سے دوری اختیار کیا جائے، اور سلسلہ ارادت سے پیچھے ہٹا جائے، اللہ کی رحمت و قرب سے بھی دوری حاصل ہوتی ہے، اور جس قدر تربیت کرنے والے شیوخ کے وعدوں کا خیال رکھا جائے اسی قدر رب کائنات کے حقوق کے عہدوں کی وفا ظاہر و حاصل ہوتی ہے، پھر جسکی خلوت شیخ کے متعلق قوی ہو، اور اسکا میلان شیخ کی طرف زیادہ ہو، اور اسکی ملاقات شیخ کے ساتھ ہیشگی والی ہو، وہ اپنے رب کے ساتھ بھی اسی طرح ہوتا ہے، اور تعظیم و ادب میں بھی اسی طرح ہوتا ہے (اچھا شمار کیا جاتا ہے)، اور اللہ تعالی بندوں کے ساتھ اسی طرح معاملہ فرماتا ہے (جس طرح مریدین کا اپنے شیوخ کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے)۔۔۔امام زرّوق علیہ الرحمہ نے فرمایا: "شیخ کو مت چھوڑنا، اگرچہ تم ان سے اعلی و افضل کسی کو دیکھو، کہ پہلے شیخ کی برکت سے محروم تو ہوگے، ساتھ ساتھ دوسرے شیخ کی برکت سے بھی دور رہوگے"...یہی وجہ ہے کہ اکابر مشائخ اپنے مریدین کو دوسرے شیوخ کی صحبت میں بیٹھنے سے منع فرماتے تھے، بلکہ انکی زیارت سے بھی روکتے تھے، (کسی حکمت کی وجہ سے)...اور مشایخ کرام اعلان فرماتے: "جو چیز اپنے شیخ میں دیکھو تو وہ اپنالو، اور جب انکے متعلق کچھ سنو تو اسے چھوڑدو، کہ اس بات کی سچائی مکمل ہوجائے، کیونکہ جب وہ دوسرے شیخ کی زیارت کرے گا یا تو اپنے شیخ کو ناقص سمجھے گا، یا جس شیخ کی زیارت کررہا ہے اس کو ناقص گمان کرے گا، تو اسی وجہ سے مرید کو چاہیے کہ وہ دوسرے شیخ کی زیارت سے اپنے آپ کو روکے رکھے۔۔۔سیدنا شیخ اکبر محي الدین ابن العربی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے شیخ کے متعلق یہ اعتقاد رکھے کہ وہ عارف باللہ ہیں، اللہ کی مخلوق کو نصیحت کرنے والے ہیں، اور اپنے شیخ کے متعلق معصوم ہونے کا اعتقاد نہ رکھے"..سیدنا جنید البغدادی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی شیخ عارف باللہ ہوکر بھی زنا کرسکتا ہے؟ آپ نے قرآن کی آیت کی تلاوت کی جس کا ترجمہ ہے: {اور اللہ کا حکم ہوکر ہی رہتا ہے} (سورۃ الأحزاب:۳۸)"..ایک مرتبہ ایک مرید نے کسی شیخ کی صحبت اختیار کی، تو اچانک مرید نے شیخ کو زنا کرتے ہوئے دیکھا، لیکن اسکے باوجود اسکی خدمت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی (یعنی مسلسل شیخ کی خدمت میں مصروف رہا) اور نہ ہی شیخ کے احترام میں کوئی کمی واقع ہوئی، جبکہ شیخ کو اس بات کا علم تھا کہ مرید نے مجھے زنا کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا، پھر شیخ نے مرید سے ایک دن کہا: "اے میرے بیٹے! مجھے معلوم ہے کہ تم نے مجھے اس عورت کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا، میں تو اس انتظار میں تھا کہ تم مجھے کب چھوڑ کر جائیں گے؟" تو مرید نے شیخ کو عرض کی: "سیدی! انسان اللہ تعالی کی لکھی ہوئی تقدیر کے واقع ہونے کی جگہ پر انسان پہنچ ہی جاتا ہے، اور جب سے میں آپ کے پاس آیا ہوں تو میں آپکی خدمت اس لئے نہیں کرتا کہ آپ معصوم ہیں، بلکہ اس لئے کرتا ہوں کہ آپ عارف باللہ ہیں (یعنی معصوم نہیں ہیں، غلطی یا خطا ہوسکتی ہے) آپ اس راستے پر چلنے کی کیفیت کو جانتے ہیں جو راستہ میرا مقصد و مطلوب ہے، اور آپکا گناہ کرنا یا گناہ نہ کرنا مجھ پر کوئی ضرر نہیں لائے گا، آپ سے جو کچھ واقع ہوا وہ آپ سے میری دوری اختیار کرلینے کو لازم نہیں کرتا، یہی میرا وعدہ

ہے".. شیخ نے فرمایا:"(حسن ظن کے مقام پر) کھڑے ہو کر تم سعادت مند بنے ہو، ورنہ ایسا نہیں ہو سکتا تھا"..تو یہ مرید کامیاب ہوا، اور اس سے وہ اچھے احوال، اور بلند مقام ظاہر ہو جس پر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔[1]

اللہ تعالیٰ اور اسکے کامل اولیاء کے ساتھ کئے ہوئے وعدوں پر وفا کرنا ایمان کی علامت ہے

علامہ صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

يَاأَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ

اے ایمان والو اپنے قول (عہد) پورے کرو۔

و من ذلک ایضًا: وفاء المریدین بعهود المشایخ علی مصطلح الصوفیة۔

اور بعض عقود (وعدوں) میں سے جن پر وفاء کرنا لازم ہے مریدین کا وفا کرنا اپنے مشائخ کی بیعتوں پر جو کہ صوفیاء کی اصطلاح اور طرز و طریقہ ہے۔[2]

اپنے شیخِ کامل سے کی گئی بیعت پر مرتے دم تک عمل کرنا اور اس پر وفا کرنا

الامام العلامۃ ابی العباس بن احمد بن محمد بن المھدی ابن عجیبۃ الحسینی لکھتے ہیں:

يَاأَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ (المائدة ۱)

الإشارة: يا أيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود التي عقدتموها على نفوسكم في حال سيركم إلى حضرة ربِّكم، من مجاهدة ومُكابَدة، فمَن عقد عقدة مع ربّه فلا يحلّها، فإن النفس إذا استأنست بحلّ العقود لم ترتبط بحال، ولعبت بصاحبها كيف شاءت، وأوفوا بالعقود التي عقدتموها مع أشياخكمْ بالاستماع والاتّباع إلى مماتكم، وأوفوا بالعقود التي عقدها عليكم الحق تعالى، من القيام بوظائف العبودية، ودوام مشاهدة عظمة الربوبية، فإن أوفيتم بذلك، فقد أُحِلّت لكم الأشياء كلها تتصرّفون فيها بِهمّتكم؛ لأنكم إذا كنتم مع المُكَوِّن كانت الأكوان معكم. إلا ما يُتلَى عليكم مما ليس من مقدوركم مما أحاطت به أسوار الأقدار، "فإن سوابق الهِمَم لا تخرق أسوار الأقدار"، غير مُتَعَرِّضين لشهود السّوى وأنتم في حرم حضرة المولى، والله تعالى أعلم۔

اشارہ: اے ایمان والو! اپنے رب کے حضور تشریف لے جانے کی صورت میں جدوجہد اور مصائب کے حوالے سے جو معاہدہ تم نے اپنی جانوں سے کیا ہے اسے پورا کرو۔ پس جو شخص اپنے رب کے ساتھ گرہ باندھے گا، وہ اسے نہ کھولے۔ اگر نفس کا میلان پیدا ہو جائے اس گرہ کے کھولنے کی طرف تو وہ کسی بھی حالت کا پابند نہیں رہتا، اور اپنے صاحب کے ساتھ جس طرح چاہے کھیلے گا (یعنی نفس کی خواہشات پر چلے گا) اور اپنے مشائخ کے ساتھ جو وعدے تم نے کئے ہیں استماع اور اتباع کے حوالے

---

[1] (البحر المدید، جلد:۱، صفحہ:۱۱۸، سورة البقرة)

[2] (حاشية الصاوی علی التفسیر الجلالین، ج ۲، ص ۷ ۶ ۴)

سے مرتے دم تک اس پر وفا کرو۔ اور ان وعدوں کو بھی پورا کرو جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کئے ہیں جیسے کہ بندگی کے فرائض انجام دینا اور الوہیت کی عظمت کا مشاہدہ کرتے رہنا۔ اگر آپ نے ان وعدوں کو پورا کیا تو آپ کے لئے وہ تمام چیزیں حلال کر دی جائیں گی جس میں آپ اپنی مرضی کے مطابق تصرف کر سکتے ہیں اپنی ہمت کے ساتھ، کیونکہ اگر آپ خالق کے ساتھ ہوتے تو کائنات آپ کے ساتھ ہے (یعنی اگر آپ خالق کی تابعداری کریں اور اس کی فرمانبرداری کریں تو کائنات آپ کے لئے مسخر کر دی جائے گی، جیسے کہ کہا گیا ہے من کان للہ کان اللہ لہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے) سوائے اس کے جو آپ کو پڑھی جاتی ہے جو آپ کے اختیار میں نہیں ہے اور جو تقدیر کی دیواروں سے گھری ہوئی ہے، کیونکہ عظم کی نظیریں تقدیر کی دیواروں کو نہیں توڑتی ہیں۔ اور اللہ جل وعلاشانہٗ بہتر جانتا ہے۔[1]

اپنے شیخ سے بیعت توڑنا خواہشات نفسانی کے مترادف ہے

حضرت علامۃ محمد بن عبد اللہ الخطیب الغزی الحنفی لکھتے ہیں :

سئل عن رجل أخذ العهدمن شيخ الكامل سالک لطريقة صحيحة خالية من البدع و التزوير مبنية على اقتناء آثار البشير النذير فهل لذلک الرجل أن يعدل عن العهدالأول بغير موجب شرعي ويأخذعهدشيخ آخر اولا؟وهل اذاكان عدوله عنهالغرض نفسه وارتكاب الحمية وابتغاءالفتنةيؤدب على ذلک اولا؟

اجاب ليس له العدول عن طريقة شيخه المستقيمة بغير موجب شرعي ويؤدب بمايليق به ان فعل ذلک بماذكر من غرض نفسه وارتكاب الحمية وابتغاء الفتنة اذاالمنسلخ عن طريق الحق الى طريق الاخرىٰ مثلهالايفعل ذلک ظاهرا الااتباعالهوانفسه والحالةهذه۔

ترجمہ: سوال کیا گیا ایسے شخص کے بارے میں کہ جس نے بیعت کی ایسے شیخ کامل جو صراط مستقیم پر قائم اور فریب دہی اور بدعات سے خالی ہو سے بیعت ہے اور اس کا طریقہ مزین ہو آثار بشیر ونذیر سے ایسے شیخ کامل سے بغیر عذر شرعی بیعت توڑ دینا اور کسی دوسرے سے بیعت کرنا درست ہے کہ نہیں اور اسکا شیخ اول سے پھر جانا نفسانی خواہشات اور ارتکاب حمیت اور فتنہ برپا کرنے کی وجہ سے ہو تو اسے تادیبا کوئی سزا ہو گی کہ نہیں؟[2]

جواب: مرید کے لئے جائز نہیں ہے کہ بغیر عذر شرعی شریعت پر مستقیم شیخ سے بیعت توڑ دے اور اس کو اس فعل کی وجہ سے مناسب سزا بھی دی جائے گی (جو کہ شیخ کامل اس کے لئے تجویز فرمائے) کہ اس نے نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور حمیت

---

[1] (البحر المدید، ج ۲، ص ۱۴۰)

[2] (فتاویٰ التمرتاشی ج ۲ ص ۲۶۵-۲۶۶ دار الفتح)

کا ارتکاب کیا اور فتنہ برپا کیا اور جب اس نے راہ حق سے دوسری راہ کو اختیار کیا تو اس کا حال یہ ہوا کہ ظاہراً اس نے کوئی نیکی نہ کی مگر نفس کی اتباع کرتے ہوئے، اور اسی وجہ سے اُس کی یہ حالت ہے۔

اپنے شیخ کی بیعت توڑنے والے کو بیعت نہ کرنا

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں :

عدم اخذی العھد علی مرید نکث عھد شیخه و جاء نی یجعلنی شیخه و کذلک مما انعم اللہ به علی عدم اظهار البشاشة له وفاءبحق شیخه الذی نکث عھده و ما بش شیخ فی وجه من نکث علی شیخه الا مقت هو و ذلک المرید و کان من خلق سیدی علی المرصفی و الشیخ محمد الشناوی ان لا یاخذ العهد علی مرید الا بعد ان یقول له هل تقدمت لک صحبة مع احد؟ فان قال نعم قال اذهب الی حال سبیلک۔

و اعلم انه ینبغی لکل من برز للمشیخة فی هذا الزمان ان لا یتلاعب بالطریق فیاخذ العهد علی المرید صورة فلیس معه مدد یمده به لان ذلک نفاق و المنافق لا یکون داعیا الی اللہ تبارک و تعالیٰ و فی بعض الآثار (لا تقوم الساعة حتی تجلس الشیاطین علی الکراسی و یعظوا الناس و الناس لا یشعرون ان ذلک الواعظ الشیطان۔)

ترجمہ: میں (حضور سیدی امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اس مرید کو بیعت نہیں کرتا جس نے اپنے شیخ سے بیعت (بغیر عذر شرعی کے) توڑی ہو اور وہ میرے پاس آئے کہ مجھے اپنا شیخ قرار دے اسی طرح مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی انعام ہے کہ اس کے اس شیخ کا جس کی بیعت اس نے توڑی ہو حق پورا کرنے کے لئے میں اس کے لئے خندہ پیشانی کا اظہار بھی نہیں کرتا اور کوئی شیخ اس کے سامنے خندہ پیشانی کا اظہار نہیں کرتا جس نے اپنے شیخ سے بیعت توڑی ہو مگر وہ (شیخ جو خندہ پیشانی سے پیش آئے) اور وہ مرید دونوں غضب کا شکار ہوتے ہیں اور سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ محمد الشناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادت تھی کہ دونوں میں سے کوئی بھی کسی مرید سے عہد نہ لیتے مگر پہلے اس سے پوچھ لیتے کہ کیا تم نے کسی شیخ (کامل) کی صحبت اختیار کر رکھی ہے؟ اگر وہ کہتا کہ ہاں تو فرماتے کہ اپنی راہ لے۔ (اسی شیخ کے پاس جا)

اور جان لے کہ اس دور میں جو بھی بطور شیخ ظاہر ہوا سے چاہئے کہ وہ طریقت کو کھیل نہ بنائے کہ مرید سے صورۃ عہد لے لیکن اس کے پاس مدد (اللہ تعالیٰ کی معرفت) نہ ہو جس سے اس کی مدد (مرید کا تزکیہ) کرے کیونکہ یہ نفاق ہے اور منافق داعی الی اللہ تبارک و تعالیٰ نہیں ہوتا۔ اور بعض آثار میں ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ شیاطین مسندوں پر بیٹھ کر لوگوں کو وعظ کریں گے اور لوگوں کو شعور نہیں ہو گا کہ یہ واعظ (نصیحت کرنے والا) شیطان ہے۔[1]

---

[1](المنن الکبری، الباب الثامن، ص، ۳۴۳، دار الکتب العلمیه، بیروت، المنن الوسطیٰ ص ۳۲۷ الباب الثالث فی جملة اخریٰ من الاخلاق)

بیعت توڑنے والے کا انجام

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں :

ومن شانہ حفظ عھدہ مع اللہ تعالی علی ملازمۃ التوبۃ من کل ذنب فان نقض العھد من اعظم الذنوب وھو معدود من انواع الردۃ عن بعض دینہ فیوشک ان یرتد عن دینہ کلہ وقد ورد المعاصی برید الکفر ای مقدمۃ وفی الحدیث ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یری اقواما من امتہ یوم القیامۃ قد اخذ بھم ذات الشمال فیقول یارب امتی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک انھم ارتدوا علی ادبارھم القھقری فیقول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سحقا سحقا قال بعض العلماء وھولاء لم یرتدوا عن اصل الدین وانما ارتدوا عن فعل شیٔ من فروعہ بدلیل انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یشفع فیھم اذا سکن الغضب الالھی وموافقۃ لہ۔

ترجمہ: مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ ہر گناہ سے توبہ کو لازم پکڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے گئے وعدہ کی حفاظت کرے کیونکہ وعدہ توڑنا بہت بڑا گناہ ہے اور یہ دین کے کچھ حصے سے پھر جانے میں شمار ہوتا ہے تو قریب ہے کہ وہ مکمل دین سے مرتد ہو جائے۔

جیسا کہ شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

قال عبداللہ بن المبارک رضی اللہ تعالی عنہ من تھاون بالآداب عوقب بحرمان السنۃ ومن تھاون بالسنۃ عوقب بحرمان الواجبات ومن تھاون بالواجبات عوقب بحرمان الفرائض ومن تھاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفۃ او کما قال۔

یعنی فرمایا عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس نے مستحبات میں سستی کی اسے سنت سے محرومی کی سزا ملے گی۔ اور جس نے سنت میں سستی کی اسے واجبات سے محرومی کی سزا ملے گی اور جس نے واجبات میں سستی کی اسے فرائض سے محرومی کی سزا ملے گی، اور جس نے فرائض میں سستی کی اسے معرفت خداوندی سے محرومی کی سزا ملے گی۔ اور معرفت خداوندی کے لئے عہد بیعت پر ملازمت اختیار کرنا ضروریات تصوف میں سے ہے۔[1]

حدیث شریف میں ہے:

المعاصی برید الکفر۔

گناہ کفر کا مقدمہ ہے۔

یعنی کفر سے پہلے گناہ ہوتے ہیں۔

[1] (تفسیر عزیزی، قطب الارشاد صفحہ ۱۴، مکتبہ قاسمیہ)

اور کفر کی طرف لے جاتے ہیں برید ایلچی، قاصد کو کہتے ہیں۔[1]

ایک اور حدیث میں ہے: قیامت کے دن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی امت کے کچھ لوگوں کو دیکھیں گے کہ ان کو بائیں طرف سے پکڑا جائے گا آپ عرض کریں گے "یا ربّ امّتی!" (اے رب! میری امت!) تو کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا یہ اسلام سے الٹے پاؤں پھر گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرمائیں گے: "سحقا سحقا" دور ہو جاؤ دور ہو جاؤ۔[2]

بعض علماء کرام فرماتے ہیں یہ لوگ اصل دین سے نہیں پھرے تھے یہ دین کے فروع پر عمل سے پھرے تھے اس بات کی دلیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا غضب کم ہو جائے گا اور دونوں میں موافقت ہو جائے گی تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی شفاعت فرمائیں گے۔[3]

مرید اپنی بری عادت کی طرف لوٹنے سے ڈرے

الشیخ الامام العلامۃ ابی العباس بن احمد بن محمد بن المھدی ابن عجیبۃ الحسنی المتوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

في الآية تخويف للمريد أن يرجع إلى عوائده، ويلتفت إلى عوالم حسه، فيشتغل بالدنيا بعد أن استشرف على جنة المعارف، تجري على قلبه أنهار العلوم، فينقُضُ العهد مع شيخه، أو يسيء الأدب معه، ولم يتب حتى تيبس أشجار معارفه، وتلعب به ريح الهوى، فيحترق قلبه بنار الشهوات۔

آیت (......) میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مرید اپنے بری عادت کی طرف لوٹنے سے ڈرے، اور اپنے حسی دنیا کی طرف لوٹنے سے بھی ڈرے، کہ اس کے سبب سے وہ معرفت کی جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیوی معمولات میں مشغول ہو سکتا ہے، جو معرفت اس کے دل پر علوم کے چشمے بہایا کرتی تھی، پھر اچانک مرید شیخ کے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کو توڑتا ہے، یا شیخ کی بارگاہ میں بے ادبی سے کام لیتا ہے، اور توبہ نہیں کرتا، یہاں تک اسکے پاس معرفت کے درخت سوکھ جاتے ہیں، اور خواہشات کی آندھیاں اس کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیتی ہیں، پھر اس مرید کا دل شہوت کی آگ سے جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔[4]

---

[1] (شعب الایمان للبیھقی، ج۵ ص۴۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[2] (صحیح بخاری رقم ۶۲۱۲، صحیح مسلم رقم ۲۲۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[3] (الانوار القدسیۃ، ج۱، ص۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[4] (البحر المدید، جلد:۱، صفحہ:۲۹۹)

اللہ تعالیٰ کے ولی کو تکلیف (ایذاء) دینا اللہ تعالیٰ کے خلاف اعلان جنگ ہے

الشیخ الامام العلامۃ ابی العباس بن احمد بن محمد بن المھدی ابن عجیبۃ الحسنی التوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

من رجع عن طريق القوم، ونقض عهد الأشياخ، ثم طعن في طريقهم، لا يرجى فلاحه، لا في الدنيا ولا في الآخرة، أعني في طريق الخصوص؛ لأنه جمع بين نقض العهد والطعن على الأولياء، وقد قال تعالى: "من آذى لي ولياً فقد آذنني بالحرب" ومن رجع عنها؛ لضعف ووهن، مع بقاء الاعتقاد والتسليم، فربما تقع الشفاعة منهم فيلحق بهم، بخلاف الأول۔

جو صوفیاء کرام کے راستے سے پیچھے ہٹے گا، اور مشائخ کے عہد کو توڑے گا، پھر ان کے راستے پر زبان طعن دراز کرے گا، اسکی کامیابی کی امید نہیں کی جاسکتی، نہ ہی دنیا میں، اور نہ ہی آخرت میں؛ کیونکہ اس نے (پہلے) عہد کو توڑا، (پھر) ان پر طعن کرنا شروع کر دیا، جبکہ رب کائنات حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے: "جس میرے کسی ولی کو تکلیف دے تو اس نے میرے ساتھ اعلان جنگ کیا"۔۔ اور جو کمزوری کی وجہ سے عہد ارادت کو توڑے گا جبکہ (شیخ کے متعلق) اعتقاد درست ہو، تو ممکن ہے یہ مشائخ اس کی شفاعت فرمادیں۔۔۔ برخلاف پہلے شخص کے (جس نے عہد ارادت کو توڑ کر طعن کرنا شروع کر دیا، ایسا شخص برکات و شفاعت سے محروم رہے گا)۔[1]

شیخ کے ساتھ وعدہ کو توڑنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے

الشیخ الامام العلامۃ ابی العباس بن احمد بن محمد بن المھدی ابن عجیبۃ الحسنی التوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

نقضُ عهود الشيوخ من أسباب المقت والبعد عن الله، وكذلك الإنكار عليهم والطعن فيهم، وكذلك البعد عن وعظهم وتذكيرهم، وضد هذا من موجبات القرب والحب من الله، كحفظ حرمتهم، والوقوف مع أوامرهم، والذب عنهم حين تهتك حرمتهم، والدنو منهم، والسعي في خدمتهم. وبالله التوفيق۔

امام ابن عجیبہ فرماتے ہیں: "شیخ کے وعدے کو توڑنا اللہ کی ناراضگی، اور اس سے دوری کا سبب ہے، اسی طرح شیخ کی مخالفت، اور زبان طعن دراز کرنا، اسی طرح انکے وعظ و نصیحت سے دوری اختیار کرنا، (غضب الٰہی کا سبب ہے)، جب کہ اسکے برخلاف کام کرنا، جیسے: ان کی عزت کی حفاظت، اور ان کے حکموں کی پاسداری، اور جب انکی عزت پر حملے ہوں تو انکا دفاع کرنا، اور انکا قرب حاصل کرنا، اور انکی خدمت کیلئے کوششیں کرنا (یہ سب) اللہ کے قرب، اور اسکی محبت کا ذریعہ ہے"۔[2]

---

[1] (البحر المدید، جلد:۳، صفحہ:۸۱، سورۃ التوبۃ)
[2] (البحر المدید، جلد:۳، صفحہ:۱۲۹)

استدراج کا سبب یہ ہوتا ہے کہ بندہ اللہ کے لطف و احسان سے دھوکہ کھا جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کر رہا ہے

الشیخ الامام العلامۃ ابی العباس بن احمد بن محمد بن المھدی ابن عجیبۃ الحسنی المتوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

كل من خالف شيخه، وسلك طريقًا غير طريقته؛ ولاه الله ما تولى، واستدرجه من حيث لا يشعر، وقد تؤخر العقوبة عنه فيقول: لو كان هذا فيه سوء أدب مع الله، لقطع الإمداد وأوجب البعاد، وقد يقطع عنه من حيث لا يشعر، ولو لم يكن إلا وتخليته وما يريد. وبالجملة: فالخروج عن مشايخ التربية والانتقال عنهم، ولو إلى من هو أكمل في زعمه، بعدما ظهر له الفتح والهداية على يديه؛ طردٌ وبعدٌ، وإفساد لبذرة الإرادة، فلا نتيجة له أصلاً. والله تعالى أعلم. وبالله التوفيق۔[1]

"ہر وہ شخص جو اپنے شیخ کی مخالفت کرے، اور اسکے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلے، اللہ تعالیٰ اس کو اسکے نفس کی طرف سپرد کر دیتا ہے، اور اسکی پکڑ وہاں سے فرماتا ہے جہاں سے اسکا گمان بھی نہیں ہوتا، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسکی پکڑ فوراً نہیں ہوتی، تو یہ کہنے لگ جاتا ہے کہ: "اگر شیخ کے راستے کو چھوڑنے پر بارگاہ الٰہی میں بے ادبی کا عنصر پایا جاتا تو ضرور مدد منقطع ہو چکی ہوتی، اور دوری ثابت ہو جاتی، حالانکہ وہ دور ہو چکا ہوتا ہے اور معلوم بھی نہیں ہوتا، اگرچہ اس انقطاع کا ظہور اسکی خلوت اور چاہت والی چیزوں میں ہی کیوں نہ ہو، بہر حال تربیت کرنے والے مشائخ سے دوری، اور انکو چھوڑ کر انکے پاس جانا جو اس مرید کی نگاہ میں افضل ہوں جبکہ اس مرید کو پہلے والے شیخ کے ذریعے ہدایت و فتح ملی یہ سراسر محرومی کی نشانی ہے، اور بیعت و ارادت کے بیج کو خراب کر دینے کے مترادف ہے، جسکا اصلاً کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔۔۔**واللہ أعلم، وبالله التوفيق**[2]

---

[1](البحر المدید، جلد:۲، صفحہ: ۱۰۱)

[2]نافرمانوں کو دی جانے والی سزاؤں میں سے ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے دوچار کرتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے اس کی خواہش کی چیز عطا کر کے اسے عذاب اور ہلاکت سے اس طرح قریب کر دیتا ہے کہ اسے اس کا علم ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایسا شخص جب بھی کوئی گناہ کرتا ہے اللہ اسے کوئی نئی نعمت دے دیتا ہے اور اسے استغفار کرنا بھلا دیتا ہے۔ اس طرح سے وہ اسے آہستہ آہستہ عذاب کے قریب کرتا جاتا ہے اور بالآخر اسے پکڑ لیتا ہے۔ استدراج کا سبب یہ ہوتا ہے کہ بندہ اللہ کے لطف و احسان سے دھوکہ کھا جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ لگاتار اللہ کی نافرمانی، اس کے اوامر کی مخالفت اور نواہی کا ارتکاب کرتا رہتا ہے اور توبہ نہیں کرتا ہے۔

شیخ ابو السعود الجارحی رحمہ اللہ کا بیعت کرنے کا طریقہ

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں :

وکان الشیخ ابو السعود الجارحی رحمہ اللہ تعالی لا یلقن احد الذکر الا بعد ان یتردد الیہ السنة و اکثر ویسوق علیہ السیاقات وکان یسألہ قبل التلقین ویقول لہ ھل لک والد فان قال نعم قال نحن لا نصحب من یکون لہ اب غیرنا۔

ترجمہ : شیخ ابو السعود الجارحی رحمہ اللہ کسی کو ذکر کی تلقین نہیں کرتے تھے مگر اس کے بعد کہ وہ ایک سال تک بلکہ اس سے زیادہ آپ کے پاس آمد و رفت رکھتا۔ اور آپ سے رابطہ رکھتا۔ اور آپ تلقین سے پہلے اس سے پوچھتے کہ تیرا باپ ہے؟ اگر کہتا کہ ہاں تو فرماتے ہم اس سے صحبت نہیں رکھتے جس کا ہمارے علاوہ کوئی اور باپ ہو۔ (یعنی ہم کسی اور کے مرید کو (جس کا شیخ پہلے سے موجود ہو اسے) مرید نہیں بناتے)۔ [1]

جو طریقت سے کھیلتا ہے اس کے ساتھ کھیلا جاتا ہے

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں :

وقد حکی لی الشیخ امین الدین امام جامع الغمری ان جماعة جاؤا الی سیدی ابی العباس الغمری یطلبون منہ تلقین الذکر فقال حرروا نیتکم فی طلب الطریق والا حصل لکم المقت فما تجرأ فقیر یتقدم الیہ منھم وذھبوا وقالوا من لعب بالطریق لعبت بہ الطرق۔

ترجمہ : میرے لئے شیخ امین الدین جامع الغمری کے امام نے حکایت بیان کی کہ ایک گروہ سیدی ابو العباس الغمری کے پاس آیا اور آپ سے تلقین ذکر چاہی تو آپ نے فرمایا طلبِ طریق میں اپنی نیتیں خالص کر لو ورنہ تمہیں غضب پہنچے گا۔ پس ان میں سے ایک فقیر نے بھی آپ کی طرف آنے کی جرأت نہ کی اور چلے گئے۔ اور انہوں نے کہا جو طریقت سے کھیلتا ہے اسکے ساتھ کھیلا جاتا ہے۔ [2]

شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کا دو شیخوں کے درمیان فیصلہ

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں :

قال الشیخ محی الدین رحمہ اللہ وما سامح شیخ مریدہ فی الاجتماع بغیرہ الا فسد حالہ وحصل لہ تردد فی أی الشیخین أعلی مقاما حتی یتلمذ لہ واذا حصل لہ التردد دفعہ قلب ھذا وقلب ھذا ولم ینتفع بأحد منھما لان شرط

---

[1] (المنن الکبری، الباب الثامن، ص، ۳۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ الانوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة ج ۲ ص ۶۰)

[2] (المنن الکبری، الباب الثامن، ص، ۳۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

الانتفاع بشیخ جزم المرید بالتقید فی دائرتہ لا یخرج منھا حتی یحصل لہ الکمال و حینئذ یصیر کالأخ فی الطریق للشیخ و للشیخ علیہ حکم الافاضۃ من غیر وقوف معہ انتھی۔

ترجمہ: شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی شیخ نے اپنے مرید سے کسی دوسرے کے پاس جانے سے صرف نظر نہیں کیا مگر اس کے حال میں فساد برپا ہوا اور اسے تردد لاحق ہو جاتا ہے کہ دونوں مشائخ میں کس کا مقام اعلیٰ ہے تاکہ اس کی شاگردی اختیار کرے اور جب اسے تردد ہوتا ہے تو شیخ اول اور شیخ ثانی کا قلب اسے رد کر دیتا ہے اور دونوں میں سے کسی سے بھی نفع حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ کسی شیخ سے نفع حاصل کرنے کی شرط مرید کا اس کے دائرے میں پابندی کرنے کا عزم بالجزم (پختہ ارادہ) ہے کہ اس سے نکلے گا نہیں حتیٰ کہ اسے کمال حاصل ہو جائے اور اس وقت وہ شیخ کیلئے گویا طریقت کا بھائی ہو جاتا ہے اور شیخ کیلئے اس کے ساتھ وقوف کے بغیر فیض عطا کرنے کا حکم ہے۔[1]

طریقت میں شرک

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

و کان سیدی علی بن وفاء رضی اللہ عنہ یقول کما لم یکن للعالم الھان و لا للرجل قلبان و لا للمرأۃ زوجان کذلک لا یکون للمرید شیخان و کان رضی اللہ تعالی عنہ یقول کما أن اللہ تعالی لا یغفر أن یشرک بہ فکذلک الأشیاخ لا یسامحون المرید في شرکتہ معھم غیرھم و متی سامحوہ کان غشا منھم لہ قال رضی اللہ تعالی عنہ و تأمل قولہ تعالیٰ تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (مریم ۹۰) فما جعل السموات و الارض تنشق و تنفطر و الجبال تنھدم الا الشرک باللہ و کذلک الشیخ لا یزیل قلبہ عن حفظ المرید و تربیتہ ترک احسان و لا خدامۃ و انما یزیلہ أن یشرک بہ المرید غیرہ انتھی۔

ترجمہ: سیدی علی بن وفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جس طرح جہان کے دو معبود نہیں ہوسکتے ایک شخص کے دو قلب نہیں ہوسکتے اور عورت کے بیک وقت دو شوہر نہیں ہوسکتے اسی طرح مرید کے لئے دو شیخ نہیں ہوسکتے اور آپ فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے اسی طرح مشائخ مرید سے درگزر نہیں کرتے کہ وہ ان کے ساتھ ان کے غیر کو شریک کرے۔ اور جب وہ درگزر کریں تو یہ ان سے اس کے متعلق کھوٹ ہوگا۔ فرماتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد پر غور کر تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (مریم ۹۰) قریب ہے آسمان شق ہو جائیں اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ لرزتے ہوئے گر پڑیں۔ پس آسمانوں اور زمین کو شق ہوتا اور پھٹتا اور پہاڑوں

---

[1] (المنن الکبری، الباب الثامن، ص، ۳۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

کو گرتا نہیں کیا مگر شرک باللہ نے۔ اور اسی طرح شیخ کے قلب کو مرید کی حفاظت و تربیت سے احسان اور خدمت کا ترک زائل نہیں کرتا اسے تو مرید کا اس کے ساتھ کے غیر کو شریک کرنا زائل کرتا ہے۔[1]

حضرت الٰہیہ کے طریق میں ماہ و سال کی مثال اور کسی شیخ کے لئے صحیح نہیں کہ دوسرے شیخ کی بنیاد پر بنا کرے

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

و اعلم یا أخی أن مثال الحضرة الالهية التی ینتهی الیها سلوک کل مرید مثال الکف و مثال الطریق التی یدخل منها الیها مثال الأصابع ومثال السنین أو الأشهر التی یجاهد المرید فیها نفسه مثال عقد الأصابع فان دخل الی الحضرة فی ثلاث سنین کانت کل عقدة بمثابة سنة وان وصل الی الحضرة فی ثلاثین سنة کانت کل عقدة بعشر سنین وهکذا الحکم فی الزیادة والنقص فاذا سلک مرید علی ید شیخ حتی قطع عقدة ثم ترکه و سلک علی ید شیخ آخر حتی قطع عقدة ثم ترکه وأخذ عن شیخ آخر حتی قطع عقدة أفنی عمره ولم یتجاوز العقدة الأولی لأنه لا یصح لشیخ أن یبنی علی بناء شیخ آخر فلا بد أن یهدم بناء من کان قبله من الأشیاخ ولو أنه کان صبر و دام تحت حکم شیخ واحد لربما قطع الثلاث عقد من الأصبع الواحدة و دخل الحضرة الالهية وهذا مثال ما أظنه طرق سمعک قط۔

ترجمہ: اور اے میرے بھائی جان لو! حضرت الٰہیہ کی مثال جب ہر مرید کا سلوک منتہی ہوتا ہے ہتھیلی کی سی ہے۔ اور جس طریق سے اس کی طرف داخلہ ہوتا ہے اس کی مثال انگلیوں کی سی ہے۔ اور سال اور مہینوں کی مثال جن میں مرید اپنے نفس کا مجاہدہ کرتا ہے انگلیوں کی گرہوں کی سی ہے پس اگر حضرت الٰہیہ تک تین سالوں میں داخل ہوا تو ہر گرہ سال کے قائم مقام ہے اور اگر حضرت الٰہیہ تیس سالوں میں پہنچا تو ہر گرہ دس سالوں کی طرح ہے۔ اور یہی حکم ہے زیادتی اور کمی میں۔ پس جب مرید نے ایک شیخ کے ہاتھوں سلوک کیا حتیٰ کہ ایک گرہ عبور کر لی پھر اسے ترک کر دیا اور دوسرے شیخ کے ہاتھوں سلوک اختیار کیا حتیٰ کہ ایک گرہ عبور کی پھر اسے ترک کر دیا اور کسی اور شیخ سے استفادہ کیا حتیٰ کہ ایک گرہ عبور کی تو اس نے اپنی عمر فنا کر دی اور پہلی گرہ سے آگے نہیں بڑھا۔ کیونکہ کسی شیخ کے لئے صحیح نہیں کہ دوسرے شیخ کی بنیاد پر بنا کرے۔ پس لازماً اپنے سے پہلے شیخ کی بنیاد گرا دے گا۔ اور اگر وہ صبر کرتا اور ایک ہی شیخ کے حکم کے تحت چلتا رہتا تو بسا اوقات ایک انگلی سے تین گرہیں عبور کر لیتا اور حضرت الٰہیہ میں داخل ہو جاتا۔ اور یہ ایسی مثال ہے کہ مجھے گمان نہیں کہ کبھی تیرے کان تک پہنچی ہو۔[2]

---

[1](المنن الکبریٰ، الباب الثامن، ص، ۳۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[2](المنن الکبریٰ، الباب الثامن، ص، ۳۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت) (المنن الوسطیٰ ص ۳۴۹ الباب الثالث فی جملة اخریٰ من الاخلاق)

کسی اور کے مرید میں تصرف نہ کرے

یکبار بجہت دیدن شیخ کلیم اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کہ از مشائخ وقت بودند رفتیم درس حدیث میفرمودند در حدیث برآمد کہ وقت شب عفریتی از جن بر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حملہ آورد میخواستند کہ بگیرند بملاحظہ دعای حضرت سلیمان علیہ السلام بروی تصرفی نفرمودند در دل ماآمد کہ شیخ تاویل حدیث چہ خواہند فرمود ایشان فرمودند کہ ازینحدیث معلوم میشود کہ شیخ را باید کہ تصرف بر مرید بیگانہ بی اذن پیرا و ننماید۔

ترجمہ :ایک مرتبہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ کلیم اللہ چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دیدار کے لئے نکل پڑے جو کہ اپنے وقت کے ولی کامل شخصیت تھے۔ آپ درسِ حدیث میں مصروف تھے ایک حدیث مبارکہ پر پہنچے کہ ایک مرتبہ رات کو عفریت جن نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملہ کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے چاہا کہ اسے پکڑ لیں لیکن سلیمان علیہ السلام کی دعا کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تصرف نہ فرمایا اور اسے چھوڑ دیا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ شیخ صاحب مبارک اس حدیث کی کیا تاویل فرمائیں گے تو انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کے لئے یہ ضروری ہے کہ کسی اور کے مرید میں تصرف نہ کرے اس کے پیر کی اجازت کے بغیر۔[1]

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

و مماانعم اللہ بہ علی:اننی لااخذعلی مریدالعھدالاان کان خالیامع شیخ ینتمی الیہ من مشایخ العصر ثم یسوق علی السیاقات فی ذلک فان کان لہ شیخ ولو بالاسم فقط أولم یظھرلی منہ رغبۃ تامۃفی طلب الطریق لااخذعلیہ عھداشفقۃعلیہأن یمقت لتلاعبہ بالطریق مع غرۃ مراقبھا۔

ترجمہ: مجھ پر اللہ تعالی کے انعامات میں سے یہ بھی ہے کہ میں اسی شخص کو بیعت کرتا ہوں جو میری طرف بالکل خالی ہو کر آئے اس اعتبار سے کہ اپنے زمانے میں کسی شیخ کی طرف اپنی نسبت نہ کرتا ہو (اور اس زمانے میں اس کا کوئی اور شیخ نہ ہو) پھر میں اس کو لے کر چلتا ہوں سلسلہ میں پس اگر اس کا کوئی شیخ ہو اگرچہ نام کا ہو یا پھر وہ اپنی مکمل رغبت میری طرف نہ کرے

[1](مقامات مظہریہ، صفحہ ۲۶)

طریقت کو طلب کرنے میں تو میں ایسے شخص کو بیعت نہیں کرتا اس پر شفقت کرتے ہوئے تاکہ وہ طریقت کے تلاعب (کھیل) کے غضب میں شامل نہ ہو جائے قرب طریقت کی ناواقفیت کی وجہ سے۔[1]

فائدہ :اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شیخ کامل و مکمل کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ کسی اور کے مرید کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل نہیں فرماتے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ طریقت کو کھیل سمجھنا کس قدر قبیح فعل ہے کہ جس کی وجہ سے ایسے شخص کو مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے حلقہ ارادت میں شامل نہ فرماتے اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کسی کامل مرشد کی بیعت کے بعد اپنے شیخ کے علاوہ کسی دوسرے کی التفات نہ کرنا چاہیئے۔

معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

اے مغفَّل رشتۂ بر پائے بند　　　　تاز خود ہم گم نگردی اے لوند

ترجمہ:اے بد تمیز اپنے پاؤں پر رسی باندھ کر (ایک ہی آستانہ پر مقیم رہ) تاکہ اے رند مشرب کہیں تو اپنے آپ سے بھی گم نہ ہو جائے۔[2]

جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں کہا تھا کہ ہم تعدد پیر کی ممانعت کی طرف نہیں گئے ہیں، بلکہ ان کے درمیان تطبیق ضروری ہے جیسا کہ آپ آئندہ ملاحظہ کریں گے۔

تعدد پیر کے جواز کی صورت اور اسکی درمیانی تطبیق

حضرت علامہ شیخ بدرالدین نقشبندی مجددی سرہندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

قدسیہ وہم شیخ باین فقیر می فرمودند کہ من اول از خدمت حاجی خضر خلیفۂ حضرت ایشان کہ احوال وے ببالا ذکر یافت طریقہ گرفتہ بودم و احوال عالیہ بحصول پیوستہ چون بخدمت حاجی واردات خود را گزرانیدم فرمود کہ زیادہ برین مرا حاصل نیست۔ اکنون در خدمت حضرت ایشان بروید۔ باجازت حاجی بخدمت حضرت ایشان پیوستم۔

ترجمہ:قدسیہ شیخ نے یہ بھی اس فقیر سے کہا کہ میں نے پہلے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ حضرت حاجی خضر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جن کا حال اوپر گزرا طریقہ ذکر سیکھا تھا اور احوال عالیہ بھی حاصل ہوئے تھے جب میں نے حاجی صاحب کو اپنے واردات بیان کیے تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے زیادہ مجھے نہیں آتا اب تم حضرت مجدد الف ثانی

---

[1] (المنن الوسطیٰ الباب الثالث فی جملۃ اخریٰ من الاخلاق ص ۳۲۷)

[2] (مفتاح العلوم، دفتر سوم، ص ۶۲)

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جاؤں میں خلیفہ حضرت حاجی خضر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اجازت سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔[1]

حضرت غوث الاسلام والمسلمین شاہ غلام عبد اللہ المجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

بعض مرشدان مستفیدان خود را پیش بزرگان فرستادہ اند چنانچہ حضرت ایشان ما بامر پیر خود بخدمت اکابر استفادہ نمودہ اند۔

ترجمہ: بعض مشائخ اپنے مستفیدین (مریدین اور معتقدین) کو دوسرے مشائخ کی طرف بھیجتے تھے چنانچہ اسی طرح میں نے بھی اپنے شیخ کی اجازت سے اکابر اولیا کرام رحمھم اللہ سے استفادہ کیا ہے۔[2]

پیر صحبت و پیر تعلیم کے درمیان فرق

حضرت مؤید الدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ کابلی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں :

وہم چنیں پیر تعلیم اما پیر صحبت می تواند کہ متعدد باشد بشرط اجازت پیر اول یافوت صحبت او بعدازین سخن فرمودند کہ آرے پیر خرقہ متعدد نمی باشد اما پیر تعلیم ہمچو پیر صحبت متعدد می باشد و معمول سالکان است فرمودند کہ در سلاسل خرقہ رامعنعن از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اسنادمی کنند وذکر معنعن بیان نہ کردہ اند امادر سلسلہ نقشبندیہ وکبرویہ بہ ذکر معنعن از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم رسیدہ داست از حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وحضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الی یومنا ہذا در وسائط فتوری نرفتہ۔

ترجمہ : ہاں پیر صحبت متعدد ہوسکتے ہیں۔ بشرطیکہ پہلا پیر اجازت دے یا اس کی صحبت فوت ہو جائے اس کے بعد فرمایا کہ ہاں پیر خرقہ متعدد نہیں ہوسکتے لیکن پیر تعلیم پیر صحبت کی طرح متعدد ہوسکتے ہیں اور اسی پر سالکوں کا معمول ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ان سلسلوں میں خرقہ کی اسناد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تک دست بدست ظاہر کرتے ہیں مگر عن فلان وعن فلان کا ذکر بیان نہیں کیا لیکن سلسلہ نقشبندیہ اور کبرویہ میں عن فلان عن فلان کا ذکر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ

---

[1] (حضرات القدس، ج، ۲، ص، ۴۱۸ و ۳۸۴، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

[2] (مقامات مظہریہ، صفحہ ۳۶)

وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے لے کر آج تک دست بدست پہنچتا ہے درمیانی واسطوں میں کوئی فتور نہیں ہے۔[1]

فائدہ: ان واقعات سے معلوم ہوا کہ جہاں پر کچھ مشائخ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ اپنے پیر کی موجودگی میں کسی اور پیر کے پاس اگر گئے ہیں تو اپنے شیخ کے امر واجازت سے گئے ہیں اور ادب کالحاظ دونوں کے ساتھ رکھا یہی طریقہ درست اور معرفت الٰہیٰ کا سبب ہے۔

طریقت کا راستہ طویل نہ ہو جائے

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

قال ابو یزید و لقد اخذت طریق عن شیخ نفسا بنفس ثم لا یخفیٰ ان السلف الصالح من الصحابۃ و التابعین و تابع التابعین انما لم یکونوا یتقیدون بشیخ واحد بل ھم کان احدھم یأخذ عن مائۃ شیخ لانھم رضی اللہ عنھم کانوا مطھرین من الأدناس و الرعونات فکان کل واحد منھم کاملا لا یحتاج الی من یسلکہ فلما کثرت الامراض و احتاجوا الی علاجھا امرھم الشیوخ بالتقیید علی شیخ واحد لئلا یتبدد حال المرید و تطول علیہ الطریق فاعلم ذلک۔

حضرت ابویزید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے طریقت اپنے شیخ سے اس طرح حاصل کی کہ صرف میں اور آپ موجود تھے۔ پھر یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ ہمارے اسلاف صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ایک شیخ کے پابند نہیں تھے بلکہ ان میں سے ایک شخص سو مشائخ سے تربیت حاصل کرتا کیونکہ وہ لوگ دل کی میل اور تکبر سے بالکل پاک تھے پس ان میں سے ہر ایک کامل تھا وہ سلوک میں کسی دوسرے کے محتاج نہ تھے۔ پس جب بیماریاں زیادہ ہو گئیں اور لوگ علاج کے محتاج ہو گئے تو مشائخ نے ان کو ایک شیخ کا پابند ہونے کا حکم دیا تاکہ مرید کا حال بکھر نہ جائے اور طریقت کی طویل دنیا سے قطع تعلق نہ ہو جائے اور اس پر طریقت کا راستہ طویل نہ ہو جائے تو اس بات کو جان لے![2]

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان حنفی قادری فاضل بریلی قدس سرہ لکھتے ہیں

عرض شیخ (یعنی اپنے کامل پیر) سے بظاہر کوئی ایسی بات معلوم ہو جو خلافِ سنت ہے تو اس سے پھرنا کیسا؟

ارشاد محرومی اور انتہائی گمراہی ہے۔[3]

---

[1] (کلیات باقی باللہ، یعنی مجموعۂ کلام و رسائل و ملفوظات و مکتوبات، ص، ۳۲، ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل بل روڈ، لاہور) (مکتوبات خواجہ باقی، مجلس، ۲) ۴۴

[2] (الانوار القدسیۃ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ ج ۱ ص ۶۵)

[3] (ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص، ۴۹۸، ۴۹۹، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی)

گمراہ طریقت کس کو کہتے ہیں؟

عروۃالوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں :

سوال: نزد اہل کمال گمراہی چیست و گمراہ کرامیگویند در شریعت گمراہ ہمانست کہ خلاف شرع شریف ورزداما گمراہ طریقت کرانامند جواب گمراہ طریقت آنست کہ خلاف شریعت کند ویاخلاف طریقت ورزدوازاطاعت پیر بیرون شود۔

سوال: اہل کمال کے نزدیک گمراہی کیا ہے اور گمراہ کس کو کہتے ہیں؟ شریعت میں گمراہ وہ شخص ہے کہ شرع شریف کے خلاف چلے لیکن گمراہ طریقت کس کو کہتے ہیں۔

جواب: گمراہ طریقت وہ شخص ہے جو کہ شریعت کے خلاف عمل کرے اور یا طریقت کے خلاف چلے اور پیر کی اطاعت سے باہر ہو جائے۔[1]

یک در گیر محکم گیر۔

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان حنفی قادری فاضل بریلی قدس سرہ لکھتے ہیں :

پیر طریقت جامع شرائط صحت بیعت سے بلا وجہ شرعی انحراف ارتداد طریقت ہے اور شرعاً معصیت کہ بلاوجہ ایذاء واحتقار ہے اور وہ دونوں حرام۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ (الفتح ۱۰)

ترجمہ: تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا (الاحزاب ۵۸)

ترجمہ: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من اذیٰ مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی۔[1]

---

[1] (مکتوبات معصومیہ، دفتر، سوم، مکتوب، ۲۱۷، ص، ۲۶۱، گارڈن ویسٹ، کراچی)

اکابرین رحمھم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک شخص کے دو باپ نہیں ہو سکتے ایک وقت میں ایک عورت کے دو شوہر نہیں ہو سکتے اسی طرح ایک مرید کے دو پیر نہیں ہو سکتے۔ یہ وسوسہ ہے اس پر عمل نہ کیا جائے یک در گیر محکم گیر (ایک ہی دروازہ پکڑ مگر پکڑ مضبوطی سے۔) پریشان تنگ نظری والا کسی کی طرف سے فیض نہیں پاتا۔

حدیث میں ارشاد ہوا:

من رزق شیئ فلیلزمه۔

ترجمہ: جس کو کسی چیز میں (یعنی اس کے سبب سے) رزق دیا جائے تو چاہئے کہ اس پر لزوم اختیار کرے۔[2]

دوم مرید غلام ہے اور طالب وہ کہ غیبت شیخ میں بضرورت یا باوجود شیخ کسی مصلحت سے جسے شیخ جانتا ہے یا مرید شیخ غیر شیخ سے استفادہ کرے۔ اسے جو کچھ اس سے حاصل ہو وہ بھی فیض شیخ ہی جانے ورنہ دودِرَ (دو در والا) کبھی فلاح نہیں پاتا۔

اولیائے کرام فرماتے ہیں:

لایفلح مرید بین شیخین۔

ترجمہ: جو مرید دو پیروں کے درمیان ہو اوہ کامیاب نہیں ہوتا۔[3]

مسئلہ ۲۹۵و۲۹۶ از گلمائز ڈاک خانہ ماہی ضلع فرید پور مرسلہ عبد الرحمن صاحب

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ

(۱) زید طریقہ نقشبندیہ متبرکہ میں بیعت ہوا اور اپنے شیخ سے مقامات پورے کئے مگر بعض مقام میں قدرے شبہ رہتا ہے اور خلافت واجازت نہ ملتی ہے شیخ صاحب کا انتقال ہو گیا اب زید کے لئے اس شبہ کو دور کرنے اور اجازت وخلافت حاصل کرنے کے واسطے دوسرے مرشد پکڑنا جائز ہے یا اپنے شیخ سے جو حاصل ہوئی اسی پر اکتفا کرنا چاہئے؟ اگر اسی پر اکتفاء کرنے کی کوشش کی تو ترقی و فیض یاب ہو سکتا ہے اور شبہ باقی ماندہ دور کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دوسرے مرشد پکڑنا جائز ہے تو اسے نقشبندیہ طریقہ کا ہونا ضروری ہے یا دیگر چہار طریقہ میں سے جو ہو کافی ووافی ہوں گے؟ پھر اسی نقشبندیہ طریقہ کے جو مشائخ زید کو فی

---

[1](رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط رقم:۳۲۳۳، ج،۴، ص،۳۷۳، الجامع الصغیر، ص،۵۰۵، رقم: ۸۲۶۹، دار الکتب العلمیه، بیروت، فتاویٰ رضویه، ج،۲۷، ص،۵۷۸، ۵۷۷، رضافاؤنڈیشن، لاهور)

[2](کنز العمال برمذهب عن انس، حدیث ۹۲۸۶ ، مؤسسة الرساله بیروت، ۱۹/۴)(فتاوی رضویه، ج،۲۱، ص ۲۰۴، ۲۰۳، رضا فاؤنڈیشن، جامعه نظامیه رضویه، لاهور)

[3](فتاوی رضویه، ج،۲۶، ص،۵۵۸، رضافاؤنڈیشن، جامعه نظامیه رضویه، لاهور)

الحال میسر ہوتے ہیں اگر وہ زید کے شیخ سے کمالیت واشغال میں کم درجہ کے ہیں ان کو مرشد بنائے یا جو مشائخ زید کو مسافت بعیدہ وغیرہ وغیر ملکی ہونے کے میسر نہیں ہوتے ہیں حالانکہ وہ سب زید کے شیخ سے بڑھ کر ہے یا برابر ہے تو اب زید کو فی الحال میسر ہوتے ہیں ان سے پورا کرے یا جو غیر میسر ہیں ان کی توقع وامید پر رہے؟

(۲) قادری کوئی شخص دوسرے قادری سے یا نقشبندی دوسرے نقشبندی سے یا قادری نقشبندی سے یا نقشبندی قادری علیٰ ہذا البواقی خواہ علی الوفاق ہوئے یا علی الخلاف بیعت ہونے کو چاہے تو از سرنو بیعت ہونا چاہئے یا نہیں؟ اور یہ بیعت جدیدہ کہلائے گی یا کیا؟ اور شیخ اول ہی بدستور رہیں گے یا دونوں؟ اور مرید کن کا کہلائے گا؟ **بیّنوا توجروا**۔ (بیان فرمایئے اجر دیئے جاؤ گے۔)

الجواب: جو شخص کسی شیخ جامع شرائط کے ہاتھ پر بیعت ہو چکا ہو تو دوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہ چاہئے۔ اکابر طریقت فرماتے ہیں۔

لایفلح مرید بین شیخین۔

ترجمہ: جو مرید دو پیروں کے درمیان مشترک ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا۔

خصوصاً جبکہ اس سے کشود کار بھی ہو چکا ہو۔

حدیث میں ارشاد ہوا:

من رزق فی شیئ فلیلزمه۔

ترجمہ: جسے اللہ تعالیٰ کسی شئے میں رزق دے وہ اس کو لازم پکڑے۔[1]

دوسرے جامع شرائط سے طلب فیض میں حرج نہیں اگرچہ وہ کسی سلسلہ صریحہ کا ہو اور اس سے جو فیض حاصل ہو اسے بھی اپنے شیخ ہی کا فیض جانے۔

کما فی سبع سنابل مبارکۃ عن سلطان الاولیاء امام الحق والدّین رضی اللہ تعالی عنه۔

جیسا کہ سبع سنابل شریف میں سلطان الاولیاء امام الحق والدّین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

شیخ جب نہ رہا اور اس کا سلوک ناقص ہو اس کی تکمیل بطور خود نہ کرے کہ یہ راہ تنہا چلنے کی نہیں۔

کما افادہ الامام القشیری فی رسالۃ المبارکۃ والامام السہروردی فی العوارف الشریفۃ وبیناہ فی فتاوٰی افریقۃ۔[2]

---

[1] (شعب الایمان حدیث ۱۲۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۸۹)

[2] فتاویٰ افریقہ ص ۱۴۹۔

جیسا کہ امام قشیری علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ مبارکہ اور امام سہروردی علیہ الرحمۃ نے عوارف شریفہ میں اس کا افادہ فرمایا ہے۔ اور ہم نے اس کو فتاوٰی افریقہ میں بیان کیا ہے۔

بلکہ کسی لائق تکمیل سے استمداد کرے اس میں حتی الامکان لحاظ قرب رکھے اپنے شیخ کے خلفاء میں سے کوئی اس قابل ہو تو وہ اولیٰ ہے ورنہ اپنے سلسلے سے اقرب فالا قرب اور نہ ملے تو جو ملے یہ اس لئے کہ اختلاف راہ اطالت عمل کرنے اور اپنے زمانے میں اپنے حق میں اپنے شیخ صحیح المشیخہ سے کسی کو افضل جاننا سوء ادب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

شیخِ اول کی بیعت توڑنا بغیر کسی عذر شرعی کے اس کی کوئی اصل نہیں ہے

جلال الدین عبد الرحمن بن أبي بکر السیوطي رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

مسألة: رجل من الصوفیه أخذ العهد علی رجل ثم اختار الرجل شیخاً آخر وأخذ علیه العهد فهل العهد الأول لازم أم الثاني؟

مریدین میں سے کوئی ایک اگر کسی سے بیعت لے لے پھر یہ پہلے پیر کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس چلا جائے اور اس سے بیعت لے لے تو دونوں میں سے کون سا لازم ہے؟

الجواب: لا یلزم العهد الأول ولا الثاني ولا أصل لذلک۔

جواب: نہ اس کے اوپر پہلی (پیر کی بیعت) لازم ہے، نہ ہی دوسری لازم ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں (یعنی امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک شیخِ اول کی بیعت توڑنا بغیر کسی عذر شرعی کے اس کی کوئی اصل نہیں ہے تصوف اور طریقت میں، اور نہ ہی اس کو کسی دوسرے شیخِ کامل سے فیض اور برکتیں ملیں گی) (جیسا کہ ص ۲۶ پر شیخ زروق کی بات کی تائید ہے)۔ [2]

ہم نے دو بزرگوں کے مرید کو کبھی کامیاب نہیں دیکھا

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

وسمعت سیدی علی المرصفی یقول من خالف نفسه فقد افلح ومن وافقها وخالف شیخه فکأنه جعلها شیخاً له مع شیخه۔ ومن له شیخان لا یفلح لان القوم أجمعوا علی ان توحید القصد واجب لیجعلوا الهم هماً واحداً وقالوا من لم یکن مقصده واحداً متعلقاً بواحد لا یشم من توحید الحق تعالیٰ رائحة۔ وقالوا متی خرج المرید بحرکة واحدة لشیئین حاجة مثلاً والصلاة فقد أشرک فی القصد الا ان تکون الحاجة مطلوبة شرعاً وذلک لان الشرک ظلم عظیم علی

---

[1] (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۵۷۸-۵۷۹ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

[2] (الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۲۵۳، المکتبة النوریة الرضویة، لاهور، باکستان)

اختلاف انواعه وهومشتق من الظلمة ومن دخل الظلمة يحارفی الطريق ومن حارفيهافلاترجيح عنده ومن فقدالترجيح فقدالترقی ومن فقدالترقی لايفلح۔

ترجمہ: میں نے سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سناوہ فرماتے تھے جس نے اپنے نفس کی مخالفت کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے اس کی موافقت اور اپنے شیخ کی مخالفت کی گویا اس نے اسے اپنے شیخ کے ساتھ شیخ بنالیا اور جس کے دو شیخ (مرشد) ہوں وہ کامیابی نہیں پا سکتا کیونکہ صوفیاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ ارادے کی توحید واجب ہے تاکہ وہ اس کے لئے ایک ہی فکر بنادیں۔ اور وہ فرماتے ہیں جب مرید ایک حرکت سے دو چیزوں کو حاجت بناتا ہے جس طرح نماز ہے تو وہ اپنے ارادے میں شرک کرتا ہے مگر یہ کہ وہ حاجت شرعی طور پر مطلوب ہو (مثلا نماز میں اللہ تعالیٰ اور مخلوق دونوں کو سامنے رکھے) اور یہ اس لئے کہ شرک ظلم عظیم ہے اگرچہ اس کی اقسام مختلف ہیں لیکن یہ لفظ (ظلم) ظلمت سے نکلا ہے اور جو شخص ظلمت (اندھیرے) میں داخل ہوا وہ راستے میں حیران پریشان ہوتا ہے اور جو حیران ہوا اس کے لئے ترجیح نہیں اور جو ترجیح کو ضائع کردے تو اس سے ترقی گم ہو جائے گی اور اور جو ترقی کو بھلا دیتا ہے وہ کامیاب نہیں ہو گا۔[1]

صوفیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا طریقہ خالص توحید پر مبنی ہے

حضرت علامہ امام عبد الوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں :

ومن شأنه ان لا يكون له الا شيخ واحد فلايجعل له قط شيخين لان مبنی طريق القوم علی التوحيد الخالص وقد ذكر شيخ محی الدين فی الباب الاحدو الثمانين ومأةمن الفتوحات المكيةمانصه واعلم انه لا يجوز لمريد ان يتخذلی الا شيخاًو احدالان ذٰلک اعون له فی الطريق ومارأينا مريدا قط افلح علی يد شيخين فكما انه لم يكن وجود العالم بين الالٰهين ولا المكلف بين رسولين ولا امرأة بين زوجين فكذلک المريد لا يكون بين شيخين هذا كله فی مريد تقيد بشيخ بقصد سلوكه الطريق و اما من لم يتقيد فهو متبرک بالشيخ فقط فمثل ذٰلک لا يمنع من الاجتماع باحد وقد كان سيدی علی المرصفی رحمه الله عليه يقول۔ ومن ابتلی بصحبة شيخين فاكثر فليجعل شيخه الحقيقی فی حاشية قلبه بجانب محبة رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وآله وسلم لانه نائب رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وآله وسلم فی نصح امته وارشادهم الی طرق الهدی وكان ابو يزيد بسطامی رضی الله عنه يقول ومن لم يكن له استاذ واحد فهو مشرک فی الطريق والمشرک شيخه الشيطان۔

ترجمہ : مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ صرف ایک شیخ کے دامن سے وابستہ ہو اور ہرگز دو شیخ نہ اپنائے کیونکہ صوفیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا طریقہ خالص توحید پر مبنی ہے۔ حضور سیدی معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1](الانوار القدسیه ص ۹۲ ج ۲ مکتبه السیفیه الواقعة فی مندیکس علاقه کهجوری باره پشاور)

"الفتوحات المکیہ" کے باب ۱۸۱ میں فرمایا جان لو مرید کے لیے صرف ایک شیخ کو اختیار کرنا جائز ہے کیونکہ اس سے طریقت میں زیادہ مدد ملتی ہے اور ہم نے دو بزرگوں کے مرید کو کبھی کامیاب نہیں دیکھا۔ تو جس طرح اس عالم کا وجود دو خداؤں کے درمیان ممکن نہیں ایک مکلف دو رسولوں کے درمیان ممکن نہیں اور ایک عورت دو خاوندوں کے درمیان (مشترک نہیں اسی طرح ایک مرید کا تعلق) دو بزرگوں (مرشدوں) کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ یہ تمام باتیں اس مرید کے بارے میں ہیں جو کسی شیخ سے اس لیے وابستہ ہوتا ہے کہ وہ طریقت کی راہ پر چلے (سلوک کی منازل طے کرے) لیکن جس مرید کا یہ مقصد نہ ہو وہ اپنے شیخ سے محض برکت حاصل کرتا ہے اس کے لیے مختلف شیوخ کے پاس جانا ممنوع نہیں۔ اس صورت میں جب شیخ اول اجازت دے جیسا کہ (پچھلے صفحات میں مذکور ہوا۔) حضرت شیخ الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے آقا علی المرصفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے جو شخص دو یا دو سے زیادہ شیوخ کے ساتھ تعلق کی آزمائش میں ہو تو وہ رسول اکرم سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی وجہ سے اپنے شیخ کو دل کے اندر جگہ دے کیونکہ وہ شیخ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی خیر خواہی اور ان کو راہ ہدایت کی طرف بلانے میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نائب ہے۔ حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے جس کا ایک استاذ (مرشد) نہ ہو تو وہ طریقت میں مشرک ہے اور مشرک شیخ الشیطان ہوتا ہے۔[1]

مشائخ کا اجماع ہے کہ ایک مرید کے لیے دو مرشد اختیار کرنا جائز نہیں۔

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں :

وقد تقدم فی الباب الاول اجماع الاشیاخ علی انه لا یجوز للمرید ان یتخذ له شیخین وقالوا کما انه لا یکون للعالم الٰهین ولا للمرأة زوجین ولا للرجال قلبین کذالک لا یکون للانسان شیخین واجمعو علی ان کل مرید رأی ان علم شیخه لا یکفیه فلیس له ان یتقید علیه وربما کان احد شیخین غیر محقق فیأمر المرید بما یوافق هواه لغیر حکمة فیهلک وبل جملة فلم یقع لاحد قط انه سلک الطریق ووصل الی مقامات الرجال بین شیخین ابداً۔

ترجمہ : پہلے باب میں یہ بات گزر چکی ہے کہ مشائخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایک مرید کے لیے دو شیخ (مرشد) اختیار کرنا جائز نہیں وہ فرماتے ہیں جس طرح کائنات کے دو معبود نہیں ہو سکتے ایک عورت کے بیک وقت دو خاوند نہیں ہو سکتے ایک آدمی کے دو دل نہیں ہو سکتے اسی طرح ایک انسان کے دو مرشد نہیں ہو سکتے اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جو مرید دیکھے کہ اس کے شیخ کا علم اسے کافی نہیں تو اس پر اس کے ساتھ مقید ہونا لازم نہیں بعض اوقات دو مرشدوں میں سے ایک محقق نہیں ہوتا بس وہ مرید کو کسی حکمت کے بغیر محض اپنی خواہش کے مطابق حکم دیتا ہے پس ہلاک ہو جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کوئی

[1](الانوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة، الجزء الاول، ص، ۴۰، المکتبة العلمیه، بیروت)

شخص جو دو مرشدوں کے درمیان ہو اور وہ طریقت کی راہ اختیار کرے تو وہ مردوں (اولیائے کرام رحمھم اللہ تعالیٰ) کے مقامات تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔[1]

کائنات کے دو معبود نہیں ہو سکتے

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

وکان سیدی یوسف العجمی یقول کمالم یکن العالم الھین ولاللمرأۃ زوجین ولاللرجل قلبین کذلک لایکون شیخین انتھی۔

ترجمہ: جس طرح کائنات کے دو معبود نہیں ہو سکتے ایک عورت کے بیک وقت دو خاوند نہیں ہو سکتے ایک آدمی کے دو دل نہیں ہو سکتے اسی طرح ایک انسان کے دو مرشد نہیں ہو سکتے۔[2]

اہل طریقت کا اجماع

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں :

وسمعت سیدی علیاالخواص رحمہ اللہ تعالیٰ یقول اجمع اھل الطریق علی ان الملتفت الی غیر شیخہ لایفلح ابدا۔

وسمعت سیدی محمدالشناوی رحمہ اللہ تعالی یقول قلت یومالشیخی سیدی محمدالسروی مرادی ان ازورالشیخ الفلان فقال لی یامحمداذالم یکن الشیخ یملأعین المریدفلم یتخذہ شیخاًفمن ذالک الیوم مازرت غیرہ الی ان مات انتھی۔

ترجمہ: میں نے اپنے سید علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اہل طریقت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص اپنے شیخ کے علاوہ کسی اور کی طرف التفات کرے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ اور میں نے اپنے سیدی محمد الشناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے سنا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک دن اپنے شیخ میرے سید محمد السروی سے کہا میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں فلاں شیخ کی زیارت کیلئے چلا جاؤں تو انہوں نے مجھ سے کہا اے محمد جب شیخ ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے مرید کی آنکھوں کو بھر دے تو اسے شیخ نہ بناؤ پس اس دن سے میں کسی اور کی زیارت کیلئے نہیں گیا یہاں تک کہ میرے شیخ وفات پا گئے۔[3]

---

[1] (الانوار القدسیۃ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ، الجزء الثانی، ص، ۳۱، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

[2] (المنن الوسطیٰ ص ۳۲۹ الباب الثالث فی جملۃ اخریٰ من الاخلاق)

[3] (المنن الکبریٰ، الباب الثامن، ص، ۳۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مجدد الف ثانی شیخ احمد الفاروقی السرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات امام ربانی میں لکھتے ہیں:

متن: زِنہار بتوسط روحانیات مشائخ وامدادات ایشان مغرور نشوید کہ آن صورِ مشائخ فی الحقیقت لطائفِ شیخ مقتدا است کہ بآن صور ظہور نمودہ است قبلہ توجہ را وحدت شرط است توجہ را پراگندہ ساختن موجبِ خسران است (عیاذًا باللہ سبحانہٗ)

ترجمہ: مشائخ کی روحانیات اور ان کی امداد سے مغرور نہ ہوں کیونکہ مشائخ کی صورتیں حقیقۃً شیخ مقتداء کے لطائف ہیں جو ان شکلوں میں ظاہر ہوئے ہیں۔ قبلۂ توجہ کے لئے وحدت شرط ہے، توجہ کو پراگندہ کرنا نقصان کا باعث ہے۔ عیاذًا باللہ سبحانہٗ

شرح: یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز سالکین راہِ طریقت کو ایک اہم نصیحت فرما رہے ہیں کہ جب کوئی سالک کسی شیخ کامل مکمل کے زیر تربیت راہ سلوک طے کرتا ہے تو دورانِ سلوک اسے مختلف کیفیات وواردات ومکاشفات میسر ہوتے ہیں۔ بعض اوقات مراقبے یا خواب میں اسے دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ فیوض وبرکات سے نوازتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی توجہ اپنے شیخ کی طرف سے ہٹ جانے اور دیگر مشائخ کی طرف مشغول ہو جانے کا خدشہ ہوتا ہے، حالانکہ یہ ساری عنایات ونوازشات وفیوضات اسے اپنے شیخ کی بدولت ہی حاصل ہوئی ہیں۔ بنابریں اسے بھٹک جانے اور اپنی منزل کے گم کر دینے کا امکان ہوتا ہے اس لئے یک در گیر محکم گیر کے مصداق اپنی تمام تر توجہات کا قبلہ اپنے شیخ کو ہی رکھنا چاہیئے۔

عارف کھڑی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خوب کہا:

دلبر دے دروازے اتے محکم لایئے جھوکاں   نویں نویں ناں یار بنایئے وانگ کمینیاں لوکاں

بینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ اپنے شیخ طریقت کے لطائف خمسہ کا مختلف مشائخ واشخاص کی صورت میں متمثل ہونا سالک کے امتحان کے لئے ہوتا ہے اور شیخ کا لطیفہ قلب۔۔۔ کسی آدمی المشرب شیخ کی صورت میں، لطیفۂ روح۔۔۔ کسی نوحی المشرب اور ابراہیمی المشرب شیخ کی صورت میں، لطیفۂ سر۔۔۔ کسی موسوی المشرب شیخ کی صورت میں، لطیفۂ خفی۔۔۔ کسی عیسوی المشرب شیخ کی صورت میں اور لطیفۂ اخفیٰ۔۔۔ کسی محمدی المشرب شیخ کی صورت میں متشکل ہو کر فیض دیتا ہے، پس فیض اپنے شیخ کا ہی ہوتا ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر مستحضر رہے کہ اہل اللہ کے لطائف وارواح کا مختلف اشخاص کی شکلوں وصورتوں میں متشکل ومتمثل ہونا ایک حقیقت ثابتہ ہے جو ارباب کشف وشہود اور اصحاب وجد وقلوب سے پوشیدہ نہیں اور یہ از قبیل کرامت وخرق عادت ہے جو درحقیقت حق تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ہے۔

عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارواحِ شہداء کے تصرفات وکرامات کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

ان الله تعالى يعطى لارواحهم قوة الأجساد فيذهبون من الأرض والسماء والجنة حيث يشاؤن وينصرون أولياءهم ويدمرون أعداءهم ان شاء الله تعالى۔

یعنی اللہ تعالیٰ ارواح شہداء کو جسمانی قوت عطا فرماتا ہے پس وہ زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو احباب کی مدد کرتے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔[1]

ایک اور مقام پر یوں رقم طراز ہیں:

قالت الصوفية العلية أرواحنا أجسادنا وأجسادنا أرواحنا - وقد تواتر عن كثير من الأولياء انهم ينصرون أولياءهم ويدمرون أعداءهم ويهدون إلى الله تعالى من يشاء الله تعالى۔[2]

یعنی صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ہماری روحیں ہی ہمارے جسم ہیں اور ہمارے جسم ہی ہماری روحیں ہیں اور کثیر اولیاء سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ (بعد از وصال) اپنے دوستوں کی مدد کرتے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ چاہے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی رہنمائی کرتے ہیں۔[3]

کیا تمہارا باپ ہے؟

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں :

وكان سيدى ابو السعود الجارحى يقول لمن يريد صحبته هل لك اب؟ فيقول له نعم فيقول أين هو؟ فيقول فى البلاد مثلاً فيقول له اذهب إليه أنا لأصحب من له اب غيرى۔

---

[1] (تفسیر مظھری، ج ۱، ص ۱۵۲، الناشر: مكتبة الرشدية-الباكستان)
[2] (تفسیر مظھری، ج ۱، ص ۱۵۲، ناشر: مکتبۃ رشدیہ)
[3] (البینات، ص ۲۱۶ تا ۲۱۹)

ترجمہ: حضرت سیدی ابو السعود الجارحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس شخص سے جو آپ کی صحبت اختیار کرنا چاہتا پوچھتے تھے یا تمہارا باپ ہے؟ اگر وہ عرض کرتا جی۔ فرماتے وہ کہاں ہے؟ وہ کہتا شہر میں ہے تو اس سے فرماتے اس کے پاس جاؤ میں ایسے شخص کو اپنی صحبت میں نہیں رکھتا جس کا میرے علاوہ بھی باپ ہو۔[1]

چالیس سال کی خدمت ایک لحظہ میں ختم

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں :

قالوا ولابدللمریدمن توحیدالقصدوالاذعان والعمل بکل مایقوله الشیخ ومن لم یوجه القصد وأشرک مع الشیخ غیره فهومشرک فی القصدلایجیئ منه شئی فی الطریق ولوکان شیخه من اکبرالاولیاء وسمعت سیدی علیاالمرصفی رضی اللہ عنه یقول من ادبرعن شیخه لحظة واحدة فقدادبرعن حضرة اللہ عزوجل ولوان مریداًخدم شیخه اربعین سنة لایدبرعنه لحظة ثم ادبرعنه کان مافاته فی تلک الادبارة اکثرممانالہ فی الاربعین سنة۔

ترجمہ: اور صوفیاء فرماتے ہیں کہ مرید کیلئے ضروری ہے کہ ارادت میں توحید کو اختیار کرے اور ہر اس بات پر عمل کرے جو شیخ نے اسے کہی ہو اور شیخ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف توجہ نہ رکھے اور شیخ کے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک نہ کرے وگرنہ یہ ارادت (طریقت) میں مشرک ٹھہرے گا اور طریقت سے اسے کچھ بھی حاصل نہ ہو گا۔ اگرچہ کہ اس کا شیخ اولیائے کبار سے کیوں نہ ہو اور میں نے سنا اپنے سید علی المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے آپ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے مرشد سے ایک لحظہ بھی منہ موڑا یقیناً وہ اللہ کے حضور سے پھر گیا اگرچہ کہ اس نے شیخ کی چالیس سال خدمت کیوں نہ کی ہو اور اس کا اپنے شیخ سے پیٹھ پھیرنا ایک لحظہ بھی ہر اس چیز کو کھو دیتا ہے جو اس نے چالیس سال میں حاصل کیا۔[2]

جس نے بغیر عذر شرعی عہد (بیعت) توڑا وہ ذلیل ہوا

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی بروسی حنفی قدس سرہ لکھتے ہیں:

ودر عهد گفته اند:

پیمان مشکن کہ ہر کہ پیمان بشکست — از پای درافتاد رفت زدست
آنرا کہ بدر دست بود پیمان الست — نشکستہ بھیچ حال ہر عھد کہ بست

---

[1] (الانوار القدسیہ ص ۶۰ ج ۲ مکتبہ السیفیہ الواقعۃ فی مندیکس علاقہ کھجوری بارہ پشاور)

[2] (الاجوبۃ المرضیۃ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ص ۱۱۸)

کما قال الحافظ:

از دم صبح ازل تا آخر شام ابد دوستی بر یک عهد و یک میثاق بود

وقال:

پیمان شکن ہر آینہ گردد شکستہ حال ان العهود لدى اهل النهى ذمم

قال بعض الكبار: هذه البيعة نتيجة العهد السابق المأخوذ على العباد في بدء الفطرة فيضرهم النكث وينفعهم الوفاء قال الشيخ إسمعيل بن سودكين في شرح التجليات الأكبرية قدس الله سرهما: المبايعون ثلاثة: الرسل والشيوخ والورثة والسلاطين والمبايع في هؤلاء الثلاثة على الحقيقة واحد وهو الله تعالى وهؤلاء الثلاثة شهود الله تعالى على بيعة هؤلاء الاتباع وعلى هؤلاء الثلاثة شروط يجمعها القيام بأمر الله وعلى الاتباع الذين بايعوهم شروط يجمعها المتابعة فيما أمروا به فأما الرسل والشيوخ فلا يأمرون بمعصية أصلاً فإن الرسل معصومون من هذا والشيوخ محفوظون وأما السلاطين فمن الحق منهم بالشيوخ كان محفوظاً وإلا كان مخذولاً وما هذا فلا يطاع في معصية والبيعة لازمة حتى يلقوا الله تعالى ومن نكث الاتباع من هؤلاء فحسبه جهنم خالداً فيها لا يكلمه الله ولا ينظر إليه وله عذاب أليم هذا كما قال أبو سليمان الداراني قدس سره: هذا حظه في الآخرة وأما في الدنيا فقد قال أبو يزيد البسطامي قدس سره في حق تلميذه لما خالفه: دعوا من سقط من عين الله فرؤي بعد ذلك مع المخنثين وسرق فقطعت يده هذا لما نكث أين هو ممن وفي بيعته مثل تلميذ الداراني قيل له: ألق نفسك في التنور فألقى نفسه فيه فعاد عليه برداً وسلاماً هذه نتيجة الوفاء انتهى. يقول الفقير: ثبت بهذه الآية سنة المبايعة وأخذ التلقين من المشايخ الكبار وهم الذين جعلهم الله قطب إرشاد بأن أوصلهم إلى التجلي العيني بعد التجلي العلمي إذ لا فائدة في مبايعة الناقصين المحجبين لعدم اقتدارهم على الإرشاد والتسليك۔

اور عہد پیمان کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا:

پیمان مشکن کہ ہر کہ پیمان بشکست از پای درافتاد رفت زدست

آنرا کہ بدر دست بود پیمان الست نشکستہ بہیچ حال ہر عهد کہ بست

ترجمہ: عہد نہ توڑ کیونکہ جس نے عہد توڑا وہ ذلیل ہوا اور ہاتھ سے باہر ہوا یعنی خوار ہوا، ہوا کے ہاتھ میں ہے پیمان الست، اس نے کسی حالت میں بھی کوئی عہد نہ توڑا۔

حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا:

از دم صبح ازل تا آخر شام ابد دوستی بر یک عهد و یک میثاق بود

پیمان شکن ہر آینہ گردد شکستہ حال ان العهود لدى اهل النهى ذمم

ترجمہ: صبح ازل سے شام عہد تک دوستی و محبت میں ایک عہد و میثاق پر ہونا چاہیئے، عہد توڑنے والے کا یقینا برا حال ہو گا کیونکہ عقلمندوں کے نزدیک عہد پورا کرنا بڑی بھاری ذمہ داری ہے۔

بعض مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بیعت اسی میثاق سابق کا نتیجہ ہے جو ابتدائے فطرت سے (روز الست) لیا گیا اسی لیے اس کا توڑنا نقصان دیتا ہے اور اس کی وفاء نفع دیتی ہے۔

حضرت اسماعیل بن سودکین قدس سرہ نے "التجلیات الاکبریۃ" میں فرمایا کہ بیعت لینے والے تین قسم کے ہیں:

(۱) رسل (انبیاء) علیہم السلام

(۲) مشائخ جو انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں

(۳) بادشاہ۔

ان تینوں کا حقیقی بیعت والا ایک ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور یہ تینوں اللہ تعالیٰ کی اس اتباع کے گواہ ہیں جن کے وہ مامور ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے اس کی اتباع کا معاہدہ کریں یہی وجہ ہے کہ ان تینوں کے لیے شرائط ہیں کہ جن کی وجہ سے وہ امر الٰہی کو قائم کریں گے۔ اور بیعت کرنے والوں کے بھی ان امور میں شرائط ہیں جن کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے نائبین کی بیعت کر سکیں۔ انبیاء و رسل علیہم السلام اور مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو کسی گناہ کا حکم نہیں فرمائیں گے اس لیے کہ انبیاء و رسل علیہم السلام تو گناہوں سے بالکل معصوم اور مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محفوظ ہوتے ہیں اور بادشاہ جو کسی ولی اللہ سے وابستہ ہوتے ہیں تو وہ بھی گناہوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں مگر جو بادشاہ بے مرشد ہوتے ہیں وہ دونوں کی ذلت اور رسوائی اٹھاتے ہیں ایسے بادشاہ کی معصیت میں اطاعت نہ کی جائے ہاں اس کی (حکومت کے امور میں) بیعت کرنا جائز ہے یہاں تک کہ موت آئے۔ اور ان تینوں کی ان کے متعلقات میں بیعت توڑنے کی سزا جہنم ہے اس میں وہ ہمیشہ رہے گا نہ اللہ تعالیٰ اس سے قیامت میں کلام فرمائے گا اور نہ نظر کرم سے دیکھے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہے جیسا کہ حضرت ابو سلیمان دارانی قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ اس کی آخرت کی سزا ہے اور دنیا کی سزا وہ ہے جو حضرت ابو یزید بسطامی قدس سرہ نے اپنے اس شاگرد (مرید) کے لیے فرمایا جس نے آپ کی بیعت کے بعد مخالفت کی اس کے لیے آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو جو اللہ کی نظر عنایت سے گر گیا۔ اس کے بعد اسے ہیجڑوں میں دیکھا گیا اور چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔[1]

[1](روح البیان، سورۃ الفتح: تحت الآیۃ: ۱۰ ج ۹، ص ۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

جو اپنے کامل پیر و مرشد پر اکتفا نہیں کرتے

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق حنفی نقشبندی محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

فرمود بعض درویشان با پیری بیعت کردہ باشند بران بسند نمی کنند تا بر پیری دیگر میروند وبیعت و خرقہ او ہم می ستانند نزدیک من این چیزی نیست بیعت ہمان ست کہ اول باکسے کردہ باشند اگرچہ پیر یکی از آحاد باشد واز شیخ نظام الدین سوال کردند حکم شیخ منصور حلاج چیست فرمود کہ مردہ است اومرید خیر نساج بود ترک او گرفت بر شیخ جنید آمد ودرخواست بیعت کرد جنید فرمود تومرید خیر نساجی ترادست بیعت ندہم اوراد کرد جنید مقتدای وقت بود درداورد ہمہ شد فرمود۔

ترجمہ: ایک مرتبہ فرمایا کہ بعض مرید ایسے ہوتے ہیں جو اپنے پیر و مرشد پر اکتفا نہیں کرتے اور دوسرے پیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس سے خرقہ حاصل کرلیتے ہیں میرے نزدیک یہ حرکت کوئی قابل قبول نہیں دراصل بیعت تو وہی ہے جو پہلی مرتبہ کسی کے ہاتھ پر کیجائے اگرچہ وہ پیرو مرشد ایک عام آدمی ہی کیوں نہ ہو (مطلب کہ مشہور نہ ہو، اور ان کی ولایت مخلوقِ خدا سے چھپی ہوئی ہو)۔

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے ایک مرتبہ شیخ منصور حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس کا حکم مردود ہے دراصل وہ خیر نساج کا مرید تھا جن کی ارادت و عقیدت سے منہ موڑ کر حضور سیدنا سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت کرنا چاہا حضور سیدنا سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تم دراصل حضرت شیخ خیر نساج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید ہو میں تمہیں دوبارہ بیعت نہیں کرتا چنانچہ حضور سیدنا سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اپنے وقت کے مقتدا اور کامل تھے انہوں نے حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو واپس کردیا چونکہ شیخ منصور حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو آپ نے واپس لوٹا دیا تھا اس لئے دوسرے تمام مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے بھی ان سے بیعت نہ لی۔[1]

[1] (اخبار الاخیار، ص، ۵۹، نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، بلال روڈ، لاہور)

اپنے پیر کی زندگی میں کسی اور کی پیروی اور تلقین کی جانب توجہ کرنا

حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ لکھتے ہیں:

حضرت مخدوم مینا قدس سرروحہ میفرمود کہ مرید اگر درحالت حیات پیر بدیگری در اتباع و تلقین توجہ کند بہرہ نیاید و باوجود پیر از دیگری کلاہ محبت ستدن وخلافت قبول کردن جائز نبود۔

ترجمہ: حضرت مخدوم شیخ مینا قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر کوئی مرید اپنے پیر کی زندگی میں کسی اور کی پیروی اور تلقین کی جانب توجہ کرتا ہے تو وہ کہیں سے کوئی حصہ نہیں پاتا اور پیر کے ہوتے ہوئے کسی اور شخص سے محبت کی کلاہ لینا اور خلافت قبول کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

طریقت میں ایک پیر کی صحبت اختیار کرنا واجب ہے

سید محمد بن مبارک کرمانی میر خورد چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

سلطان المشائخ فرمود بعضے درویشان باپیرے بیعت کردہ باشند برآن بسندہ نے کنند تا بر پیرے دیگر میروند وبیعت و خرقہ او ہم مے ستانند نزدیک من این چیزے نیست زیرا کہ مرید رامحبت حق تعالیٰ وجل وعلی بر اندازۂ محبت پیر خود حاصل مے شود چون بادو پیر بیعت کند و خرقۂ دو پیر ستاند چگونہ راست آید بیعت ہماں است کہ اول باکسے کردہ باشد اگرچہ آں پیر یکے از احاد باشد وے فرمود شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی قدس سرہ بارہاگفتے ہر درے وہر سرے نباشید یک در گیرید محکم گیرید از سلطان المشائخ سوال کردند حکم شیخ حسین منصور حلاج چیست فرمود کہ مردود است او مرید خیر نساج بود ترک او گرفت و بر جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آمد ودر خواست بیعت کرد جنید فرمود تو مرید خیر نساجی ترا دست بیعت ندہم اورارد کرد چون جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مقتدائے وقت بود رد او رد ہمہ باشد وبخط مبارک سلطان المشائخ قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نوشتہ دیدہ ام۔

---

[1] (سبع سنابل، سنبلہءدوم، دربیانِ پیری و مریدی، ص، ۸۸، النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاھور)

فان قال قائل انا راینا المشائخ استفادوا عن غیر شیخ واحد کابی عثمان فانه کانی متمسکا بمتابعته یحیٰ الرازی وبعده رغب فی صحبت شاہ الکرمانی ثم اتبع ابا حفص الحدّاد و بلغ مبلغ الرجال و انت فقد تحجرت واسعا اعلم ان تعلق الارادۃ تعلق یشترک فیه غیره و تعلق یشترک فیه غیره فانه یمکن ان یربی الصبیّ غیر الوالدین فیه صبعه الطیر الا ان تموت الشیخ کما کان حال الشیخ ابی النجیب السهروردی لما مات شیخه احمد الغزالی استفاد باشارته عن الشیخ حماد دبّاس۔

ترجمہ: سلطان المشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بعض درویش پہلے ایک پیر سے بیعت کر لیتے ہیں لیکن اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ دوسرے پیر کے پاس جاتے اور اس سے بیعت کرتے اور خرقہ بھی پہنتے ہیں۔ میرے نزدیک تو یہ کوئی بات نہ ہوئی کیونکہ مرید کو خدا تعالیٰ کی محبت اپنے پیر کی محبت کے اندازہ پر ہوتی ہے اور جب یہ ہے تو جو شخص دو پیروں سے بیعت کرے گا اور کے خرقے لے گا تو پھر یہ بات کیوں کر حاصل ہو گی۔ بیعت وہی معتبر ہے جو اول مرتبہ کسی شخص سے کی ہے اگرچہ وہ پیر مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں ادنی درجہ رکھتا ہو اور ان ہی میں کا ہو آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز بارہا فرمایا کرتے تھے کہ آدمی ہر بابی اور ہر سری نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ ایک دروازہ کو پکڑنا اور نہایت استحکامی اور مضبوطی سے پکڑنا واجب ہے۔ چنانچہ آپ اپنے مریدوں کو سب سے اول یہی نصیحت فرماتے اور نہایت زور کے ساتھ اس مضمون کو بیان کرتے اسی اثناء میں حاضرین نے سلطان المشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا کہ شیخ منصور حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کیا حکم ہے فرمایا کہ ان کا حکم مردود ہے۔ اصل میں وہ حضرت شیخ خیر نساج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے۔ لیکن بعدہ انہیں چھوڑ کر حضور سیدنا سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آئے اور بیعت کی درخواست کی جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ چونکہ تم خیر نساج کے مرید ہو اس لیے میں تمہاری بیعت نہیں لیتا غرضیکہ حضور سیدنا سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی اس درخواست کو رد کر دیا اور چونکہ آپ مقتدائے وقت اور شیخ زمان تھے اس لیے آپ کا ان کی اس درخواست کو رد کرنا گویا سب کا رد کرنا ہے۔ میں نے خاص سلطان المشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قلم مبارک سے عبارت لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ اگر کوئی کہنے والا کہے کہ ہم نے مشائخ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے علاوہ ایک پیر کے بہت سے مشائخ سے فائدہ اٹھایا ہے جیسے شیخ ابو عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو وہ اول اول یحییٰ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیروی کرتے اور ان کے طریقہ سے تمسک کرتے تھے کہ پھر شاہ کرمانی کی صحبت میں راغب ہوئے اور ان پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ابو حفص حداد کی پیروی کی اور مردان راہ خدا کے مرتبہ کو پہنچ گئے اور تم نے اس طریقہ کے وسیع دائرہ کو تنگ کر دیا ہے سو واضح رہے کہ ارادت کا علاقہ ایک ایسا علاقہ ہے جس میں اس کا غیر شریک ہو سکتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک بچہ کی پرورش اس کے ماں باپ کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ تکمیل کے مرتبہ کو پہنچ جائے مثلاً اسے دایہ پال لے۔ لیکن ہاں جب پہلا شیخ انتقال کر جائے تو

مرید کو دوسرے پیر کی طرف رجوع کرنا جائز ہے جیسے شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد ان کے ارشادہ سے شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مستفید ہوئے۔[1]

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ اپنے پیر کو چھوڑ کر دوسرے سے طلب کرنا مرتد ہونا ہے اس لئے کہ اپنے پیر ہی سے طلب کرے اگر دوسرے کے پاس جائے گا وہ اس کی دستگیری نہ کرے گا مفت میں اس کی راہ ماری جائے گی۔[2]

اگر مرید کسی ایسی مجلس میں حاضر ہو جہاں خواجہ خضر علیہ السلام اور ابدال و اوتاد وغیرہ اولیاء اور اس کے پیر بھی تشریف رکھتے ہوں تو یہ اپنے پیر ہی سے غرض رکھے اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔[3]

حضرت سیدنا و مرشدنا حضرت خواجہ سیف الرحمان نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت میاں سوکنو باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت اٹک جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مرید تھے اور ایک مرتبہ حضرت میاں سوکنو باباجی نوراللہ مرقدہ اپنی پیرومرشد کی حاضری کے لئے اٹک سے نکلے اور اپنی ساتھ تحفے میں بھوسے کی بڑی بوری کاندھوں پر پشاور سے اٹھائی اور کہنے لگے کہ میرے پیرومرشد نے جانور پال رکھے ہیں راستے میں ایک شخص ملا اور کہا کہ جناب کہاں جارہے ہو تو میاں سوکنو باباجی نوراللہ مرقدہ نے فرمایا کہ اپنے پیرومرشد کی ملاقات کے لئے جارہاہوں تو اس شخص نے کہا کہ آپ کے کاندھوں پر کیا ہے تو میاں سوکنو باباجی نوراللہ مرقدہ نے کہا کہ میں اپنے شیخ کے حضور میں تحفہ لے کر جارہاہوں تو اس اجنبی شخص نے کہا کہ راستہ بہت لمباہے مجھے یہ بوری فروخت کردو اور اٹک میں بھوسا خرید کر اپنے شیخ کی بارگاہ میں پیش کردینا تو میاں سوکنو باباجی نوراللہ مرقدہ نے انکار کردیا اور چل پڑے جب اپنے شیخ کے دربار میں پہنچے تو وہ اجنبی شخص حضرت اٹک جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بیٹھے تھے تو حضرت اٹک جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت میاں سوکنو باباجی نوراللہ مرقدہ سے کہا کہ یہ خضر علی نبیناوعلیہ الصلاۃ والسلام ہیں تو میاں سوکنو باباجی نوراللہ مرقدہ نے فوراً اپنے پیرومرشد کے ہاتھ اور پاؤں چوم لئے تو حضرت اٹک جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوبارہ فرمایا کہ یہ خضر علی نبیناوعلیہ الصلاۃ والسلام ہیں تو میاں سوکنو باباجی نوراللہ مرقدہ نے فرمایا کہ قربان آپ نے حق کہا لیکن میرے لئے خضر آپ ہی ہیں آج آپ کی برکت کے طفیل مجھے انکی صحبت نصیب ہوئی ہے۔

دولت اگرچہ ظاہری صورت میں کسی جگہ سے بھی پہنچے حقیقت میں اسے اپنے شیخ کی طرف سے سمجھنا چاہیے۔

---

[1] (سِیَرُ الاولیاء، باب، ششم، ص، ۳۳۸، ۳۳۷، ص: ۴۵۵ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد)

[2] (خاتمہ، ص، ۹۲)

[3] (خاتمہ، ص، ۹۹)

حضرتِ عالی امام ربانی مجد دالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

واقعہ تربیت حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نسبت بہ اخوی ((حافظ مھدی علی)) کہ نوشتہ بودند بلی! ((حافظ)) بہ طریق مامناسبت بسیار دارد امااین قدر باید دانست کہ دولت ھر چند بہ صورت از ھر جا برسد فی الحقیقت بہ شیخ خود راجع باید داشت تا قبلۂ توجہ پراگندہ نشود ودر کارخانہ خلل نیندازد۔

از ھر جا برسد از پیر خود باید دانست کہ او جامع است۔ بہ ھر صورت کہ تربیت او ظھور یابد فی الحقیقت از اوست۔ این مقام از مزال اقدام طلاب است۔ واقف باید بود تا دشمن لعین راہ نیابد و پراگندہ نسازد۔

وشنیدہ باشند کہ ھر کہ یک جا ھمہ جا وھر کہ ھمہ جا ھیچ جا ((حافظ)) رادعا رسانند والسلام۔

اور حضرت عیسیٰ علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت کا واقعہ جو آپ نے بھائی حافظ مہدی علی کے متعلق لکھا تھا۔ ہاں حافظ ہمارے طریقہ سے بہت مناسبت رکھتا ہے لیکن یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ دولت اگرچہ ظاہری صورت میں کسی جگہ سے بھی پہنچے حقیقت میں اسے اپنے شیخ کی طرف سے سمجھنا چاہیئے تاکہ قبلہ پراگندہ نہ ہو اور کارخانہ میں خلل نہ ڈالے جس جگہ سے بھی پہنچے اسے اپنے پیر کی طرف سے سمجھے کہ وہ جامع ہے۔ جس صورت سے بھی اس کی تربیت ظہور پائے وہ فی الحقیقت اسی طرف سے ہے اور یہ مقام طالبوں کے قدم پھسلنے کا ہے۔ اس سے واقف ہونا چاہیئے تاکہ مردود دشمن راہ نہ پاسکے اور پراگندہ نہ کرے۔ یہ تو آپ نے سنا ہوگا کہ جو ایک جگہ ہے وہ ہر جگہ ہے اور جو ہر جگہ ہے وہ کسی جگہ بھی نہیں ہے۔ حافظ کو دعا پہنچادیں۔ والسلام [1]

قبلہ توجہ صرف اپنے شیخ کی ذات ہی ہونی چاہیے

حضرتِ عالی امام ربانی مجد دالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

امایک شرط رامرعی دارندوآن وحدت قبلہ توجہ است قبلہ توجہ رامتعدد ساختن خود رادر تفرقہ انداختن است مثل مشہور است کہ ((وھر کہ یکجا ھمہ جا وھر کہ ھمہ جا ھیچ جا۔

[1] (مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۲۰، ج، ۲، ص، ۳۸۵، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تھران)

حضرت حق سُبْحَانَہٗ وَتعالیٰ بر جادہ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ استقامت کرامت فرماید:

و السلام علی من اتبع الھدی و التزم متابعۃ المصطفی علیہ و علیٰ الہ الصلوات و التحیات۔

ترجمہ: لیکن ایک شرط خاص طور پر ملحوظ رکھیں کہ قبلہ توجہ صرف ایک ذات ہونی چاہیے (اپنا مرشد کامل) اپنا قبلہ توجہ متعدد افراد کو قرار دینا اپنے آپ کو تفرقے اور انتشار کا شکار کرنا ہے۔ مشہور مثل ہے۔ ہر کہ یک جا ہمہ جا و ہر کہ ہمہ جا ہیچ جا یعنی جو ایک جگہ قائم ہے ہر جگہ ہے اور جو ہر جگہ ہے ایک جگہ بھی نہیں۔ حضرت سبحانہ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلواۃ والسلام والتحیۃ کی راہ پر استقامت عطا فرمائے۔ ان تمام پر جو متبع ہدایت ہیں اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کو لازم جانتے ہیں سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔[1]

حضرت شیخ المشائخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی کا شاہد ہے۔

مارجع من رجع الا عن الطریق و من وصل لا یرجع۔

(یعنی جو الٹا پھرتا ہے تو وہ راستہ ہی سے الٹا پھرتا ہے اور جو پہنچ گیا وہ الٹا نہیں پھرتا) میں بھی یہی کہتا ہوں۔

مرید اپنے پیر سے جنید رحمۃ اللہ علیہ و بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بہتر نہ جانے اگر اپنے پیر پر کسی اور شخص کی فضیلت ظاہر و ثابت بھی ہو جائے تب بھی اپنا ہاتھ پیر کے دامن سے نہ ہٹائے باپ ہی اپنے بچہ کی پرورش کرتا ہے غیر کیسا ہی رحیم و شفیق ہو تمہاری پرورش نہ کرے گا تمہارے پرورش تمہارے پیر ہی پر فرض ہے کیونکہ اس کی تم اولاد معنوی ہو۔[2]

شرح

سُطورِ بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اپنے ایک کشف کا اظہار فرماتے ہوئے مکتوب الیہ کو فتح و نصرت کی خوشخبری سنا رہے ہیں لیکن اس بشارت کو اس امر کے ساتھ مشروط فرمایا ہے کہ اپنی توجہ کا قبلہ صرف اور صرف اپنے مرشد گرامی کو ہی رکھیں۔ کیونکہ ہر کسی کا کوئی نہ کوئی قبلۂ توجہ ضرور ہوتا ہے، جیسا کہ آیت کریمہ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (البقرۃ ۱۴۸) سے واضح ہے جب طالبِ صادق کو مرشدِ کامل مکمل نصیب ہو جائے تو سالک کو چاہیئے کہ کلی طور پر اسی کی طرف متوجہ رہے اور ہر قسم کے فیض و برکت کے حصول کا ذریعہ اسے ہی جانے اور جنون کی حد تک اس سے قلبی تعلق استوار رکھے کیونکہ یہی رشتۂ

[1] (مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۵۷، ج ۱، ص ۱۲۲، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تھران)
[2] (خاتمہ، ص ۱۰۰)

محبت، شیخ سے اخذِ فیض کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے اور اگر قبلۂ توجہ متعدد ذوات اور مختلف افراد ہوں تو سالک التفاتِ شیخ سے محروم رہتا ہے اور فیض حاصل نہیں کر پاتا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے مشہور مثل نقل فرما کر توجہ کو کلیۃً شیخ کی طرف مرکوز رکھنے کی نصیحت فرمائی ہے:

ہر کہ یکجا ہمہ جا و ہر کہ ہمہ جا ہیچ جا

یعنی جو ایک جگہ قائم ہے وہ ہر جگہ ہے اور جو ہر جگہ ہے وہ کسی جگہ بھی نہیں۔

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا:

دلبر دے دروازے اُتے محکم لائیے جھوکاں

نویں نویں یار بنائیے وانگ کمینیاں لوکاں [1]

سید محمد بن مبارک کرمانی میر خورد چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا ہی اچھا کہا:

بیت:

کہ نیست در ہمہ عالم باتفاق امروز جز آستانۂ تو مقصدے و ملجائے

ترجمہ: تیرے آستانہ کے سوا اس زمانہ میں کوئی جگہ پناہ و حصول مقصد کی نہیں۔ [2]

معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ہم براں در گرد از سگ کم مباش

باسگِ کہف ار شدستی خواجہ تاش

ترجمہ: (ارے! ایک) کتے سے کم رتبہ نہ بن اگر تو اصحابِ کہف کے کتے کا ہم رتبہ بن گیا ہے تو اسی دروازے کا طواف کئے جاؤ (جس نے دہانہ غار کو نہیں چھوڑا)۔

چوں سگاں ہم مر سگاں را ناصح اند کہ دل اندر خانۂ اول ببند

ترجمہ: جب کتے بھی (دوسرے) کتوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ (اپنے) پہلے (مالک) کے گھر میں ہی جی لگاؤ۔ تو کیا تم کتوں سے بھی گئے گزرے ہو۔ جو اپنے پہلے مرشد کے ساتھ وابستہ نہیں رہتے۔

---

[1] (البینات، ص ۲۴۲، ۲۴۳)

[2] (سِیَرُ الاولیاء، باب، ششم، ص، ۳۴۵، ص ۲۶۵ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد)

آں دِرِ اول کہ خوردی استخواں سخت گیر و حق گزاری رامماں

ترجمہ :(کتے کہتے ہیں کہ)اس پہلے دروازے کو کہ (جس سے تو نے ہڈی کھائی ہے مضبوط پکڑ اور حق گزاری کو نہ چھوڑ)۔[1]

بیوفائی چوں سگاں را عار بود بیوفائی چوں رَوا داری نمود

ترجمہ:جب کتوں کے لئے بیوفائی عار تھی تو تو نے بیوفائی کرنا کیونکر روا رکھی۔[2]

ہر کجا بنی برہنہ و بے نوا وانکہ او بگریختہ از اوستا

ترجمہ:جہاں کہیں تم کسی (خلعتِ باطنی سے) ننگے اور (دولتِ معرفت سے) بے بہرہ کو دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ اپنے استاد (طریقت) سے بھاگا ہوا ہے۔ صائب

سعی ناکردہ دریں راہ بجائے نرسی مزد اگر مے طلبی طاعتِ استاد ببر

تاچناں گردد کہ میخواہد دلش آں دلِ کور بد بے حاصلش

ترجمہ:(وہ) اس لئے (بھاگا ہے) کہ جس طرح اس کا دل چاہے اسی طرح ہو جائے۔ اس کا وہ دل جو اندھا ہے برا ہے بے نصیب ہے۔

صائب :

قانع بشکار خس و خار اندر ز گوہر چوں موج گردے ہے کہ طلب گارِ کنار اند

گر چناں گشتے کہ استاخواستے خویش را و خویش را آراستے

ترجمہ :اگر وہ اسی طرح (عمل کرنے والا) ہوتا جس طرح استاد چاہتا تو آج سے اپنے آپ کو اور (نیز اپنے) اقارب کو (فضائل و کمالات سے) مزین کر سکتا۔

ہر کہ از استاد گریزد در جہاں اوز دولت میگریزد ایں بداں

ترجمہ:جو شخص دنیا میں استاد سے بھاگتا ہے وہ (در حقیقت) دولت (علم) سے بھاگتا ہے۔ اس کو (خوب) سمجھ لو۔[3]

---

[1] (مفتاح العلوم، دفتر سوم، ص ۶۲)

[2] (مفتاح العلوم، دفتر سوم، ص ۶۴)

[3] (مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۷۷۳)

شیخ کے احوال کے معاملات کو ارادت کی نگاہ سے دیکھے

چون مرید صادق عاشق جمال ولایت شیخ، گشت شایستگی قبول تصرف ولایت شیخ دراو پدید آید دراین حال مرید بر مثال بیضہ ای بود در بیضگی انسانیت و بشریت خویش بند شدہ واز مرتبہ مرغی کہ عبدیت خاص عبارت از آن است باز ماندہ چون توفیق تسلیم تصرف ولایت شیخش کرامت کردند بیضہ صفت شیخ اورادر تصرف پر و بال ولایت خویش گیرد، وہمت عالی خویش براو، گمارد و مراقب حال او گردد۔

تابہ تدریج ہمچنانکہ تصرف مرغ در بیضہ پدید می آید و بیضہ رااز وجود بیضگی تغیر میدھد و بہ وجود مرغی مبدل میکند تصرف کیمیای شیخ وجود بیضہ صفت مرید رامبدل کند بہ وجود مرغی ولیکن مرغ صورتی ازراہ قشر بیضہ بہ ظاہر عالم دنیا بیرون می آید کہ اورااز بھر دنیا آفریدہ اندامامرغ معنوی از راہ اندرون بہ دریچہ ملکوت بیرون می رود زیراکہ اورااز بھر آن عالم آفریدہ اند وچون مرغ صورتی در عالم دنیا بود وآن مرغ کہ در بیضہ تعبیہ بود در ملکوت بیضہ مستور بود، بہ تصرف آن مرغ از ملکوت بیضہ بہ صورت دنیا آمد. اینجا مرغ ولایت شیخ در عالم دنیا نیست زیراکہ شیخ نہ آن سروریش است کہ خلق می بینند نظر اعیار براو نیفتد:

مردان رھش زندہ بہ جانی دگرند
مرغان ھواش زآشیانی دگرند
منگر توبدین دیدہ بدیشان کایشان
بیرون زدو کون درجھانی دگرند

پس مرغ وجود مرید راکہ در ملکوت بیضہ انسانیت مستور و مودع است۔ تصرف ہمت، شیخ اوراہم از دریچہ ملکوت بہ فضای ھوای ھویت آورد واز صلب ولایت ورحم ارادت بزاید۔ [1]

---

[1](مرصادالعباد، ص ۱۱۵، ۱۱۶)

حضرت شیخ المشائخ خواجہ نجم الدین کبریٰ لکھتے ہیں :

اور شیخ کے احوال کے معاملات کو ارادت کی نگاہ سے دیکھے اور کوتاہ بین عقل کی نظر کو تصرف میں نہ لائے کیونکہ بڑی اعلیٰ شرط ولایت کا تسلیم کرنا ہے۔ جیسا کہ انڈے اور مرغ کی صورت میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر انڈا ذرا بھی مرغ کے تصرف اور اس کی تسلیم کو چھوڑ دے تو اس سے مدد کا ملنا بند ہو جاتا ہے اور مرغ ہونے کی خاصیت جو اس کو ہوتی ہے فوراً جاتی رہتی ہے نہ وہ انڈا ہی رہتا ہے اور نہ ہی مرغ بنتا ہے۔ اور جو انڈا کسی مرغ کے تصرف میں رہ کر گندہ ہو جائے تو اسے جہان بھر کے مرغ بھی ٹھیک نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر مرید ولایت شیخ کا مردود ہو جائے تو مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں سے کوئی بھی اس کو کمال تک نہیں پہنچا سکتا اور وہ سارے مشائخ کی ولایت کا مردود ہو جاتا ہے مگر جو مرید کسی خاص عذر کے سبب شیخ سے رہ جائے وہ جس کا دامن پکڑے گا اسی سے ولایت کے درجے کو پہنچ جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ وہ شیخ کی خدمت میں پہنچنے اور اس سے فائدہ اٹھانے سے اس وجہ سے معذور ہو کہ شیخ وفات پا گیا ہے یا دور کا سفر ہے کہ مرید وہاں نہیں پہنچ سکتا جب ان عذروں کے سبب دوسرے شیخ کی خدمت میں شامل ہو گا اور معذور ہو گا تو ممکن ہے کہ نئے شیخ کی دعا اسے مرغ ہونے کے مقام تک پہنچا دے اس واسطے کہ مرید کے وجود کا انڈا مرغیت کی استعداد کے لئے بہ سبب رد کرنے کسی صاحبِ ولایت کے خراب نہیں ہو گیا۔[1]

طلب فیض کی نیت دو جگھوں سے نہ کرے

حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "انفاس رحیمیہ" میں لکھتے ہیں :

اصل کام یہ ہے کہ اپنے اختیار کو درمیان سے اٹھا دے اور خود کو اہل اللہ کے سپرد کر دے تاکہ مقصود حاصل ہو جائے وگرنہ کبھی حاصل نہ ہو گا اور خود کو اس کے عقیدت مندوں میں سے ایک آدمی بنالے اور طلب فیض کی نیت دو جگھوں سے نہ کرے وگرنہ کسی جگہ سے بھی فیض نہیں ملے گا۔[2]

میری کمر سے ستر زناریں توڑ ڈالی ہیں

اولاً امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان رنجش تھی۔ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا خیال تھا کہ میرا علم و دانش شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ ہے پھر ان کا درجہ ورتبہ مجھ سے بلند کیسے ہو سکتا ہے ؟۔ ایک عرصہ تک یہ خیال امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں رہا یہاں تک کہ خانہ کعبہ کی زیارت کا عزم کیا پہلے وہ خرقان میں

---

[1] مرصاد العباد، ص، ۱۸۶

[2] (رسائل حضرت شاہ عبد الرحیم دھلوی، ص، ۲۱۱)

حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور تین ماہ تک یہاں مقیم رہے۔ ایک روز خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا " واپس چلے جاؤ اور شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ کو راضی کر لو اس کے بعد تمہارا خانہ کعبہ کو جانا صحیح ہو گا۔" امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس ارشاد کے بعد سفر حجاز مقدس منسوخ کر دیا اور جب وہ نیشاپور میں واپس پہنچے تو لوگوں نے سفر حج پر نہ جانے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے فرمایا "شیخ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے میری کمر سے ستر زناریں توڑ ڈالیں ہیں جن میں سب سے کم درجے کی زنار میری شیخ ابو الخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عداوت تھی"۔[1]

مرید کے لئے اپنے پیر کو راضی رکھنا ضروری ہے

مکتوب بملا محمد شریف کابلی در آنکہ مسترشد را است رضائے مرشد ناگزیر است

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

مکتوب برادر گرامی مولانا محمد شریف رسیدہ خوشوقت ساخت اللہ تعالی برجادۂ شریعت علیہ و سنت سنیہ استقامت کرامت فرماید و بر محبت و عقیدت شیوخ کہ وسائل وصول مطلب اعلی اند دوام و رسوخ عنایت کند نوشتہ بودند کہ آنچہ باعث آزار خاطر تو شدہ است از بندہ واقع نشدہ است یاران کابل بجہت بعضے اغراض خبر ہا رسانیدہ گراں خاطر ساختہ اند مخدوما ہیچکس از مردم کابل چیزیکہ موجب آزار خاطر فقیر باشد از شما نرسانیدہ است خاطر فقیر بہیچ وجہ از شما آزدہ نیست غیر از راہ آزدگی مولانا محمد صدیق کہ رفع آن بر رفع آزردگی مولانا وابستہ است بغیر ازین از ہیچ رہ گزر فقیر را نسبت بشما گران خاطرے نیست ہر کہ خلاف آن بشما رسانیدہ است خلاف واقع است خاطر شریف ازین ممر جمع باشد و استرضائے مولانا محمد صدیق حق شما را ناگزیر ست بہر کیف مشار الیہ را از خود راضی سازند تا باطن ہمہ پیران از شما راضی راضی باشد و ابواب فیوض مفتوح بود و السلام اولاً و آخراً۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی سرہندی قدس سرہٗ ملا محمد شریف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مرید کے لیے اپنے پیر کو راضی رکھنا ضروری ہے۔

---

[1] (حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی قدس سرہٗ، ص ۵۳)

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی برادر گرامی مولانا محمد شریف کا خط موصول ہو کر باعث مسرت ہوا اللہ تعالی شریعت عالیہ اور سنت منورہ کے راستہ پر استقامت عطا فرمائے اور مشائخ کی محبت اور عقیدت پر جو کہ اعلی مقاصد تک پہنچنے کے لئے وسیلہ ہیں ہمیشگی اور پختگی عنایت فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ جو چیز آپ کے دل کی تکلیف کا باعث ہوئی ہے وہ بندہ سے واقع نہیں ہوئی ہے کابل کے دوستوں نے بعض اغراض کے تحت کچھ باتیں پہنچا کر آپ کو رنجیدہ کر دیا ہے میرے مخدوم! کابل کے لوگوں میں سے کسی نے آپ کی جانب سے کوئی ایسی بات نہیں پہنچائی جو فقیر کے دل کو رنج پہنچانے کا باعث ہو اور فقیر کا دل کسی وجہ سے بھی آپ سے آزردہ نہیں ہے سوائے مولانا محمد صدیق کی رنجیدگی کی وجہ سے کہ جس کا دور ہونا مولانا کی رنجیدگی کے دور ہونے سے وابستہ ہے اس کے علاوہ فقیر کو آپ کی نسبت سے کسی بھی طرح کی رنجیدگی نہیں ہے جس شخص نے بھی آپ کو اس کے خلاف (کوئی بات) پہنچائی ہے خلاف حقیقت ہے آپ اس جانب سے خاطر جمع رکھیں اور آپ کے لئے مولانا محمد صدیق کو راضی کرنا لازمی ہے بہر حال مشارالیہ (مولانا موصوف) کو خود سے راضی کریں تاکہ تمام پیروں کا باطن آپ سے راضی ہو جائے اور فیوض کے دروازے کھل جائیں والسلام اولاً و آخراً۔[1]

مُرید کو پیر کی خوشنودی طلب کرنا لازم ہے

مکتوب بشیخ محمد شریف کابلی در تنبیہ بر موقع خطا و آنکہ مسترشد را است رضائے مرشد ناگزیر است

بعد الحمد والسلام نمود می آید در ینولا شنیده شد که و مولانا محمد صدیق را که پیر شما ست رنجانیده اید و گستاخیها و بے ادبیها نموده اید و در سلوک سابق تغیرها رفته و مولانا بسیار از شما رنجیده بحدیکه معامله به تبری و سلب رخصت کشیده است ازان تواضعها و نیستیها و خدا طلبیها که از شما ظاهر می شد این امور بسے مستبعد و خیلے محل تعجب است از پیر که قطع می کنید بکه می پیوندید مگر از خدا جل و علا قطع می خواهید بخاطر مریدان از پیر قطع نتوان نمود و بجهت رضائے مخلوق از خالق تعالیٰ نمی توان برید چه بلا شد حقوق از عالم رفت از مثل شما مردم که این قسم حرکت ملایم پیدا شود پس اعتماد از یاران و اہل ارادت برخاست ہر که نشو و نما پیدا خواهد کردد قبولے خواهد بهم رسانید یا صفائی در وقتے خواهد دید از پیر اعراض و ترک آشنائی خواهد

---

[1] (مکتوبات معصومیہ دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۴۱ ص ۱۴۹)

نمودانااللہ وانا الیہ راجعون باید کہ بمشاہدہ این امور رابطہ محبت ورسوخ عقیدہ بہ پیر زیادہ ترشود وانکساری وخاکساری بدۂ او بیش از بیش نماید کہ این دولت پہن کردۂ اوست واین صفاوقبول از انوار وبرکات اونہ آنکہ گردن کشی نماید ورعونت بہم رساند کہ مشیخت وبطالبان صحبت داشتن درین وقت از محرمات طریقت است عجب است کہ ایمان بسلامت ماند بطلبہ صحبت داشتن امریست علیحدہ در نفحات از عزیزے نقل مے کنند کہ ہر کہ پیر ترا رنجہ دارد وبد وبد نباشی سگ بہ از تو باشد چہ جائے آنکہ مرید خود مباشر رنجش پیر بود دید فہمیدہ اید زود تدارک نمایید ومولانا را از خود راضی سازید بہر طریق کہ راضی شود غیر ازین علاج نیست اگر مولانا راضی ست ما نیز راضیم والا ما نیز راضی نیستیم رضائے ما فرع رضائے مولانا است شخصے مے گفت کہ ارادۂ آمدن سرہند دارید آمدن در سرہند از بے رضائے مولانا محض عبث است کہ باز بہ پشاور باید رفت وراضی باید ساخت چنانچہ مولانا بنویسد بما کہ از فلانے راضی شدیم بعد ازین ما نیز راضیم خواہ بیایید وخواہ نیایید۔ مخدوما آنچہ نوشتہ شدہ است از راہ دوستی وبہبودی شما نوشتہ شدہ بدنبرید۔ بیت:

من آنچہ شرط ابلاغ است با تو میگویم   تو خواہ از سخنم پند گیر وخواہ ملال

نصیحت بظاہر تلخ است سعادتمند کسے است کہ این تلخی را در رنگ شکر نخاید واز حلاوت معنوی بہرہ یابد چون کتابتہائے متکثرہ از مولانا در انواع شکوہ از شمار سید بنابر آن نوشتہ شد زنہار الف زنہار کہ ازین چیزہا در میان آمدہ است نادم شوید ودر رضائے مولانا بجان کوشید۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی سرہندی قدس سرہٗ بن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ کا خط شیخ محمد شریف کابلی کے نام خطا کے موقع پر تنبیہ کے متعلق اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مرید کو پیر کی خوشنودی طلب کرنا لازم ہے۔

حمد وصلوۃ کے بعد بیان کیا جاتا ہے کہ اس اثنا میں سنا گیا کہ تم نے مولانا محمد صدیق کو جو کہ تمہارے پیر ہیں رنج پہنچایا ہے اور گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں اور سابقہ سلوک میں بہت تبدیلیاں آگئی ہیں اور مولانا تم سے بہت زیادہ رنجیدہ ہیں اس حد تک کہ معاملہ تبرا (بیزاری) اور اجازت کے سلب تک پہنچ گیا ہے ان تواضعات اور فنائیتوں اور خدا طلبیوں سے جو کہ تم سے ظاہر ہوتی تھیں یہ امور بہت ہی خلاف توقع اور نہایت تعجب خیز ہیں جب تم پیر سے قطع تعلق کرتے ہو تو پھر کس کے ساتھ

تعلق جوڑو گے شاید اللہ تعالی جل شانہ سے بھی قطع تعلق چاہتے ہو مریدوں کی وجہ سے پیر سے قطع تعلق نہیں کرنا چاہیے اور مخلوق کی رضامندی کے لیے خالق تعالیٰ شانہ سے قطع تعلق نہیں کیا جا سکتا کیا مصیبت ہے دنیا سے حقوق اٹھ گئے۔ تم جیسے لوگوں سے بھی اس قسم کی نازیبا حرکات ظاہر ہوتی ہیں پس دوستوں اور اہل ارادت سے اعتماد اٹھ گیا جو شخص تربیت حاصل کرلے گا اور کچھ قبولیت بہم پہنچا لے گا یا وہ کسی وقت میں کچھ (اپنے اندر) صفائی دیکھے گا وہ پیر سے روگردانی اور ترک آشنائی اختیار کرلے گا۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون**۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ان امور کے مشاہدہ کے ساتھ پیر کے ساتھ محبت کا رابطہ اور اعتقاد کی مضبوطی اور زیادہ ہو جائے اور اس کے آستانے کے ساتھ انکساری اور خاکساری زیادہ سے زیادہ ظاہر کرے کیونکہ یہ دولت اسی کی پھیلائی ہوئی ہے اور یہ صفائی اور قبولیت اس کے انوار و برکات سے ہے نہ کہ اس سے سرکشی کرے اور رعونت (غرور) بہم پہنچائے کیونکہ اس وقت میں مشیخیت (پیری مریدی کرنا) اور طالبوں کے ساتھ صحبت رکھنا طریقت کے محرمات میں سے ہے ایمان کا سلامت رہنا ہی عجب بات ہے طالبان سے صحبت رکھنا ایک علیحدہ امر ہے۔ نفحات سے ایک بزرگ سے نقل کرتے ہیں کہ "جو شخص تیرے پیر کو رنجیدہ کرے اور تو اس سے نفرت نہ کرے تو کتا تجھ سے بہتر ہے" چہ جائے کہ مرید خود پیر کو رنج پہنچائے۔ تم نے غلط سمجھا ہے جلدی تدارک کرو اور جس طرح سے بھی مولانا راضی ہوں ان کو اپنے آپ سے راضی کرو اس کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں ہے اگر مولانا راضی ہیں تو ہم بھی راضی ہیں ورنہ ہم بھی راضی نہیں ہیں ہمارا راضی ہونا مولانا کے راضی ہونے کی فرع (شاخ) ہے ایک شخص کہتا تھا کہ تم سرہند آنے کا ارادہ رکھتے ہو مولانا کو راضی کیے بغیر سرہند آنا محض بے فائدہ ہے کہ پھر پشاور جانا اور (مولانا کو) کو راضی کرنا پڑے گا جب مولانا ہم کو لکھیں گے کہ ہم فلاں شخص سے راضی ہو گئے ہیں اس کے بعد ہم بھی راضی ہیں خواہ تم (ہمارے پاس) آؤ یا نہ آؤ۔ میرے مخدوم! جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تمہاری دوستی اور بھلائی کے لئے لکھا گیا ہے برا نہ مانیں۔

من آنچہ شرط بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ از سخنم دستگیر پند گیر و خواہ ملال

میں تجھ سے وہ بات کہتا ہوں جس کا پہنچانا ضروری ہے خواہ تو میری بات سے نصیحت حاصل کرے یا رنجیدہ ہو۔

نصیحت بظاہر تلخ ہوتی ہے سعادت مند وہ ہے جو اس تلخی کو شکر کی طرح چبائے اور معنوی شیرینی سے بہرہ مند ہو۔ چونکہ مولانا کے بہت سے خطوط تمہاری مختلف قسم کی شکایتوں کے بارے میں پہنچے اس بنا پر لکھا گیا کہ ان چیزوں سے جو کہ درمیان میں آئی ہیں آپ شرمندہ ہوں اور مولانا کی رضامندی میں (دل و) جان کے ساتھ کوشش کریں۔ [1]

---

[1] (مکتوبات معصومیہ، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲ ۱ ۱، ص ۲۵۹)

سلوک میں دو شیخ کے اجتماع سے روکنے کی وجہ

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

وانما منع الاشیاخ المرید من الاجتماع بغیرھم من الاشیاخ لیختصروا له الطریق فان حکم طریق کل شیخ کالاصبع المتصلة بالکف فاذا سلک الانسان مقدار عقدة ثم انتقل الی شیء آخر فسلک علی یدیه مقدار عقدة ثم انتقل الی آخر فسلک علی یدیه مقدار عقدة فقد اوقف نفسه عن السیر ولو انه جعل سلوک تلک العقد کلها علی ید شیخ واحد لکان دخل حضرة الکف فان کل اصبع ثلاث عقد فنفذ عمر ھذا وھو فی اول عقدة من سائر الطرق فھذا سبب منع الاشیاخ مریدھم ان یشرک معھم فی السلوک غیرھم انتھی۔ ثم اعلم ان المعرفة عند ائمة الاصول ھی العلم باللہ تعالیٰ وصفاته الذاتیة والمعنویة فھذا ھو المطلوب من معرفة الصانع جل وعلا اذ الذات مجھولة من حیث الاحاطة بھا۔

ترجمہ: مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے مرید کو اپنے سوا دوسرے مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اجتماع سے صرف اس لئے منع فرمایا تاکہ اس کے لئے طریق مختصر کر دیں کیونکہ ہر شیخ کے طریق کا حکم انگلی کی طرح ہے جو کہ ہتھیلی سے متصل ہے۔ تو جب ایک انسان نے ایک گرہ کی مقدار سلوک اختیار کیا پھر دوسری چیز کی طرف منتقل ہو گیا تو اس کے ہاتھوں ایک گرہ کی مقدار سلوک کیا۔ پھر کسی اور کی طرف منتقل ہو گیا تو اس کے ہاتھوں پر ایک گرہ کی مقدار سلوک اختیار کیا۔ تو اس نے اپنے آپ کو سیر سے روک لیا اور اگر وہ ان گرہوں کا سلوک ایک شیخ کے ہاتھ پر کرتا تو وہ ہتھیلی تک رسائی حاصل کر لیتا۔ کیونکہ ہر انگلی کی تین ہی تو گرہیں ہیں۔ تو اس کی تمام عمر پہلی گرہ میں ہی ختم ہو گئی۔ تو یہ ہے مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا اپنے مرید کو اس (اجتماع) سے روکنے کی وجہ کہ سلوک میں ان کے غیر کو شریک کرے۔ انتہی۔ پھر جان لو کہ ائمہ اصول کے نزدیک معرفت نام ہے اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ اور معنویہ کے علم کا اور صانع جل جلالہ کی معرفت سے یہی مطلوب ہے کیونکہ ذات (باری تعالیٰ) کا اس حیثیت سے کہ اس کا احاطہ ہو سکے علم حاصل نہیں ہو سکتا۔[1]

دو شاہوں کی شان میں کیوں بیٹھا

حضرت سراج السالکین سید شاہ اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھتے ہیں:

دو شیخ کے تفاضل میں ایک دوسرے کی شان و شوکت بیان کرنے میں کسی شیخ کی ہتک ہو گی اور یہ ارتدادِ معنویت کی حقیقت میں سے ہے۔

---

[1] (الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر، ص، ۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

چرا خواجہ تا شان شاہان بہم | نشینند در بزعم عیش و نوای
چو بایکد گر وصف شاہان کنند | بہم ضد یکد یگر آبیند برای

ترجمہ: اے خواجہ اپنی زندگی اور آواز کے زعم میں دوشاہوں کی شان میں کیوں بیٹھا، جب ایک دوسرے کی صفت بیان کرینگے تو ضد میں دوسرے کے لیے برائی لائینگے۔[1]

فائدہ: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ایک وقت میں دو شیوخ سے بیعت لینا درست نہیں کہ اس صورت میں ایک افضل تو دوسرا مفضول ٹھہرے گا، اور مرید کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ اپنے شیخ سے بایزید و جنید رحمہما اللہ کو بھی افضل نہ جانے کہ یہ سلوک طے کرنے میں رکاوٹ کا سبب بنے گا۔

اپنے پیر کی بے ادبی تمام سلسلہ عالیہ کے ساتھ بے ادبی ہے

عروۃ الوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

مخدوما ہر بے ادبی کہ کردہ است تنہا بشما نکردہ است بہ بزرگان این سلسلہ کردہ است چوں شما کہ پیر او باشید ازوے آزدہ باشید مارا باوچہ آشنائی ماند قوت انتقامیہ در فقیر کمتر است دو کلمہ ازروے غیرت باو نوشتہ است اگر متاثر شد فبہا والا او داند و کار او۔ نوشتہ بودند کہ بے حلاوتی ازراہ علو ہمت است یا ازراہ قصور استعداد۔

ترجمہ: میرے مخدوم! اس نے جو بے ادبی بھی کی ہے صرف آپ (اس کے پیر) ہی کے ساتھ نہیں کی ہے (بلکہ) اس سلسلہ (عالیہ نقشبندیہ مجددیہ معصومیہ) کے بزرگوں کے ساتھ (بھی) کی ہے جب آپ جو کہ اس کے پیر ہیں اس سے آزردہ (ناراض) رہیں گے تو ہمارے (دادا پیر) اس کیساتھ کیا آشنائی رہے گی انتقامی قوت اس فقیر (محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) میں بہت کم ہے دو کلمے بتقاضے غیرت سے اس کو لکھے گئے ہیں۔ اگر اس نے اثر قبول کیا تو اچھا ہے ورنہ وہ جانے اور اس کا کام جانے۔ آپ نے لکھا تھا بے حلاوتی ہمت کی بلندی کی وجہ سے یا استعداد کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے۔[2]

---

[1] (مکتوباتِ اشرفی/پہلا ایڈیشن، ص:۱۰۷)

[2] (مکتوبات معصومیہ، دفتر اول، مکتوب، ۱۱۱، ص، ۲۵۸، گارڈن ویسٹ، کراچی) (جلد اول مکتوب ۱۱۱)

طریقت کے مرتد کا گناہ بہت بڑا ہے

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی بروسی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

فان مرتد الطريقة أعظم ذنباً من مرتد الشريعة۔ قال الجنيد لو أقبل صديق على الله الف سنة ثم أعرض عنه لحظة فان مافاته أكثر مما ناله فأما عذابه فى الدنيا فسلب الصدق و الردعن باب الطلب و ارخاء الحجاب و ذله وتقوية الهوى وتبديل الاخلاص بالرياء والحرص على الدنيا و طلب الرفعة و الجاه و أما عذابه فى الآخرة فباشتعال نيران الحسرة و الندامة على قلبه المعذب بنار القطيعة وهى نار الله الموقدة التى تطلع على الأفئدة۔ (و مالهم فى الارض من بالمشائخ و أرباب الولاية وهو يتمسك بذيل ارادتهم غير أن شيخه رده لا يمكن لأحدهم اعانته و اخراجه من ورطة الرد ماشاء الله كما فى "التأويلات النجمية"۔

ترجمہ: شریعت کے مرتد سے طریقت کے مرتد کا گناہ زیادہ بڑا ہے اس لئے کہ اس کی سزا بھی بہت بڑی ہے۔ حضور سیدنا سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صدیق کا مرتبہ پاکر کوئی ہزار سال اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے لیکن بد قسمتی سے صرف ایک گھڑی روگردانی کرے تو تمام مراتب ضائع ہو کر سخت سزا کا مستحق ہو جائیگا۔ یعنی ہزار سالہ عبادت و ریاضت ضائع ہوگئی اور سزا کا استحقاق مزید برآں طریقت کے مرتد کی دنیوی سزا یہ ہے کہ اس سے قلب کی صدق و صفائی چھین لی جائیگی اور اسے طلب حق کے دروازے سے ہٹا دیا جائیگا اور اس کے آگے ہزاروں پردے لٹکا دیئے جائیں گے اور اسے معنوی ذلت و خواری میں مبتلا کیا جائے گا اور اس پر ھوا اور ہوس (نفس پرستی) کو مسلط کیا جائے گا اس کے اخلاص کو ریاء اور حرص علی الدنیا اور جاہ و جلال اور حشمت و وجاہت کی طلب میں تبدیل کیا جائیگا اور اس کی آخرت کی سزا یہ ہے کہ اس کے دل پر حسرت و ندامت کو مسلط کر کے اسے دائمی جدائی و مفارقت کی آگ میں جلایا جائیگا یہ نار ہجر الٰہی وہی ہے جو بدبختوں کے قلوب کو جھلسا دے گی۔

وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (التوبہ ۷۴)

ترجمہ: اور زمین میں کوئی نہ اس کا حمایتی ہو گا اور نہ مددگار۔

میں اشارہ ہے کہ جو شیخ کامل ولی اللہ کی ولایت کا مردود ہے اس کا دنیا میں کوئی حامی و مددگار نہیں اگرچہ عالم دنیا کے تمام مشائخ اور اربابِ ولایت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس کے لئے سفارش کریں اور اپنے شیخ سے اگر مردود ہو گا تو وہ اگرچہ ہزاروں مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ارادت کا دم بھرے یا بے شمار اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی خدمت کرے تب

بھی اپنی بد بختی سے نہیں نکل سکے گا اور نہ ہی اسے کوئی کامل ولی اللہ اس بد بختی سے نکال سکے گا۔ ہاں اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ مالک و مختار ہے۔ (کذافی التاویلات النجمیہ)[1]

اگر اس نے سچ کہا تو میں کیا عرض کروں لیکن اگر جھوٹ کہا تو مخلوق کے سامنے رسوا ہو گا۔

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی برہانپوری نقشبندی مجددی قدس سرہ لکھتے ہیں :

نسمہ فرمود در معنی آن کلام کہ "برکۃ العلم فی تعظیم الاستاذ" باید کہ شاگرد خود را ھمان جاھل شناسد کہ روز اوّل نزد استاد آمدہ بود و داند کہ ھر چہ پیدا کردہ است استاد است۔ تا برکات آن تعلیم بروزگار از وی بماند۔ و باید کہ بہ استاد و پیر بی حیائی و بی ادبی ننماید کہ دران خوف زوال ایمان است چہ او جانشین رسولِ رحمان است۔ و اھانتِ او در حقیقت اھانت آن سید انس و جان۔ و بدین تقریب حکایت کرد از مولانا معین الدین۔ کہ از علمای ربانی بود و او استاذہ امیر سید شریف جرجانی۔ ناگاہ شاگردی از شاگردانش امری ناپسندیدہ بہ آن جناب نسبت کرد۔

چون شنود فرمود اگر راست گفتہ چہ گویم و اگر دروغ می گوید الٰھی رسوای مردوزن شود۔ چھل روز از ان سخن نگذشت کہ پیسی در پیشانی آن شاگرد پدیدار شد۔ چند روز دستار کج نھادہ می گشت۔ چون زیادہ شد در خانہ بنشست۔

وھم بہ تقریب اصلاح اساتذہ ناراستی و کجی تلامذہ را نقل کرد کہ روزی از پیش دکان درویش بیل گرمی گزشتیم با جماعتی از اعنرہ او بہ کار خود بود۔ چون مایان را بدید پیش آمد و گفت از شما [ص/۶۰] سوالی دارم۔ آیا ضربی کہ صادر می شود بر بیل می آید بر سندان یا بر تپک؟ اعنرہ ساکت شدند۔

فقیر گفت نہ بر سندان آید و نہ بر بیل و نہ بر تپک۔ بل بر کجی و ناراستی می آید۔ پیشانی مرا بوسہ داد و گفت رحمت خدای سبحانہ بر تو باد کہ نیکو گفتی۔

ھم بدین تقریب گفت بیست تن از شاگردان مادر کمانگری بہ مابی ادبی کردند ھمہ۔ جوان مردند و بہ مراد نرسیدند۔ وھم بدین تقریب فرمود آدمی باید آنچہ دارد نزد حق داند و اصلِ خود را ھمان آب نطفہ تصور نماید۔ کما قال عزوجل "خلق من ماء دافق" الایۃ

[1](تفسیر روح البیان، ج۳ ص ۴۹۱)

ترجمہ: نسمہ۔ اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے کہ برکة العلم فی تعظیم الاستاد۔ (علم کی برکت استاد کی تعظیم میں ہے) حضرت نے فرمایا شاگرد کو چاہیے خود کو ہمیشہ ایسا جاہل سمجھے گویا وہ پہلے روز استاد کے پاس آیا ہے۔ اور یہ سمجھے کہ جو علمی فائدہ بھی اسے پہنچا ہے اس استاد سے پہنچا ہے تاکہ اس تعلیم کی برکات زندگی میں اس کے ساتھ باقی رہیں اور فرمایا اور اپنے استاد کے ساتھ بے حیائی و بے ادبی کا معاملہ نہ کرے کہ اس میں ایمان زائل ہونے کا خطرہ ہے اس لیے کہ استاد اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا جانشین ہے اور اس کی بے عزتی درحقیقت سید انس و جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بے عزتی اور اہانت کرنا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے حضرت مولانا معین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حکایت نقل کی جو میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استادوں میں سے تھے اور عالم ربانی تھے۔ (دونوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگردوں میں سے ایک نے ایک ناپسندیدہ بات آپ کی طرف منسوب کی۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سنا تو فرمایا: اگر اس نے سچ کہا تو میں کیا عرض کروں لیکن اگر جھوٹ کہا تو مخلوق کے سامنے رسوا ہو گا۔ ابھی اس بات کو چالیس دن بھی نہ گزرے تھے کہ اس کی پیشانی پر کوڑھ کے آثار ظاہر ہوئے۔ کچھ روز اس نے دستار ٹیڑھی کر کے پہنی لیکن جب یہ کوڑھ بڑھ گیا تو اب اسکو سخت تشویش لاحق ہوئی۔

استادوں کے ساتھ شاگردوں کے غیر پسندیدہ رویہ کی اصلاح کے سلسلہ میں انہوں نے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک لوہار درویش کی دکان پر ہمارا گزر ہوا۔ کہ وہ پھاوڑے بناتے تھے۔ انہوں نے ہمیں دیکھا تو پاس آئے اور سلام کیا اور کہنے لگے۔ مجھے کچھ پوچھنا ہے۔ پھاوڑے بنانے کے دوران میں جو یہ ضرب لگاتا ہوں یہ پھاوڑے پر پڑتی ہے یا ایرن پر یا ہتھوڑے پر۔ باقی لوگ خاموش رہے۔ میں نے عرض کیا پھاوڑے کی کجی پر۔ انہوں نے میری پیشانی چومی اور فرمایا۔ تجھ پر خدا کی رحمت ہو۔ تو نے اچھا کہا اور اسی سلسلے میں فرمانے لگے کہ میرے بیس شاگردوں نے مجھ سے بے ادبی کی۔ سب جوان مرے اور ان میں کوئی بھی اپنی مراد کو نہ پہنچا۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا آدمی کو چاہیے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسے خدا کی طرف سے جانے کہ اس کا عطیہ ہے اور اپنی اصل حقیقت اسی نطفہ کو سمجھے جس کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا: خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ (الطارق ٦) ترجمہ: وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا۔

استاد اور پیر کو پکڑنے کی حکمت

حضرتِ عالی امام ربانی مجد د الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

استاد و پیر برای آن غرض می گیرند کہ دلالت بہ شریعت نمایند و بہ برکت ایشان یسر و سہولی در اعتقاد و عمل بہ شریعت پیدا شود نہ آنکہ مریدان ہر چہ دانند کنند و ہر چہ خواہند خورند و پیران سپر اینہا گردند و از عذاب نگاہ دارند کہ این معنی متمنای محض است۔ آنجا بی اذن کسی شفاعت نتواند کرد و تا مرتضی نبود شفاعت او نکند۔ مرتضی وقتی شود کہ بہ مقتضای شریعت عامل باشد و بہ موجب بشریت زلتی اگر ازوی واقع شود بہ شفاعت تدارک آن ممکن۔

استاد اور پیر اسی غرض سے پکڑتے ہیں کہ شریعت کی راہنمائی کریں اور ان کی برکت سے اعتقاد اور شریعت کے مطابق عمل کرنے میں آسانی اور سہولت پیدا ہو نہ یہ کہ مرید جو کچھ چاہیں وہ کرتے پھریں اور جو کچھ چاہیں کھاتے رہیں اور پیر ان کی ڈھال بن جائیں اور ان کو عذاب سے بچائے رکھیں کہ یہ مطلب محض ایک آرزو ہے۔ اس جگہ بے اجازت کوئی بھی سفارش نہیں کرے گا۔ جب تک کہ وہ پسندیدہ نہ ہو گا۔ کوئی بھی اس کی سفارش نہیں کرے گا۔ اور مرتضیٰ (پسندیدہ) اس وقت ہو گا جب کہ شریعت کے مطابق عمل کرے گا اور اگر یہ تقاضائے بشریت اس سے کوئی غلطی ہو جائے گی تو شفاعت سے اس کا تدارک ممکن ہو گا۔[1]

الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد۔

حضرتِ عالی امام ربانی مجد د الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

عقل اگر کفایت می کرد مثل (ابی علی سینا) کہ مقتدای ارباب معقول است در جمیع احکام عقلیہ محقمی بود و غلط نمی کرد و حال آنکہ در یک مسئلہ الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد آن قدر غلط کردہ است کہ بر ناظر منصف بہ ادنی تامل واضح است۔

عقل اگر کافی ہوتی تو بو علی سینا جیسا آدمی جو ارباب معقول کا پیشوا ہے تمام احکامِ عقلیہ میں حق پر ہوتا اور غلطی نہ کرتا۔ حالانکہ اس نے ایک ہی مسئلہ میں کہ الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد (ایک سے صرف ایک ہی چیز صادر ہو سکتی ہے) اس قدر غلطی کھائی ہے کہ وہ منصف آدمی کے دل پر ادنیٰ تامل سے واضح ہو جاتی ہے۔[2]

---

[1](مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۱۴، ج، ۲، ص، ۱۵۴، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تھران)

[2](مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۴۴، ج، ۲، ص، ۱۵۷، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تھران)

کام کا دارومدار دل پر ہے

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں :

بہ ((شیخ محمد چتری)) دربیان آنکہ مدار کار بر قلب است از مجرد اعمال صوری و عبادات رسمی کاری نمی کشاید وامثال ان حق۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ از مادون خوداعراضی (روگردانی وبی توجہی۔)وبہ جناب قدس خوداقبالی ارزانی فرماید بحرمة سید البشر المحرر عن زیغ البصر۔ علیہ وعلیٰ الہ الصلوات والتسلیمات۔

مدار کار بر قلب است اگر دل بہ غیر او سبحانہ گرفتار است خراب وابتر است۔ از مجرد اعمال صوری وعبادات رسمی کاری نمی کشاید۔

سلامتی قلب از التفات بہ ماسوای او تعالیٰ و اعمال صالحہ کہ بہ بدن تعلق دارند و شریعت بہ اتیان آن امر فرمودہ ہر دو در کارست دعوای سلامت قلب بی اتیان اعمال صالحۂ بدنیہ باطل است۔ ہمچنان کہ در این نشاۃ روح بی بدن غیر متصور است احوال قلبی بی اعمال صالحۂ بدنی محال است۔

بسیاری از ملحدان این وقت بہ این قسم دعوای ادعامی نمایند۔ نجانااللہ سبحانہ عن معتقداتھم السوء بصدقة حبیبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ۔(خداوند سبحان مارا از اعتقادات سوء ایشان نجات دہد بہ حرمت دوست وحبیبش...)

اس بیان میں کہ کام کا دارومدار قلب پر ہے۔ صرف اعمال کی صورتوں اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہوتا اور اسی طرح کی اور باتوں میں۔ یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کو لکھا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ حضور سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت کے طفیل جو نظر کی کجی سے آزاد تھے اپنے ماسواء سے روگردانی اور جناب قدس کی طرف توجہ نصیب فرمائے۔ کام کا دارومدار دل پر ہے۔ اگر دل حق سبحانہ وتعالیٰ کے غیر کے ساتھ گرفتار ہے تو خراب اور ابتر (بے کار) ہے۔ صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کام مکمل نہیں بن سکتا۔ دل کو غیر حق تعالیٰ کی طرف توجہ سے سالم و محفوظ رکھنا اور اعمال صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کے ادا کرنے کا شرعاً حکم ہے دونوں درکار ہیں۔ اعمال صالحہ بدنیہ کی بجاآوری کے بغیر دل کی سلامتی کا دعویٰ باطل ہے۔ جس طرح اس جہان میں بدن کے بغیر روح غیر متصور ہے۔ اسی طرح قلبی احوال کا حصول بھی بدنی اعمال صالحہ کے

بغیر محال ہے۔ اس وقت کے بہت سے ملحد اور بے دین اس قسم کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے صدقے ان کے اعتقادات سے نجات دے۔[1]

غوث صمدانی خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"عبادت ہر کوئی کر سکتا ہے لیکن عبادت کے ذریعے ہر آدمی خواہشات سے جان نہیں چھڑا سکتا۔"[2]

دلہائے مشائخ کی پاسداری اوران کی مخالفت سے ممانعت

قَالَ اللهُ تَعَالَى فِي قصة موسى مَعَ الخضر عليهما السّلام {هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا} [الكهف 66].

قَالَ الإِمَام لما أراد صحبة الخضر حفظ شرط الأدب فاستأذن أولا فِي الصحبة ثُمَّ شرط عليه الخضر أَن لا يعارضه فِي شَيْء ولا يعترض عَلَيْهِ فِي حكم ثُمَّ لما خالفه موسى عَلَيْهِ السَّلام تجاوز عَنْهُ المرة الأولى وَالثَّانِيَة, فلما صار إِلَى الثالثة والثلاث آخر حد القلة وأول حد الكثرة سامه الفرقة.

فَقَالَ هَذَا فراق بيني وبينك. أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْن الأَهْوَازِيُّ. قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْبَصْرِيُّ. قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو سَالِمٍ الْقَزَّازُ. قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ بَيَانٍ. قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الرِّجَالِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَكْرَمَ شَابٌ شَيْخًا لِسِنِّهِ إِلا قَيَّضَ اللهُ تَعَالَى لَهُ مَنْ يُكْرِمُهُ عِنْدَ سِنِّهِ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ قصہ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: {هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا} [الكهف 66] (کیا میں اس بات میں آپ کی تابعداری کروں کہ آپ مجھے وہ راستہ بتادیں گے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائی ہے)۔

حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت کا ارادہ کیا تو انہوں نے ادب کی شرائط کا لحاظ رکھا اور پہلے تو ان سے صحبت کی اجازت مانگی چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ شرط لگادی کہ آپ نہ تو ان کی مخالفت کریں گے اور نہ کسی بات پر اعتراض کریں گے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلی اور دوسری مرتبہ مخالفت کی تو حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں معاف کر دیا اور جب تیسری بار نوبت آئی اور چونکہ تین کا عدد قلیل عدد کی حد ہے اور کثیر عدد کی ابتداء ہے تو آپ نے الگ ہوجانے کو کہہ دیا اور کہا هَذَا فراق بيني وبينك۔ (اب آپ کے اور میرے راستے الگ الگ ہوگئے۔)

---

[1] (مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۳۹، ج ۱، ص ۱۵۴، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تھران)

[2] (حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ، ص ۱۸۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جب کوئی شخص بڑھاپے کی بناء پر کسی شیخ کی عزت کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے بڑھاپے میں اس کی عزت کرنے کی خاطر کچھ لوگوں کو ذمہ دار اور گواہ بنا دیتا ہے۔"

سمعت الأستاذ أبا عَلِي الدقاق رَحِمَهُ اللهّ يَقُول بدء كُل فرقة المخالفة يَعْنِي بِهِ أَن من خالف شيخه لَمْ يبق عَلَى طريقته وانقطعت العلقة بينهما وإن جمعتهما البقعة فمن صحب شيخا من الشيوخ ثُمَّ اعترض عَلَيْهِ بقلبه فَقَدْ نقض عهد الصحبة ووجبت عَلَيْهِ التوبة عَلَى أَن الشيوخ قَالُوا حقوق الأستاذين لا توبة عَنْهَا۔

ترجمہ: حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ تعالی سے میں (امام ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ) نے سنا کہ "ہر گروہ میں مخالفت ہو سکتی ہے۔" مقصد یہ بتانا تھا کہ جو شخص اپنے شیخ کی مخالفت پر اتر آتا ہے وہ اپنی راہ سے ہٹ جاتا ہے اور ان کے درمیان کوئی تعلق نہیں رہ جاتا خواہ وہ ایک ہی جگہ کیوں نہ رہ رہے ہوں چنانچہ جب کوئی شخص کسی شیخ کی صحبت میں رہا کرے اور اندر ہی اندر اس کی مخالفت شروع کر دے تو گویا اس نے اس صحبت کا حق ادا نہ کیا چنانچہ اسے لازمی توبہ کرنا ہوگی جبکہ مشائخ نے تو یہاں تک فرمایا کہ استادوں کی نافرمانی کرنے والے کی توبہ قبول نہیں۔

استاد پر "کیوں؟" کہہ کر اعتراض بے ادبی ہے

سمعت الشيخ أبا عَبْد الرَّحْمَنِ السلمي يَقُول خرجت إِلَى مرو فِي حياة شيخي الأستاذ أَبِي سهل الصعلوكي وَكَانَ لَهُ قبل خروجي أَيَّام الجمعة بالغدوات مجلس دور الْقُرْآن والختم فوجدته عِنْدَ رجوعي قَدْ رفع ذَلِکَ المجلس وعقد لأبي الغفاني فِي ذَلِکَ الوقت مجلس القول فداخلني من ذَلِکَ شَيْء فكنت أقول فِي نفسي قَدْ استبدل مجلس الختم بمجلس القول. فَقَالَ لي يوما يا أبا عَبْد الرَّحْمَنِ مَا يَقُول النَّاس فِي فَقُلْتُ يقولون رفع مجلس الْقُرْآن ووضع مجلس القول. فَقَالَ من قَالَ لأستاذه لم لا يفلح أبدا۔

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ تعالی نے مجھے بتایا کہ میں نے اپنے شیخ استاد ابو سہل صعلوکی کی زندگی میں "مرو" کا سفر کیا میری روانگی سے قبل ہر جمعہ کی صبح کو ان کے ہاں دور قرآن اور ختم قرآن کی مجلس ہوا کرتی تھی لیکن جب میں واپس آیا ہوں تو مسجد میں وہ مجلس بند ہو چکی تھی اور اس کی جگہ اسی وقت حضرت ابو الغفانی کی طرف سے مجلس قول (مسائل پر گفتگو) شروع کر دی گئی تھی مجھے اس سے دکھ ہوا اور میں دل ہی دل میں کہتا کہ ختم قرآن کی مجلس کی جگہ آخر مجلس قول کیوں شروع کر دی گئی ہے؟ ایک دن ایسا ہوا کہ انہوں نے مجھے بلا کر پوچھا ارے ابو عبد الرحمن! میرے متعلق لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے بتایا وہ کہتے ہیں کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ مجلس قرآن بند کر کے اس کی جگہ مجلس قول آخر کیوں شروع کر دی گئی ہے؟ اس پر انہوں نے فرمایا جو شخص "کیوں؟" کہہ کر استاد پر اعتراض کرتا ہے وہ کبھی بھی نجات نہ پا سکے گا۔

ومن المعروف أَن الجنيد.قَالَ دخلت عَلَى السرى يوما فأمرني شَيْئًا فقضيت حاجته سريعا فلما رجعت إِلَيْهِ ناولني رقعة.وَقَالَ هَذَا لمكان قضائک لحاجتي سريعا فقرأت الرقعة فَإِذَا فِيهَا مكتوب سمعت حاديا يحدو فِي البادية۔

أبكي وهل يدريک مَايبكيني

ابكي حذارا أَن تفارقيني

وتقطعي حبلي وتهجريني

ترجمہ: حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے بتایا ایک دن میں حضرت سری رحمہ اللہ تعالی کے پاس گیا انہوں نے مجھے کوئی کام کہا تو میں نے جلد انکی وہ ضرورت پوری کر دی میں واپس ہوا تو انھوں نے مجھے ایک رقعہ دے کر کہا یہ تمہارے جھٹ پٹ کام کر دینے کا صلہ ہے میں نے رقعہ پڑھا تو اس میں یہ لکھا تھا ”میں نے جنگل میں ایک شتربان کو یہ گنگناتے ہوئے سنا تھا ”میں رو رہا ہوں جانتی ہو کہ کس وجہ سے روتا ہوں؟ اس خوف اور اندیشہ کی بنا پر رو رہا ہوں کہ کہیں مجھے چھوڑ نہ جاؤ اور تعلقات توڑ کر ہجر میں مبتلا نہ کر دو۔“

اپنے مشائخ کی دلداری لازم ہے

ويحكى عَن أَبِي الْحسَن الهمداني العلوي.قَالَ كنت ليلة عِنْدَ جَعْفَر الخلدي وكنت أمرت فِي بَيْتِي أَن يعلق طير فِي التنور وَكَانَ قلبي مَعَهُ.فَقَالَ لي جَعْفَر أقم عندنا الليلة فتعللت بشيء ورجعت إِلَى منزلي فأخرج الطير من التنور ووضع بَيْنَ يدي فدخل كلب من الباب وحمل الطير عِنْدَ تغافل الحاضرين فأتى بالجوزاب الَّذِي تحته فتعلق بِهِ ذيل الخادمة فانصب فلما أصبحت دَخَلَ عَلَى جَعْفَر فحين وقع بصره عَلِي۔

قَالَ من لَمْ يحفظ قلوب المشايخ سلط عَلَيْهِ كلب يؤذيه۔

ترجمہ: حضرت ابوالحسن ہمدانی علوی رحمہ اللہ تعالی نے بتایا کہ ایک رات میں جعفر خلدی کے پاس پہنچا مجھے یاد آیا کہ میں نے تو گھر والوں سے کہا تھا کہ پرندے کو تنور میں الٹالٹکا دینا میری توجہ اسی طرف تھی اسی دوران حضرت جعفر نے مجھ سے کہہ دیا کہ آج یہیں قیام کرو لیکن میں بہانہ بنا کر وہاں سے چلا آیا چنانچہ وہ پرندہ تنور سے نکال کر کھانے کو میرے سامنے رکھ دیا گیا۔ گھر والوں کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دروازے سے ایک کتا داخل ہوا اور وہ پرندہ اٹھا کر لے گیا اب میٹھے چاول وغیرہ جو پیچھے بچ رہے تھے میرے سامنے لائے گئے اس سے خادمہ کا دامن الجھ گیا اور وہ گر کر بہہ گیا صبح ہوئی تو میں حضرت جعفر کے ہاں گیا مجھے دیکھتے ہی فرمایا جو شخص مشائخ کی دلداری نہیں کرتا اللہ تعالی اسے تکلیف دینے کی خاطر کتا مسلط فرما دیتا ہے۔

بے ادبی کی سزا

سمعت الشيخ أبا عَبْد الرَّحْمٰنِ السلمي يَقُول سمعت عَبْد الله بْن عَلِي الطوسي يَقُول سمعت أبا عَبْد الله الدينوري يَقُول سمعت الْحَسَن الدامغاني يَقُول سمعت عمي البسطامي يحكي عَن أَبِيهِ أَن شقيقا البلخي, و أبا تراب النخشبي قدما عَلَى أَبِي يَزِيد فقدمت السفرة و شاب يخدم أبا يَزِيد فقالا لَهُ كُل معنا يا فتى. فَقَالَ أنا صائم. فَقَالَ أَبُو تراب كُل ولک أجر صوم شَهْر (كما ورد فى المشكوة) فأبى. فَقَالَ شقيق كُل ولک أجر صوم سنة فأبي. فَقَالَ أَبُو يَزِيد تدعوا من سقط من عين الله تَعَالَى فأخذ ذَلِکَ الشاب فِي السرقة بَعْد سنة فقطعت يده۔

حضرت بسطامی رحمہ اللہ تعالی نے بتایا کہ میرے والد حضرت شقیق بلخی اور ابوتراب نخشبی ایک دن حضرت ابویزید کے پاس گئے دستر خوان لگادیا گیا ایک نوجوان حضرت ابویزید کی خدمت میں مصروف تھا دونوں نے خادم سے کہا اے نوجوان! آؤ تم بھی ہمارے ساتھ مل کر کھاؤ۔ اس نے کہا میں روزے سے ہوں حضرت ابوتراب نے فرمایا کھاؤ تو سہی تمہیں مہینہ بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا اس نے پھر بھی انکار کر دیا تو حضرت شقیق نے فرمایا کھالو سال بھر کے روزوں کا ثواب ہوگا اب بھی انکار کر دیا تو حضرت ابویزید نے فرمایا آپ اسے آواز دے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نظروں سے گر چکا ہے چنانچہ ایک سال بعد اس نوجوان نے چوری شروع کر دی اور پھر اس کے ہاتھ کاٹ دیے گئے۔

سمعت الأستاذ أبا عَلِي يَقُول وصف سهل بْن عَبْد الله رجلا بالولاية خبازا بالبصرة فسمع رجل من أَصْحَاب سهل بْن عَبْد الله ذَلِکَ فاشتاق إِلَيْهِ فخرج إِلَى البصرة فأتى حانوت الخباز فرآه يخبز وَقَدْ تنقب لمحاسنه عَلَى عادة الخبازين. فَقَالَ فِي نَفْسه لو كَانَ هَذَا وليا لَمْ يحترق شعره بغير نقاب ثُمَّ إنه سلم عَلَيْهِ وسأله شَيْئًا. فَقَالَ الرجل إنک استصغرتني فلا تنتفع بكلامي وأبي أَن يكلمه.

ترجمہ: حضرت استاد ابو علی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت سہل بن عبداللہ نے بصرہ کے ایک نانبائی کے بارے میں کہا کہ فلاں آدمی ولی اللہ ہے حضرت سہل کے ایک مرید نے بھی یہ بات سن لی اور اس کی ملاقات کرنے کا شوق ہو گیا وہ بصرہ پہنچا اور سیدھا نانبائی کی دکان پر گیا۔ دیکھا تو وہ روٹیاں پکا رہا تھا چہرے پر ایسے کپڑا ڈالا ہوا تھا جیسے نانبائی ڈالا کرتے ہیں۔ اس شخص کے دل میں آیا اگر یہ ولی ہوتا تو نقاب کے بغیر بھی اسے بال جلنے کا اندیشہ نہ ہوتا خیر! اس نے سلام کہہ کر کوئی سوال کر دیا۔ نانبائی نے کہا تو نے مجھے حقیر سمجھا ہے تو سوال کا فائدہ کیا؟ اور پھر اس سے کلام نہ کیا۔

سمعت الشيخ أبا عَبْد الرَّحْمَنِ السلمي يَقُول سمع عَبْد الرَّحْمَنِ الرازي أبا عُثْمَان الحيرى يصف مُحَمَّد بْن الفضل البلخي ويمدحه فاشتاق إِلَيْهِ فخرج إِلَى زيارته فلم يقع بقلبه من مُحَمَّد بْن الفضل مَا اعتقد فرجع إِلَى أَبِي عُثْمَان وسأله. فَقَالَ كَيْفَ وجدته. فَقَالَ لَمْ أجده كَمَا ظننت. فَقَالَ لأنک استصغرته وَمَا استصغر أحد أحدا إلا حرم فائدته ارجع إِلَيْهِ بالحرمة فرجع إِلَيْهِ عَبْد الله فانتفع بزياراته۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سنا کہ ابو عثمان حیری محمد بن فضل بلخی کی تعریف کر رہے تھے چنانچہ ان کے دل میں شوق پیدا ہوا اور وہ ان کی زیارت کو نکل پڑے لیکن محمد بن فضل کے بارے میں جو اعتقاد رکھا تھا اس پر وہ پورا نہ اتر سکے واپس ابو عثمان کے پاس آئے اور پوچھا انہوں نے کہا تمہیں کیسے لگے تھے ؟عبدالرحمٰن نے کہا ویسے نہیں جیسے آپ نے بتائے تھے اس پر ابو عثمان نے فرمایا یہ اس لئے ہوا کہ تم نے انہیں حقیر جانا تھا اور جب بھی کوئی کسی کو حقیر جانتا ہے اس سے فائدہ نہیں لے سکتا اب پھر جاؤ اور دل میں احترام رکھنا ہو گا چنانچہ عبداللہ پھر گئے تو ان کی زیارت سے فائدہ ہوا۔

منصور کو سزا دینے کی وجہ

ومن المشهور أَن عُمَر بْن عُثْمَان الْمَكِّي رأى الْحُسَيْن بْن مَنْصُور يكتب شَيْئًا. فَقَالَ مَا هَذَا؟ فَقَالَ هُوَ ذا أعارض الْقُرْآن فدعا عَلَيْهِ وهجره. قَالَ الشيوخ إِن مَا حل بِهِ بَعْد طول المدة كَانَ لدعاء ذَلِکَ الشيخ عَلَيْهِ۔

یہ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمر بن عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے حسین بن منصور کو کچھ لکھتے ہوئے دیکھا پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ دیکھو میں قرآن کے مقابلہ میں لکھ رہا ہوں۔ حضرت مکی بددعا کر کے واپس آ گئے۔ مشائخ کہتے ہیں کہ حسین بن منصور کو پیش آنے والا واقعہ اسی بددعا کا اثر تھا۔

سمعت الأستاذ أبا عَلِيّ الدقاق رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَقُول لما نفى أهل بلخ مُحَمَّد بْن الفضل من البلد دعا عَلَيهِم. وَقَالَ اللَّهُمَّ امنعهم الصدق فلم يخرج من بلخ بعده صديق۔

حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جب اہل بلخ نے محمد بن فضل کو شہر بدر کر دیا تو انہوں نے ان پر بددعا کر دی اور فرمایا اے اللہ انہیں سچائی سے روک دے چنانچہ اس کے بعد وہاں سے کوئی بھی سچائی والا نہ نکل سکا۔

سمعت أَحْمَد بْن يَحْيَي الأبيوردي رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَقُول من رضى عَنْهُ شيخه لا يكافأ فِي حال حياته لئلا يزول عَن قلبه تعظيم ذَلِکَ الشيخ فَإِذَا مَات الشيخ أظهر اللَّه عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ مَا هُوَ جزاء رضاه ومن تغير عَلَيْهِ قلب شيخه لا يكافأ فِي حال حياة ذَلِکَ الشيخ لئلا يرق لَهُ فإنهم مجبولون عَلَى الكرم فَإِذَا مَات ذَلِکَ الشيخ فحينئذ يجد المكافأة بعده۔

حضرت احمد بن یحیٰی ابیوردی تعالیٰ نے فرمایا کہ جس شخص کا شیخ اس پر راضی ہو جائے تو اس کا صلہ اسے اپنے شیخ کی زندگی میں نہیں دیا جاتا تاکہ اس کے دل سے کہیں شیخ کی تعظیم نہ نکل جائے اور جب شیخ فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی رضا کے بدلے کئی انعامات سے نوازدیتا ہے یونہی اگر کسی کا شیخ ناراض ہو جائے تو اسے بھی شیخ کی زندگی میں سزا نہیں دی جاتی کہ کہیں شیخ کے دل میں نرمی نہ آجائے اور پھر جب شیخ فوت ہو جاتا ہے تو اسے اس کا بدلہ ملتا ہے۔[1]

---

[1] (الرسالة القشيرية ص ۳۶۳)

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی سرہندی قدس سرہٗ شیخ ابو المظفر و محمد شاہ در غزا و محافظت طریق شیخ خود۔

اللہ تعالیٰ برادران طریقت را ازین واقعۂ ہائلہ صبر جمیل و اجر جزیل کرامت کناد وجود اہل اللہ رحمت است ھم در حالت حیوۃ و ہم بعد ممات فیوض و برکات کہ در حیوۃ شان مفاد و مستفاد است بعد ممات شان نیز امیدواران باید بود و باید دانست کہ این فیوض و برکات تا زمان فائض است کہ در طریقہ شیخ احداثی واقع نشدہ است و چون امور محدثہ در طریقہ پیدا شد کہ در حیوۃ شیخ نبود راہ فیض مسدود گشت در رنگ بدعتی کہ در دین پیدا شود و انوار سنت بسبب آں قلت پذیرد پس بر یاران آنجائی ناگزیر است کہ محافظت طریقہ شیخ خود نیک نمایند و احداثی دران نکنند و نوعے زندگانی نمایند کہ در یک دیگر فانی باشند و حلقہ ذکر را بر سنن سابق برپا دارند واوقات را معمور دارند و در کسب خیرات مبادرت نمایند و در اتیان طاعات مسابقت کنند **وسابقوا الی مغفرۃ من ربکم و جنۃ۔ الآیۃ۔**

وخدمت فرزندان ایشان را سعادت خود شناسند و ارضائے ایشاں را بر وجہ مشروع امر عظیم دانند و این فقیر را بدعائے ایمان یاد نمایند دان شاءاللہ تعالیٰ در ماہ ذی الحجہ از اینجا بسفر حجاز انتقال واقع می شود و **الباقی عند التلاقی ان شاءاللہ تعالیٰ و السلام اولاً و آخراً۔**

شیخ ابو المظفر و محمد شاہ کے نام تعزیت کرنے اور اپنے شیخ کے طریقے کی محافظت کے بارے میں تحریر فرمایا:

اللہ تعالی برادران طریقت کو اس ہولناک واقعہ سے صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے اہل اللہ کا وجود زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی رحمت ہے جن فیوض و برکات کا ان کی زندگی میں افادہ و استفادہ کیا جاتا ہے ان کی وفات کے بعد بھی ان کا امیدوار رہنا چاہیے اور جاننا چاہیے کہ فیوض و برکات اس وقت تک جاری رہتے ہیں جب تک کہ شیخ کے طریقہ میں کوئی نئی بات واقع نہ ہوئی ہو اور جب طریقے میں نئے امور پیدا ہو جائیں جو کہ شیخ کی زندگی میں نہیں تھے تو فیض کا راستہ بند ہو جاتا ہے اس بدعت کی طرح جو دین میں پیدا ہو جائے اور اس وجہ سے سنت کے انوار میں کمی واقع ہو جائے پس اس جگہ کے دوستوں کے لئے لازم ہے کہ اپنے شیخ کے طریقہ کی حفاظت کریں اور اس میں کوئی نئی بات پیدا نہ کریں اور اس طرح پر زندگی گزاریں کہ ایک دوسرے میں فانی ہوں اور ذکر کے حلقوں کو سابقہ طریقوں پر (اچھی طرح) قائم رکھیں اور اوقات کو (اوراد و وظائف) آباد رکھیں اور نیکیوں کے حصول میں جلدی کریں اور طاعات کے بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت کریں **سابقوا الی مغفرۃ من**

ربکم وجنۃ۔ (تم اپنے رب سے مغفرت اور جنت طلب کرنے کی طرف سبقت کرو۔) اور ان کے صاحبزادوں کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں اور مشروع طریقہ پر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کو بہت بڑا امر جانیں اور اس فقیر کو ایمان کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ماہ ذوالحجہ 1067 ھ میں اس جگہ سے حجاز (مقدس) کے سفر پر روانگی واقع ہوگی۔ والباقی عند التلاقی والسلام اولاً وآخراً۔[1]

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ولی کو پہچاننے کے بعد اس سے منہ موڑے تو اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں

مفسر قرآن عالم باعمل، ولی کامل أحمد بن محمد بن المهدي بن عجيبة الحسني الإدريسي الشاذلي الفاسي أبو العباس لکھتے ہیں:

جعل الله رحمة القلب وحياة الأرواح في شيئين: في التمسک بالقرآن العظيم وتدبر معانيه، واتباع أوامره واجتناب نواهيه، وفي التحصن بالتقوى جهد استطاعته، فبقدر ما يتحقق بهذين الأمرين تقوى حياة قلبه وروحه وسره، حتى يصل بالحياة السرمدية، وبقدر ما يُخل بهما يحصل له موت قلبه وروحه، والإنسان إنما فضل وشرف بحياة قلبه وروحه، لا بحياة جسمه، ولا حجة له أن يقول: كنت مريضًا ولم أجد من يعالجني، ففي كل زمان رجال تقوم الحجة بهم على عباد الله، فيقال لهم: قد جاءكم بينة من ربكم، وهو الولي العارف، وهدى ورحمة لأهل عصره، لمن تمسک به وصحبه، وأما من أعرض عنه بعد معرفته فلا أحد أظلم منه۔[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے دل کی رحمت اور روح کی زندگی کو دو چیزوں میں رکھا ہے: قرآن عظیم پر عمل کرنے میں، اس کے معانی پر غور کرنے میں، اس کے احکام پر عمل کرنے میں، اور اس کی ممانعتوں سے بچنے میں، اور اپنے آپ کو تقویٰ کے ساتھ مضبوط کرنے میں۔ جس حد تک یہ دونوں چیزیں حاصل ہو جائیں، اس کے دل، اس کی روح اور اس کے راز کی زندگی مضبوط ہو جائے گی، یہاں تک کہ یہ ابدی زندگی سے منسلک ہو جائے گا، اور جس حد تک وہ ان کی خلاف ورزی کرے، اس کے دل اور روح کو موت حاصل ہو جائے گی۔ اورانسان کو جو فضیلت اور شرافت حاصل ہے صرف اس کے دل اور روح کی حیات کے وجہ سے، نہ کہ اس کے جسم کی زندگی سے، اور اس کے لیے کوئی حجت نہیں یہ کہنے میں کہ میں بیمار تھا اور میں نے کسی کو نہیں پایا۔ میرے ساتھ سلوک کرنے کے لیے، پس ہر دور میں ایسے آدمی ہوتے ہیں کہ حجت ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے بندوں پر اور ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آچکی تھی اور وہ اللہ تعالیٰ کے عارف اور ہدایت اور رحمت ہوتے ہیں اپنے زمانے کے لیے۔ جو ان کے دامن کو پکڑے اور صحبت اختیار کرے اور جو شخص اسے پہچاننے کے بعد اس سے منہ موڑلے تو اس سے زیادہ ظالم بڑھ کر کوئی نہیں۔

---

[1] (مکتوب نمبر ۹ ۳ ج ۲ ص ۱ ۸ مکتوبات معصومیہ دفتر دوم)

[2] (البحر المديد، ج ۲، ص ۷ ۲ ۳، دار النشر: دار الكتب العلمية-بيروت)

خلاصہ کلام: ان تمام اقوال و دلائل سے یہ بات اظہر من الشمس واضح ہو گئی کہ کسی دوسرے شیخ کے مرید کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کرے الا یہ کہ وہ اپنے شیخ کے امر سے آئے یا پھر برکت کے طور پر بیعت کرے اور مشائخ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کسی اور کی مچھلی کو اپنے جال میں نہیں ڈالتے اور وہ مرید جو اپنے شیخ کا باغی ہو، اس پر شفقت کرتے ہوئے اپنے شیخِ اول کی طرف التفات کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور کسی مرید کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ اپنے طریق کو دو شیخ کے درمیان طے کرے اور اس صورت میں یقینا دونوں شیخوں میں سے ایک کو افضل اور دوسرے کو مفضول ٹھہرائے گا، اور اس مفضولیت کے سبب حق تعالیٰ کی معرفت سے قاصر ٹھہرے گا۔ اور طریق میں حق تعالیٰ کی معرفت کے لئے ایک شیخ کامل کا ہونا لازم ہے اور مرید کے اعتقاد سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کو جنید و بایزید رحمہا اللہ تعالیٰ سے بھی اپنے حق میں افضل جانے اور توحید کو اختیار کرے۔ میری تمام پیر بھائیوں اور مشائخ سے التماس ہے کہ اپنے سلف الصالحین کے طریقے کو اپنائیں تاکہ ہمیں حق تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو۔

(عوارف النجاح فی منع التلاعب بالاشیاخ)

(٦) باب نمبر چھ: طریقۂ اسباق سلسلہ نقشبندیہ سیفیہ

پہلا ذکر قلبی:

خواجہ خواجگان سلطان الاولیاء یکتائے زمانہ حضرت علامہ مجمع البحرین اخندزادہ سیف الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم و فیوضاتہم مریدین کو پہلا ذکر "قلبی" دیتے ہیں۔ اس لطیفہ کا رنگ زرد ہے اور یہ حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ ذکر اس طرح دیا جاتا ہے کہ شہادت والی انگلی مقامِ قلب پر (جو کہ بائیں پستان کے دو انگل نیچے ہے) رکھتے ہوئے زبان سے تین بار اسم ذات "اللّٰہ" تلقین کرتے ہیں، پھر زبان بند کرواتے ہیں۔ سالک ذکر میں مشغول رہتا ہے اور شیخ کامل مکمل اس کو توجہ کرتا ہے (توجہ کہتے ہیں اپنی قلبی طاقت کو دوسرے کے قلب پر ڈالنا) یہاں تک کہ اس کا لطیفہ قلب ذاکر ہو جاتا ہے۔ اس دورانیہ میں صفات فعلیہ سے تجلی ہوتی ہے اور ستر ہزار حجابات جو کہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان نور و ظلمت کے ہیں، ان میں سے دس ہزار حجابات رفع ہو جاتے ہیں۔ سالک قرب بلا کیف سے اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے۔ یہ لطیفہ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہے، تو سالک ان کی ولایت سے حصہ پاتا ہے اور لطیفہ قلب میں صفائی پیدا ہونے کے بعد ایک دوسرا لطیفہ نظر آجاتا ہے جو کہ لطیفہ روح (اصل الاصل) ہے۔ ماسوا اللہ تعالیٰ کے نسیان اور ذات حق کے ساتھ محویت لطیفہ قلب کے ذاکر ہونے کی تاثیر ہے۔ لطیفہ قلب کا حرکت کرنا دافع غفلت اور دافع شہوت ہے۔

دوسرا ذکر روحی:

یہ ذکرِ قلبی کے جاری ہونے کے بعد دیتے ہیں۔ لطیفہ روح کا رنگ سرخ ہے اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ اس کا مقام سینہ انسان میں دائیں پستان کے دو انگل نیچے کی جانب مائل بہ پہلو ہے اس کا ذکر بھی "اللّٰہ" ہے۔ سالک اس لطیفہ میں بھی ذکر کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر حالت میں مشغول رہتا ہے اور شیخ مبارک اس کو توجہ دیتا ہے یہاں تک کہ یہ لطیفہ بھی ذاکر ہو جاتا ہے اور سالک پر صفاتِ ثمانیہ ثبوتیہ ذاتیہ حقیقیہ سے تجلی ہوتی ہے اور ستر ہزار حجابات میں سے دس ہزار حجابات مزید رفع ہو جاتے ہیں۔ اور سالک قرب بلا کیف سے قریب ہوتا جاتا ہے۔ یہاں سالک حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے ولایت سے حصہ لیتا ہے۔ اور جب یہ لطیفہ ذاکر ہو جائے اور اس میں صفائی پیدا ہو جائے تو اس میں تیسرا لطیفہ نظر آجاتا ہے جو کہ لطیفہ سِر ہے جو کہ اصل اصل الاصل ہے۔ ذکرِ روحی کی تاثیر اسم ذات کی صفاتی تجلیات کا ظہور ہے۔ اس لطیفہ کی حرکت سے غصہ و غضب کی کیفیت میں اعتدال اور طبیعت میں سکون پیدا ہوتا ہے۔

تیسرا ذکر سرّی:

لطیفہ سِر کا رنگ سفید ہے اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ یہ ذکر لطیفہ روحی کے جاری ہونے کے بعد دیتے ہیں اس کا مقام بائیں پستان کے دو انگل اوپر مائل بہ بائیں ہاتھ ہے۔ اس کا ذکر بھی "اللہ" ہے۔ اس کا اثر اللہ تعالیٰ کے شیونات اور اعتبارات کا ظہور ہے۔ یہ مشاہدہ اور دیدار کا مقام ہے (صاحب کشف کے لئے)۔ حرص کا خاتمہ ہوتا ہے، دینی معاملات میں فیاضی اور فکر آخرت کی بیداری پیدا ہوتی ہے۔ اس لطیفہ کے ذاکر ہونے کے ساتھ ساتھ سالک شیونات سے تجلی لیتا ہے اور یہ لطیفہ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے اس لئے سالک ان کی ولایت سے اس میں حصہ لے لیتا ہے اور ستر ہزار حجابات میں سے دس ہزار حجابات یہاں بھی اٹھ جاتے ہیں اور سالک قرب کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ اس لطیفہ کے صیقل ہونے کے بعد ایک اور لطیفہ نظر آجاتا ہے جو کہ لطیفہ خفی ہے (جو کہ اصل اصل اصل الا صل ہے)۔

چوتھا ذکر خفی:

چوتھا ذکر خفی ہے۔ لطیفہ خفی کا رنگ سیاہ ہے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ یہ ذکر سری کے جاری ہو جانے کے بعد دیتے ہیں۔ ذکر خفی کا مقام دائیں پستان کے بالکل برابر میں دو انگشت اوپر ہے۔ یہ ذکر بھی اسم جلالت "اللہ" کا ہے۔ اس لطیفہ میں سالک ذکر کرتا ہوا صفات سلبیہ کی تجلیات سے بہرہ ور ہوتا جاتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولایت سے حصہ لے لیتا ہے۔ ساتھ ساتھ ستر ہزار حجابات میں سے مزید دس ہزار حجابات اور بھی اٹھتے جاتے ہیں اور سالک قرب بلا کیف سے اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس لطیفہ میں ایک اور لطیفہ نظر آجاتا ہے جو کہ لطیفہ اخفیٰ (اصل اصل اصل الاصل) ہے۔ جس طرح کہ ایک آئینہ دوسرے آئینہ کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے اور اس میں اس کا عکس نظر آتا ہے۔ اس لطیفہ کے ذاکر ہونے کا اثر یہ ہے کہ حسد، بخل، کینہ، غیبت وغیرہ سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

پانچواں ذکر اخفیٰ:

لطیفہ اخفیٰ کا رنگ سبز ہے اور یہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفی ﷺ کے زیر قدم ہے۔ یہ خفی کی پختگی کے بعد دیا جاتا ہے اس کا مقام لطیفہ سری اور خفی کے بالکل درمیان اور برابر میں ہے۔ اس کا ذکر بھی "اللہ" ہے۔ جب سالک ذکر کرتا رہے اور شیخ سے توجہ لیتا رہے تو یہ لطیفہ بھی ذاکر ہو جاتا ہے۔ ذاکر ہونے کے ساتھ شانِ جامع سے تجلی لیتا ہے اور ستر ہزار حجابات میں سے دس ہزار اور حجابات قطع ہو جاتے ہیں۔ سالک اور بھی قریب ہو جاتا ہے اور یہ لطیفہ چونکہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے زیر قدم ہے لہٰذا سالک ان کی ولایت سے حصہ لیتا ہے۔ اس لطیفہ کے ذاکر ہو جانے کا اثر یہ ہے کہ سالک تکبر، فخر و

غرور اور خود پسندی وغیرہ سے نجات اور حضور و اطمینان حاصل کرلیتا ہے۔ اور اس لطیفہ میں سالک کو اپنا نفس نظر آجاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس کے بارے میں فرمایا "من عرف نفسه فقد عرف ربه" یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ یہاں سالک پر عارف کا اطلاق ہو جاتا ہے۔

چھٹا ذکر نفسی:

ذکر اخفٰی جاری ہونے کے بعد نفسی ذکر دیا جاتا ہے۔ اس کا مقام پیشانی کے اوپر بال اُگنے کی جگہ پر ہے اور اس کا رنگ خاکی ہے۔ اس کا ذکر بھی "اللہ" ہے۔ لطیفہ نفس میں ذکر کرتے ہوئے سالک نفس کو امّارگی سے اطمینان وراضیت و مرضیت کی طرف لے جاتا ہے۔ یہاں تک کہ نفس مطمئنہ ہونے کے بعد راضیہ و مرضیہ بن جاتا ہے اور ستر ہزار حجابات میں سے دس ہزار حجابات اور بھی قطع ہو جاتے ہیں۔

ساتواں ذکر قالبی:

لطیفہ قالبی کا رنگ آتش نما ہے۔ اس ذکر کو سلطان الاذکار بھی کہا جاتا ہے اور ذکر قالبی بھی۔ اس کا مقام سَر کے اوپر والی جانب، سَر کے بالکل درمیان میں ہے لیکن فیض پورے جسم میں داخل ہوتا ہے۔ اس کا ذکر بھی "اللہ" ہے۔ سالک ذکر کرتا ہوا لطیفہ قالب کے عناصر اربعہ یعنی ہوا، آگ، مٹی اور پانی، کی سرکشی کو اعتدال کی طرف لانے میں کوشش کرتا ہے جس کو رسول اکرم ﷺ نے جہادِ اکبر سے تعبیر کیا ہے۔ جب غزوہ خندق سے آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین واپس فرمارہے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا "رجعنا من الجهاد الاصغرِ الی الجهاد الاکبر" (ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس ہوئے)۔ یہاں پر اکثر لوگ جہاد اکبر سے نفس کے ساتھ جہاد مراد لیتے ہیں۔ لیکن یہ خطا ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے نفوس پہلے سے مطمئن وراضیہ و مرضیہ تھے۔ تو جہادِ اکبر سے مراد اس حدیث میں عناصرِ اربعہ کے ساتھ جہاد کرنا ہے، جن کی طبیعت میں سرکشی ہے۔ سالک جب تک ان کی طرف متوجہ رہتا ہے، تو یہ اعتدال کی حالت میں ہوتے ہیں اور جیسے ہی توجہ ہٹاتا ہے تو یہ اپنی اصل (سرکشی) کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ (الحجر ۹۹) یعنی مرتے دم تک عبادت کا امر دیا گیا ہے۔

لطیفہ قالبی میں ذکر کرتا ہوا سالک حجاباتِ نور و ظلمت میں سے دس ہزار حجابات اور بھی قطع کر دیتا ہے اور وصلِ عریانی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ یعنی ستر ہزار حجابات تمام کے تمام رفع ہو جاتے ہیں۔ اس کی تاثیر رزائل بشریہ اور علائق دنیویہ سے مکمل رہائی پالینے کے بعد تمام بدن میں ظاہر ہوتی ہے۔

لطائف کی عالم امر و عالم خلق کے اعتبار سے تقسیم:

جہاں جہاں مقامات اذکار ہیں انہیں اہل نقشبندیہ لطائف کہتے ہیں اور ان سات لطائف میں پہلے پانچ، یعنی سینے والے (قلب، روح، سر، خفی، اخفٰی) لطائف کو عالمِ امر سے موسوم کیا جاتا ہے اور باقی دو کو جو آخری ہیں، لطائفِ عالمِ خلق کہتے ہیں۔

لطائف کے انوار:

لطیفہ قلبی کا نور سرخ اور روحی کا زرد ہوتا ہے۔ اور بعض لوگ اس کے برعکس، یعنی قلبی کا زرد اور روحی کا سرخ بتاتے ہیں۔ لطیفہ سری کا نور سفید ہوتا ہے، اور لطیفہ خفی کا نور سیاہ، لطیفہ اخفٰی کا نور سبز ہوتا ہے جبکہ لطیفہ نفسی کا خاکی ہوتا ہے۔

ذکر نفی اثبات کا طریقہ

لطائف کے اذکار جاری ہونے اور اچھی طرح پختہ ہونے کے بعد ذکر نفی اثبات دیا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ بالکل اطمینان کے ساتھ ماسویٰ اللہ کو باطن سے مٹا کر بیٹھ جائے اور رابطہ ء شیخ کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا ذکر کرے، اس طرح کہ سانس بند کر کے لفظ "لَا" کو تصور کے ساتھ ناف سے اُٹھا کر سر کی آخری حد یعنی قالبی تک لے جائے اور لفظ "اِلٰہَ" کو پورے خیال کے ساتھ دائیں کندھے پر لے جائے اور تصوّر میں ماسویٰ اللہ کو نیچے پھینک دے اور لفظ "اِلَّا اللہ" کے ساتھ دل پر شدّت سے ضرب لگائے۔ یہاں تک کہ ذکر کی حرارت کا اثر تمام عالم امر کے لطائف میں ظاھر ہو۔ یعنی لفظ "لَا" کے ساتھ باطن سے ماسویٰ اللہ کو اُٹھا کر اور 'الٰہ' کے ساتھ سیدھے کندھے کی جانب نیچے پھینک دے۔ اور لفظ "الّا اللہ" کے ساتھ اپنے قلب میں تصوّر اللہ کو باقی رکھے۔ جب سانس میں سالک دقت محسوس کرے تو سانس کو طاق عدد پر خالی کر دے۔ یعنی اگر وہ حبس دم میں نفی اثبات کا ذکر دس مرتبہ کر چکا ہے اور سانس میں تنگی محسوس کرنے لگا ہے تو گیارہ پر سانس کو خالی کر دے۔ یعنی طاق عدد پر سانس چھوڑ دے اور بہ زبانِ حال محمدرّسول اللہ ﷺ پڑھے اور سانس کھولنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اِلٰهِی اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَ رِضَاکَ مَطْلُوْبِیْ اَعْطِنِی مُحَبَّۃَ ذَاتِکَ وَ مَعْرِفَۃَ صِفَاتِکَ ۔

ہر بار لا الٰہ الّا اللہ کے ساتھ تصور میں ہی لا معبود الّا اللہ، لا مقصود الّا اللہ، لا موجود الّا اللہ، لا مطلوب الّا اللہ، ان چاروں میں سے کسی ایک کا معنی دل میں حاضر رکھے، لیکن یاد رکھے کہ مذکورہ آٹھوں اذکار میں زبان بند رہے گی اور یہ سارے اذکار تصور سے کرنے کے ہیں۔ ایک بار پھر بتاتے چلیں کہ نفی اثبات میں ان باتوں کا خیال رکھیں:

۱) سانس بند رہے۔

۲) معنی دل میں حاضر رکھ کر مذکورہ بتلائے ہوئے طریقہ سے تصور قائم رکھے۔

۳) تعداد کا خیال رکھے کہ جب سانس کھولنا ہو تو طاق عدد پر ہی کھولے۔

۴) سانس چھوڑتے وقت **محمد رّسول اللہ** ﷺ تصوّر سے پڑھے۔

نفی اثبات میں زیادہ محنت کی ضرورت ہوتی ہے، کہ اس سے کافی حد تک مقامات طے ہو جاتے ہیں اور افاضہ و استفادہ کی قوّت کافی حد تک نفی اثبات سے بڑھتی ہے۔ یعنی آدمی میں نفی اثبات کی کثرت سے دوسرے کو فیض پہنچانے اور دوسرے سے فیض حاصل کرنے کی قوّت کافی حد تک پیدا ہوتی ہے۔ نفی اثبات کے پختہ ہونے کے بعد مراقبات دیئے جاتے ہیں اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ میں کُل چھتّیس (۳۶) مراقبات ہیں۔

دائرہ امکان

دائرہ امکان کے حالات سالک پر ذکر قلبی اور ذکر کثیر میں گزر جاتے ہیں لیکن مجھے اس بات کو بیان کرنا ہے کہ دائرہ امکان اصطلاح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ میں کیا چیز ہے؟ حضرت مجدد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر ایک مقام کا دائرہ قرار دیا ہے اور یہ دائرہ امکان سب سے پہلا دائرہ ہے اور یہ طرز اور اصطلاح دائرہ خاص آپ کی ہی قرارداد ہے، دائرہ ہر مقام کے واسطے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دائرہ کا کوئی پہلو کوئی سمت کوئی انتہاء نہیں ہے، اسی طرح قرب حق میں ہر مقام میں کوئی سمت اور کوئی حد نہیں ہے۔ لہٰذا دائرہ کو مقامات سے نہایت مناسبت ہے۔ علاوہ اس کے مسئلہ ہمہ اوست ہمہ از وست کا فیصلہ بھی اسی دائرہ سے ہوتا ہے کیونکہ دائرہ نقطہ سے بنتا ہے، اور خود بخود وجود دائرہ نہیں ہے، لیکن وجود نقطہ اور وجود دائرہ دونوں الگ الگ ہیں نہ دائرہ کو مرکز سے وصل و حلول واتحاد ہے اور نہ مرکز کو دائرہ سے۔ جب باوجود پیدائش دائرہ کو مرکز سے تعلق اور وصل نہیں ہے تو پھر خدا کا تعلق عین یا اتحاد اور وصل کیسے ہو سکتا ہے۔ میں ان شاءاللہ مختصر حالات دوائر کے لکھوں گا اور تقریر علمی اور وجوہات مفصل سے اوراق نہ بھروں گا کیونکہ عام لوگ نہ پڑھنے والے ایسے ہیں نہ سمجھنے والے، میرا مقصد صرف عام لوگوں کو سمجھانے کا ہے اور جو صاحب ذی علم ہیں ان کے واسطے مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سی کتابیں موجود ہیں کہ جن میں ہر اجمال کی تفصیل موجود ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں تعلق دائرہ امکان کا دس لطائف سے ہے، پانچ عالم امر کے اور پانچ عالم خلق کے۔ عالم امر کے لطائف قلب روح سر خفی اخفی ہیں اور عالم خلق کے لطائف خاک، آب، ہوا، آتش اور نفس ہیں، عرش سے اوپر اصل ہر لطیفہ عالم امر کی ہے اور عرش سے نیچے ہر لطیفہ عالم خلق کی اصل ہے، جس کا دائرہ اس جگہ لکھا جاتا ہے۔

آگاہی:

عالم خلق اس کو کہتے ہیں جو بتدریج وقتاً فوقتاً پیدا ہوئے ہیں، عالم امر لفظ کن کے ساتھ ہی پیدا ہوئے ہیں اگر سالک صاحب کشف ہوتا ہے تو تحت الثریٰ سے لے کر بالائے عرش تک اس کو حالات جنت و دوزخ وغیرہ وغیرہ نظر آتے ہیں لیکن فی زمانہ طلبا اہل کشف بہت کم ہوتے ہیں کیونکہ کشف اکل حلال، صدق مقال، کثرت عبادت، قلتِ طعام اور کمی آرام سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں تو کجا، ان میں سے دو ایک پر بھی پوری طور پر عامل نہیں ہوتے، زمانہ ایسے طلباء سے خالی تو نہیں ہے لیکن ہزاروں میں سے پانچ یا دس طالب ایسے نکلتے ہیں کہ جن کو کشف صحیح دیا جاتا ہے۔ کشف بہت سے قسم کا ہے، کشف عیانی، کشف حسی، کشف وجدانی، کشف ادراکی، بعض کو کشف قبور بعض کو کشف قلوب بعض کو صرف خواب اور بعض کو یہ سب عنایت کیا جاتا ہے۔ کشف عیانی اور کشف حسی باقی مکشوفات کے مقابلہ میں قوی ہیں اور یہ دونوں کشف صحیح طور پر امام وقت یا قطب مدار یا قطب ارشاد کو کامل طور پر عنایت کیا جاتا ہے کیونکہ انتظام عالم دنیا اور فیض رسانی عالم کے لئے یہ ذات مبارک مرکز ہوتے ہیں اور ان کی اتباع میں اولیائے خدمت مردان غیب، قطب ابدال، اوتاد نقیب، نجیب وغیر ھم کو بھی کشف دیا جاتا ہے جس کے ذریعے سے یہ صاحب تعمیل احکام الٰہی مثل خضر علیہ السلام کے کرتے ہیں اور یہ اولیائے خدمت پوشیدہ رہتے ہیں، ان سے کوئی واقف نہیں ہوتا، سوائے اولیائے خدمت کے لیکن بعض اولیائے عشرت زبردست بھی اولیائے خدمت سے واقف ہوتے ہیں لیکن اس کا اظہار نہیں کرسکتے اور اولیائے عشرت جو قطب ارشاد کے ماتحت ہوتے ہیں ان سے خلق واقف ہو کر فائدہ اٹھاتی ہے۔

فائدہ: قطب مدار ہر زمانہ میں ہر وقت رہتا ہے، گویا عالم کا دار و مدار اللہ نے اس پر رکھا ہے اور قطب ارشاد کسی زمانہ میں ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ اور قطب مدار قطب ارشاد کے ماتحت رہتا ہے۔

آگاہی: یہ مقامات قطب، ابدال اور اوتاد وغیرہم بلا مقام فنا و بقا کے حاصل نہیں ہوتے اور نہ بلا فنا و بقا کے جماعت اولیاء میں داخل ہوتا ہے، اور شاذ و نادر اس کے خلاف بھی فضل خدا سے کسی کو نصیب ہوتا ہے اور بعض علماء اور اولیاء ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو ان حالات مذکورہ بالا میں سے کچھ نہیں دیا جاتا، ان کو صرف برو یقین عنایات کیا جاتا ہے یہاں تک کہ بعض کو اپنے ولی ہونے کا بھی علم نہیں ہوتا، قبر میں جاکر معلوم ہوگا۔

آگاہی: کشف کا ہونا ولایت کے لئے ضروری بات یا شرط نہیں ہے۔ کیونکہ کشف دنیا علاوہ مسلمانوں کے غیر مذاہب جوگیہ برہمنان ہند فلاسفر یونان کو بھی ہوتا ہے لیکن جو کشف غیر مذاہب کے لوگوں کو ہوتا ہے وہ صرف کشف اشیاء دنیا کا ہوتا

ہے ذات و صفات الٰہی یا عالم ملکوت کا نہیں ہوتا، ذات و صفات الٰہی و عالم ملکوت کا کشف تب تک ہر گز نہیں ہوتا جب تک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہ لائے، کمال یقین کا نام ولایت ہے۔ چنانچہ بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو کشف بالکل نہیں ہوتا لیکن اہل کشف اولیاء سے بدرجہا قرب حق میں ان کا قدم غالب ہوتا ہے، اسی واسطے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دریافت پر شناختِ کمال کی بابت فرمایا: ''یقین تر، کامل تر'' چنانچہ اکثر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کشف اور کرامات کا اظہار ثابت نہیں ہے، بعض بعض سے خال خال مکشوف و کرامات کا ظاہر ہونا ثابت ہوا ہے، لیکن ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی جن سے کبھی ادنیٰ سی کرامت کا یا کشف کا اظہار نہیں ہوا ہے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ، اکمل سے اکمل ولی سے مرتبہ ولایت قرب حق میں اعلیٰ، افضل و برتر ہیں، بلکہ وہ کیا ان کے دیکھنے والے تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ہر اعلی ولی سے اعلی ہیں، یہ بزرگی ان کی یقین کامل کا سبب ہے جو صحبت اور برکت رسالت مآب ﷺ سے حاصل ہوا ہے، بعض اولیاء نہ اہل خدمت ہوتے ہیں، نہ اہل ارشاد، صرف امت کی دعا کے واسطے مختص ہوتے ہیں، اگر کسی کو کشف نہ ہو تو شناخت دائرہ امکان کے طے کر جانے کی یہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ وہ طالب چار گھڑی تک ذکر و فکر خدا میں ایسا مشغول رہتا ہو کہ دنیا کا خیال اس کے دل و دماغ میں بالکل نہ آتا ہو، اور بعضوں نے انوارِ لطائف دیکھنے سے دائرہ امکان کے طے کر جانے کی علامت بیان فرمائی ہے۔

دائرہ ولایت صغریٰ

اصطلاح صوفیاء میں اس مقام کو چند ناموں کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں، وحدۃ الوجود ہمہ اوست، مقام جمع، کفر طریقت، فنا و بقا، ولایت صغریٰ، اور نسیانِ ماسویٰ اللہ، یہ نام حضرات نقشبندیہ مجددیہ کے قرار دیئے ہوئے ہیں، ان حضرات کی تحقیقات سلوک میں مقام ہمہ اوست سے آگے بہت زیادہ مقامات ترقی کے ہیں اسی واسطے اس ولایت کو ولایت صغریٰ فرماتے ہیں، یعنی چھوٹی ولایت اور دیگر طرق کے کبرائے دین اکثر و بیشتر اس مقام ہمہ اوست کو انتہائی ترقی اور قرب حق فرماتے ہیں اور نسیان ماسوی اللہ شریعت سے بہت ہی مناسبت رکھتا ہے بموجب ارشاد نبوی ﷺ **اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون** (اتنی کثرت سے یاد خدا کرو کہ لوگ تم کو دیوانہ کہنے لگیں)۔

دوسری جگہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: **لن یؤمن احدکم حتی یقال انہ لمجنون** (تم میں سے کوئی ایمان والا نہ ہو گا جب تک کہ اس کو یہ نہ کہا جائے کہ وہ دیوانہ ہے) جب کوئی خلق کو محبت و ذکر خدا میں بھول جائے تو دنیادار لوگ اس کو دیوانہ کہیں گے۔

اسی لئے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر کرا باشد زیزداں کاروبار　　یافت باشد آنجا بیروں شد زکار

جب کسی کا تعلق اور لگاؤ خدا سے ہو جائے　　اس وقت وہ دنیا کے کاروبار سے بے تعلق پایا جائے گا

اس خاص مقام میں بہت بڑا اختلاف اور رد و کد صوفیوں میں صوفیوں سے اور علماء اور صوفیاء میں واقع ہے اور بیسیوں رسالے کتابیں مکتوبات اس کی تائید اور تردید میں بھرے ہیں۔ بہت سے اہل قال نے بلا حال اہل حال اولیاء اللہ کی نقل کر کے اپنے کو جہنمی بنالیا اور بہت سے اہل قال نے اہل حال اولیاء اللہ پر طعن و طنز کر کے اپنے آپ کو خسر الدنیا والاخرۃ کر لیا۔

حضرت مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد　　کم کسے باشد زاو آگاہ شد

تمام دنیا اس وجہ سے گمراہ ہو گئی　　اس مسئلہ سے بہت کم لوگ واقف ہیں

اس واسطے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو راہ راست پر چلائے اور اس خاص مسئلہ میں ہم کو حق بیان کرنے اور سمجھنے کی توفیق عنایت فرمائے اور ایسا علم ہمارے سینہ میں ڈالے کہ جس کے بیان اور ادراک میں لغزش نہ ہو اور عند اللہ و عند الرسول ﷺ مقبول ہو (آمین)۔ یہ مقام ہمہ اوست سلطان الاذکار کے انتہا ہونے پر شروع ہوتا ہے۔ بعض مرشد جب نور اس مقام کا سالک میں پاتے ہیں تو کلمہ لاحول و لا قوۃ الا باللہ اس کو تلقین فرماتے ہیں۔ بعض شیخ جب سالک میں اس مقام کا نور دیکھتے ہیں تو اس کو مراقبہ تعلیم کرتے ہیں کہ تمام عالم میں سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں، بعض رہنما کچھ تعلیم نہیں کرتے بلکہ اس کو اپنی ہمت باطنی سے اس مقام میں کھینچ لے جاتے ہیں اور خود بخود اس طالب پر یہ حال طاری ہو جاتا ہے لیکن ایسے شیخ بہت کم ہیں، ایسے پیر فی زمانہ زیادہ ہیں کہ طالب کو نہ ذکر قلبی حاصل ہے اور نہ سلطان الاذکار حاصل ہوا ہے نہ ہمہ اوست کا نور اس پر وارد ہوا ہے، بلکہ وہ شیخ خود ہی ان باتوں سے نا آشنا ہیں، لیکن طالب کو باوجود ہوش کے اور بلا حال کے ہمہ اوست کا مسئلہ زبانی تلقین کر دیا کرتے ہیں اور ایسا مسئلہ بلا حال کے تلقین کرنا شریعت پاک میں "کفر" ہے۔ مسلمان اپنے ایمان کو قوی کرنے کے لئے شیخ کی خدمت میں جاتے ہیں لیکن جاہل شیخ اپنا اور اپنے مرید کا ایمان کھو دیتے ہیں، ایسے شیخ جاہل و نا اہل اس مصرعہ کے مصداق ہیں:

"او خویشتن گم است کرا رہبری کند"

بعض لوگ تو مرید سے یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ میں اور تو اور جو کچھ تو دیکھ رہا ہے یہ سب عین خدا ہے نعوذ باللہ منہا اللہ تعالیٰ ہمیں اور ایسے لوگوں کو صراط مستقیم عنایت فرمائے۔

طالب حق جب خدا کی یاد کثرت سے کرتا ہے تو اس کے لطائف اور جسم پاک صاف ہوتے ہیں اور وہ حسب حیثیت عروج کرتا ہے یہاں تک کہ اپنی اصل سے اس کو وصل ہو جاتا ہے۔ اصل اس کی کیا ہے؟ حقیقت ممکنہ ہے۔

سوال: حقیقت ممکنہ کیا ہے؟

جواب: جس جگہ انوارِ اسماء وصفات الٰہی نے جمع ہو کر عدم محض کی طرف عکس ڈال کر وجودِ مستعار بخشا ہے، مثلاً آئینہ کو بالکل اس میں کوئی چیز نہیں ہوتی، اس کو عدم خیال کیا جائے اور جو وجود اس آئینہ کے سامنے آئے اس کو انوار اسماء وصفات خیال کیا جائے اور جو عکس آئینہ میں قائم ہوا اس کو حقیقت ممکنہ خیال کیا جائے لیکن وہ معاملہ حقیقت ممکنہ کا کہیں بالاتر اور عقل معاش کی فہمید سے دور ہے کیونکہ اس کا خالق قادرِ کل بیچون وبیچگون ہے، جب رب العالمین نے چاہا کہ اپنی ذات کو پہچانواؤں اور عالم کو پیدا کروں تو پرکارِ قدرت اسماء وصفات سے نقطہ حقیقت محمدی ﷺ قائم فرما کے اس سے تمام اشیاء کا دائرہ وجود کھینچ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ تمام مخلوق کے باعث تخلیق ہیں اور جس طرح دائرہ مرکز سے الحاق نہیں کر سکتا، اسی طرح کوئی مخلوق میں سے نبی کریم ﷺ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، اسی مطلب میں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے **لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب و لا نبی مرسل** (مجھے اللہ پاک عزوجل کے ساتھ وہ وقت حاصل ہے کہ جس میں نہ کوئی مقرب فرشتہ میری برابری کر سکتا ہے اور نہ کوئی پیغمبر برگزیدہ) چونکہ طالب خدا عدم کی طرف پشت اور اسماء وصفات الٰہی کی طرف منہ کر کے تقرب الی اللہ چاہتا ہے اس کو اصطلاح صوفیاء میں سیر الی اللہ کہتے ہیں، بموجب حدیث شریف **کل شیئٍ یرجع الی اصله** (ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے)۔

اور اسی حدیث کا ترجمہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش	**باز جوید روزگار وصل خویش**
جو کوئی اپنی اصل و حقیقت سے دور رہا	ایک عرصہ تک وہ اس سے طالبِ وصل رہا اور ڈھونڈتا رہا

اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے، **حب الوطن شعبة من الایمان** (وطن کی محبت شعبہ ایمان سے ہے) وطن حقیقتاً ہر مومن کا حقیقت ممکنہ ہے، جہاں روحوں کا قیام اور اسماء وصفات الٰہی کے انوار کا ظہور ہے۔ لہٰذا ہر ایمان دار اپنی حقیقت کی طرف رجوع کرتا ہے اور چونکہ حقیقت ممکنہ میں تمام مخلوق کی حقیقت اور نقشہ اجمالاً ہوتا ہے، کفر اور اسلام، مسجد اور مندر خوب وزشت سب ایک جگہ نظر آتے ہیں، جیسے کہ تخم درخت میں سب درخت کی حقیقت جڑ شاخیں پتے پھول اور پھل اجمالاً اس میں ہوتی ہے اور تفصیل اس کی بعد درخت کامل ہو جانے کے معلوم ہوتی ہے اسی طرح حقیقت ممکنہ میں اسماء وصفات کا انوار ہادی ومضل، رحمن، قہار، جبار، شافی وغیر ہم اور عدم محض سب یکجا ہوتے ہیں تو سالک اپنے علم کے مطابق ہمہ اوست انا الحق

سبحانی وما اعظم شانی وغیرہ الفاظ بحالت بے خودی کہہ اٹھتا ہے، چونکہ عدم کی طرف اس کی پشت ہوتی ہے اور انوارِ اسماء وصفات الٰہی کی طرف منہ ہوتا ہے۔

پس سامنے جو دیکھتا ہے کہتا ہے:

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید — قلندر جو کچھ کہتا ہے دیکھا ہوا کہتا ہے

وہ اس وقت مرفوع القلم ہوتا ہے لیکن یہ حال ہمیشہ نہیں رہتا ہے۔ دریا کی سی موجیں آیا کرتی ہیں جب اور جس وقت اصل سے وصل ہوتا ہے اپنے کو اور تمام جہان کو نیست ونابود پاکر وجود حقیقی کو اپنے علم میں جان کر ہمہ اوست وغیرہ کہہ بیٹھتا ہے۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کے حال کی توضیح حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت میں خوب فرمائی ہے جس سے ہر ذی علم خوب سمجھ جائے گا۔

با مریدان آن فقیر محتشم — بایزید آمد کہ یزدان نک منم

مریدوں کے پاس اس بزرگ درویش — بایزید نے آکر کہا کہ میں خدا ہوں

گفت مستانہ عیان آن ذو فنون — لا الہ الا انا فاعبدون

اس مست نے یہ صاف کہا کہ — میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے، پس میری پرستش کرو

چوں گزشت آن حال گفتند ش صباح — تو چنیں گفتی واین نبود صلاح

جب یہ حال گزر گیا تو ان سے صبح کہا گیا — کہ آپ نے ایسا کہا اور یہ صحیح نہیں ہے

تو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

حق منزہ از تن و من با تنم — چوں چنیں گویم بباید کشتنم

اللہ تعالیٰ جسم وغیرہ سے پاک ہے اور میں جسم رکھتا ہوں — جس وقت میں ایسا کہوں تو مجھے مار ڈالنا چاہئے

پھر جب حال طاری ہوا:

چوں ہمائے بے خودی پرواز کرد — آں سخن را بایزید آغاز کرد

جب بے خودی کا ہما اڑنے لگا — تو پھر بایزید رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہی کہنا شروع کیا

عقل را سیل تحیر در ربود — زاں قوی تر گفت کاول گفتہ بود

تحیر کا دریا عقل کو بہا کر لے گیا — اور پہلے سے بھی زیادہ زور دے کر وہی الفاظ ادا کئے

نیست اندر جبہ ام الا خدا — چند جوئی در زمین و در سماء

کہ میرے لباس میں خدا ہے　　　　　　تم زمین و آسمان میں کب تک جستجو کروگے

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے خود یہ فیصلہ فرمادیا ہے، جیسا کہ حالت ہوش میں حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

اے بروں از وہم و قال و قیل من　　　　　　خاک بر فرق من و تمثیل من

اے خدا تیری ذات میرے قیاس و گفتگو سے باہر ہے　　　　　　میرے اور میری تمثیلات پر خاک پڑے

پس اس حکایت سے صاف معلوم ہوگیا کہ وقت غلبہ محبت کہ جس کو حالت عشق کہتے ہیں عقل بجا نہیں رہتی اور دریا تحیر کا تمیز و عقل کو بہالے جاتا ہے اور اس وقت یہ کہہ دینا کچھ بعید از عقل نہیں کیونکہ جب مجنوں سے کوئی پوچھتا کہ تو کون ہے تو مجنوں جواب میں کہتا انا لیلیٰ (میں لیلیٰ ہوں) تو جب بندہ کی محبت میں بندہ اپنے کو بھول گیا تو کوئی خدا کی محبت میں اپنے کو بھول جائے اور خدا کہنے لگے تو یہ کیا تعجب کی بات ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

از محبت خشت ہا زریں شود　　　　　　از محبت تلخہا شیریں شود

محبت سے مٹی کی اینٹ سونا بن جاتی ہے　　　　　　محبت میں کڑوی چیز میٹھی ہو جاتی ہے

از محبت سرکہا مل می شود　　　　　　از محبت خارہا گل می شود

محبت سے سرکہ شراب بن جاتا ہے　　　　　　محبت سے کانٹا پھول بن جاتا ہے

از محبت نار نورے می شود　　　　　　از محبت دیو حورے می شود

محبت سے آگ نور بن جاتی ہے　　　　　　محبت سے بدشکل خوبصورت بن جاتا ہے

اور جب ہوش آتا ہے تو سالک اپنے کو اور تمام خلق کو موجود پاتا ہے اور خالق و مخلوق میں تمیز کرتا ہے، یہ حالات دور کی کسی کو لحظہ، کسی کو گھنٹہ، کسی کو دنوں، کسی کو برسوں رہتے ہیں اور اکثر حضرات متقدمین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس حال میں برسوں اور بعض عمر بھر رہے ہیں اور اس مقامِ خاص کے وہ ذات مبارک مرکز ہوئے ہیں اور ان کی نگاہ علم میں گویا غیریت اٹھ گئی تھی اور اسی مقام میں خرق عادات، کشف، کرامات کثرت سے ظاہر ہوتی ہیں، اسی مقام میں صاحب کشف کو اپنے سینہ میں تمام جہاں کی حقیقت نظر آتی ہے۔

اسی واسطے خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اولیاء بعد فنا و بقا ہر چہ می بینند در خود می بینند، و ہر چہ می شناسند در خود می شناسند و حیرت ایشاں در وجود ایشاں، وفی انفسکم افلا تبصرون (اور تمہارے نفس میں ہے پس کیا تم نہیں دیکھتے) اور حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انچہ حق است اقرب از حبل الورید	تو فگندی تیر فکرت را بعید
اللہ تعالیٰ تیری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے	تو تیر فکر کو دور پھینک رہا ہے

یہ کلام حضرت خواجہ بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث قدسی سے تعلق رکھتا ہے جس کا ترجمہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گفت پیغمبر ﷺ کہ حق فرمود است	من نگنجم در سرا بالا و پست
نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے	میں نشیب و فراز میں نہیں سما سکتا
من نہ گنجم بر زمین و آسماں	من بگنجم در قلوب مومناں
اور نہ میں زمین و آسمان میں سما سکتا ہوں	بلکہ میں سچے مومن کے دل میں سما جاتا ہوں

جب خدا کی سمائی قلب مومن میں ہو جائے تو تمام مخلوق کا قلب مومن میں نظر آنا کیا بعید ہے لیکن یہ تقرب بیچونیت کے ساتھ ہے، نہ کسی احاطہ ظرف کے ساتھ۔ جیسے سمائی آسمان کی آنکھ کی پتلی میں، نہ آسمان آنکھ میں گھس گیا نہ آنکھ آسمان میں، بلکہ یہی سمائی بالمحبت ہے، جیسے کہ دوسری حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے بی یسمع و بی یبصر الی اخرہ اگر حقیقتاً سماعت و بصارت وغیرہ بشر کی عین خدا کی سماعت و بصارت ہو جاتی تو پھر اس کو فنا نہیں ہونا چاہیئے تھا، حالانکہ خود ذات ہی ولی کی فانی ہے تو پھر بقاء صفات کہاں؟ یہ آیت قرآنی اور آحادیث قدسی اسی طرح پر ہیں کہ جس طرح حدیث شریف میں ارشاد ہے یاعلی لحمک لحمی و دمک دمی (اے علی تمہارا گوشت میرا گوشت ہے اور تمہارا خون میرا خون ہے)۔ اگر حدیث شریف کے معنی حقیقتاً مان لئے جائیں تو پھر بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہما سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح نہیں ہو سکتا تھا، ان آیات بینات اذا رمیت الخ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (الذاریات ۲۱)، و احادیث بی یسمع الخ لا یسعنی ارضی و لا سمائی و لکن یسعنی قلب عبدی المومن اور یاعلی لحمک لحمی و دمک دمی سے مراد اظہار عنایت و کرم ہے بمقابلہ اور مخلوق کے اور ساتھ ہی اس کے ظلی اور صفاتی طور پر تقرب بھی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو ہر الفاظ تعریفیہ سے بلند تر فرماتا ہے سُبۡحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يَصِفُونَ (الانعام ۱۰۰) اور یہ بھی ارشاد فرماتا ہے لَا تُدۡرِكُهُ الۡأَبۡصَارُ (الانعام ۱۰۳) (کسی کی نگاہ اس کا ادراک نہیں کر سکتی) تو پھر جسم خاکی اور فانی اس سے کیسے تقرب احاطہ جسمانی کے ساتھ کر سکتا ہے، بموجب ارشاد وَنَحۡنُ أَقۡرَبُ إِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيدِ (ق ۱٦) (ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) کی طرح ہر تقرب حق قابل ایمان و حالت علم منقول سے تعلق رکھتی ہے اور اسی طرح قلب حق اور نزول تجلی ذات خانہ کعبہ سے بیچون و بیچگونیت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور نہ کوئی خلق ذات حق کو تو کجا اس کی ایک اسم وصفت کا احاطہ اور وصل نہیں کر سکتی، کیونکہ حق جل وعلا اور اس کی جملہ صفات قدیم ہیں اور جمیع حوادث سے منزہ اور مبرّیٰ ہیں۔ اور جمیع مخلوقات حادث، پس حادث اور قدیم ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے، لیکن نزول تجلی خانہ کعبہ میں اور نزول قلب انسان میں فرق ہے، خانہ کعبہ پر تجلی کا نزول ہر وقت رہتا ہے اور اولیاء پر بوجہ غفلت یا معصیت کبھی تجلی کا ظہور بند ہو جاتا ہے اور کبھی زیادہ کم ہوتا رہتا ہے اور اس حالت کو اصطلاح صوفیاء میں قبض وبسط کہتے ہیں، ان حالات کا تعلق علم معقول اور علم معاش سے نہیں ہے بلکہ علم منقول اور عقل معاد سے ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علم معقولات علم اشقیاء	علم منقولات علم انبیاء
علم معقولات اشقیا کا علم ہے	اور علم منقولات انبیاؑء کا علم ہے
پائے استدلالیاں چوبیں بود	پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود
کم عقلوں سے دلیل لانے والوں کی مثال لکڑی کی ہے	اور لکڑی کے پاؤں ناپائیدار ہوتے ہیں
گر باستدلال کار دیں بدے	فخر رازی رازدار دیں بدے
اگر استدلال پر ہی دین کا مدار ہے تو	امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ دین کے بھی رازدار ہیں

سالک کثرت محبت الٰہی میں اپنے کو اور تمام خلق کو بھول جاتا ہے اور غیریت اس کی نگاہ علم میں اٹھ کر صرف ایک ذات واجب الوجود کی طرف باقی رہتی ہے اور وہ اپنے کو اور تمام مخلوق کو عین خدا سمجھتا ہے اور بیساختہ اس کی زبان سے لفظ انانیت کے نکلتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ بھی بموجب حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی، ایسے لوگوں سے ان کے خیال کے مطابق ویسا ہی پیش آتا ہے، اور جو کچھ وہ زبان سے کہہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ویسا ہی کر دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرات متقدمین میں سے خرق عادات کثرت سے ظہور میں آئی ہیں۔

اسی واسطے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آں دعا شیخ نے چوں ہر دعاست	فانی است گفت اش گفت خداست
بندہ خاص کی دعا اوروں کی طرح نہیں ہوتی	وہ محبت خدا میں فنا ہے، تو اس کا قول خدا کا قول ہے
اولیاء راہست قدرت از الٰہ	تیر جستہ باز گرداند زراہ
اپنے اولیاء کو خدا نے ایسی قدرت عطا فرمائی ہے	کہ کمان سے نکلا ہوا تیر واپس لوٹا لیتے ہیں
اکمہ و ابرص چہ باشد مردہ نیز	زندہ گردد از فسون آں عزیز
مادرزاد اندھا اور کوڑھی تو کیا مردہ بھی	ان کے دم کرنے سے زندہ ہو جاتا ہے

اسی مقام کو اصطلاح صوفیاء میں مقام فنا و بقا کہتے ہیں، فنا اس حالت کو کہتے ہیں کہ جب سالک کی نگاہ سے غیریت اٹھ کر سوائے ذات باری تعالیٰ کے کچھ باقی نہ رہے، اور بقا اس حال کو کہتے ہیں کہ اس حال فنا سے اس کو افاقہ ہو اور خالق و مخلوق، حادث و قدیم میں تمیز کرے، سالک کو پہلے فنائے فعلی پھر فنائے صفاتی، پھر فنائے ذاتی ہوتی ہے، یعنی اپنے افعال کو فعل خدا میں، اور پھر اپنی صفات کو صفات خدا میں اور پھر اپنی ذات کو ذات خدا میں فنا پاتا ہے اور یہ بات کثرت ذکر اور خاصان خدا کی صحبت سے نصیب ہوتی ہے اور بموجب حدیث شریف اللہ تعالیٰ ایسے بندۂ خاص کے افعال کو اپنی طرف منسوب فرماتا ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ملخصا و ما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بہا و رجلہ التی یمشی بہا و ان سالنی لاعطینہ و لان استعاذنی لاعیذنہ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے ہمیشہ مجھ سے قرب ڈھونڈتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کی وہ سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور وہ بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں، اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔

اور اس حدیث شریف کی تصدیق اور تائید میں آیۃ شریف وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ (الانفال ۱۷) ارشاد رب العباد ہے، اور دوسری جگہ ہے إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح ۱۰) (بے شک اے نبی جو لوگ آپ سے

بیعت کرتے ہیں، یقیناً اس کے سوا نہیں ہے کہ وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) اسی مطلب میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ اللہ کن کہ اللہ می شوی — ایں سخن حق ست باللہ می شوی

اللہ اللہ کر کہ تو ”اللہ“ ہو جائے — یہ بات بالکل سچ ہے قسم خدا کی تو ضرور ہو جائیگا

یہ حالت فناو بقا دریا کی موجوں کی طرح سالک پر وارد ہوتی رہتی ہیں۔

چنانچہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام — ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

میں نے سات سو ستر قالب دیکھے ہیں — اور سبزہ کی طرح کئی بار اگا ہوں

حضرت ابو مدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ اس معنی میں فرماتے ہیں:

کشتگان خنجر تسلیم را — ہر زمان از غیب جان دیگر است

خنجر تسلیم سے مرے ہوئے لوگوں کے لئے — ہر زماں میں غیب سے دوسری جان ودیعت ہوتی ہے

اسی مفہوم میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر کس بمیرد ایک بار — بیچارہ جامی بارہا

ہر شخص ایک مرتبہ مرتا ہے — (لیکن) بیچارہ جامی بار بار

اور اسی مقصد میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بعضے از دولتمندان از ہر بار گفتن آن فنائے خاص — در خودی فہمند و در ہر نفس چندیں بار می میرند

بعض عارفوں ذکر سے ایک فنائے خاص خود میں پاتے — ہیں اور ہر سانس میں کئی بار مرتے ہیں

دمے صد بار در یار تو میرم — بایں بے طاقتی نام تو گیرم

ایک دم میں تیری یاد میں سو مرتبہ مرتا ہوں — اور باوجود بے طاقتی کے تیرا ذکر کرتا ہوں

یہ فنا بحکم موتوا قبل ان تموتوا (اپنے مرنے سے پہلے مر جاؤ) سالک پر گزرتی ہے اور یہ حالت طاری ہوتی ہے بموجب جملہ اولیٰ اس حدیث شریف کے ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (یہ کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا ہے تو تحقیق وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پس جس وقت آئینہ دل پر شعاعیں انوار اسماء و صفات الٰہی کی پڑتی ہیں جیسے کہ آئینہ میں شعاعیں آفتاب کی پڑتی ہیں تو جس طرح شعشان نور آفتاب میں آدمی کو اپنا وجود

اور وجود آئینہ دونوں نظر نہیں آتے، اسی طرح شعشان انوار اسماء وصفات میں اپنا وجود اور وجود خلق سالک کو نظر نہیں آتا، یا جیسے چراغ کی روشنی دھوپ میں نظر نہیں آتی حالانکہ روشنی موجود ہوتی ہے یا جیسے صفراوی بخار والے کو میٹھا بھی کڑوا معلوم ہوتا ہے حالانکہ مٹھائی میں کڑواہٹ نہیں ہے یا جیسے دریا کی ریت میں ذرات چمکتے ہیں، چمک خوب مگر چمک میں وجود ذرہ نہیں دکھتا یا جیسے کسی کو مرض پیلیا ہو جاتا ہے تو اس مریض کو تمام جہاں پیلا ہی پیلا نظر آتا ہے حالانکہ جہان پیلا نہیں ہے یا جیسے کہ ضعف زیادہ ہو جاتا ہے تو وقت کھڑے ہونے کے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے، حالانکہ جہاں روشن ہے، یہ اس کی آنکھوں اور ضعف اور علم کا قصور ہے، اسی طرح بیماری محبت الٰہی میں سالک مجبور و معذور ہے کہ اس کی نگاہ علم و محبت میں تمام جہاں میں سوائے خدا کے کچھ نظر نہیں آتا اور اسی مقام میں سالک پر ذوق و شوق گریہ وزاری، آہ و نعرہ، بے ہوشی و مد ہوشی۔

اور اسی مقام میں درد محبت ہوتا ہے کہ جس درد کی آرزو حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کرتے ہیں:

کفر کافر را ودیں دیندار	راذرہ درد دل عطار را
کفر کافر کے لئے اور دین دیندار کے لئے	عطار کے لئے دردِ دل کا ایک ذرہ کافی ہے

یہ فنا وبقا جسمانی فنا وبقا نہیں ہے بلکہ سالک کے لطائف اور علم کی فنا وبقا ہے اور تمثیل اس فنا وبقا کی اچھی طرح یوں سمجھ میں آجائے گی کہ کسی مقام پر دس دس پانچ پانچ گز کے فاصلہ سے یکے بعد دیگرے شب کو چراغ رکھ دیئے جائیں اور چراغ اول کو پس پشت لے کر آدمی کھڑا ہو جائے تو اس کا سایہ اس کے سامنے دکھائی دے گا اور جب اس چراغ اول کے پاس سے دوسرے چراغ کی طرف جوں جوں بڑھے گا اسی قدر سایہ اس کا سامنے والا کم ہوتا جائے گا، حتیٰ کہ چراغ دوم کے قریب پہنچنے پر سامنے کا سایہ بالکل کالعدم ہو جائے گا اور دوسرے سامنے کے چراغ کی روشنی کے سبب سے اس کا سایہ پس پشت آجائے گا اسی طرح جب چراغ دویم سے آگے بڑھ کر چراغ سویم کی طرف چلے گا تو پھر اس کا سایہ فوراً اس کے سامنے آجائے گا۔ علی ہذا القیاس ہر چراغ کے قرب اور بعد میں اس کے سایہ کو فنا اور بقا ہوتی رہے گی، حالانکہ اس کے سایہ کو حقیقتاً فنا نہیں ہے بلکہ نور چراغ کی قوت نے اس کے علم میں اس کے سایہ کو ایسا معدوم کر دیا کہ اس کو نظر ہی نہیں آتا، اگر سامنے کا چراغ قریب کا گل کر دیا جائے کہ جس کی روشنی نے اس کے سایہ کو پیچھے کر دیا ہے تو پچھلے چراغ کی روشنی اس کے سایہ کو فوراً اس کے سامنے قائم کر دے گی، اسی طرح ہر مقام انوار صفات الٰہی میں جب سالک ترقی کرتا ہے تو اس کو اسی طرح تمام جہان کی فنا وبقا دکھتی ہے حقیقتاً اس کی اور تمام جہان کی فنا وبقا نہیں ہوتی، سالک کا ہر مقام میں وجود موجود رہتا ہے لیکن اس کے علم میں نظر نہیں آتا۔

چنانچہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چوں زبانہ شمع پیش آفتاب — نیست باشد ہست باشد در حساب

اگرچہ چراغ کی لو آفتاب کے سامنے — معدوم ہو جاتی ہے، حالانکہ وہ حقیقتاً موجود ہوتی ہے

ہست باشد ذات او تا تو اگر — بر نہی پنبہ بسوزد آں شرر

وہ تو موجود ہوتی ہے، چنانچہ اگر تم — اس کی لو پر روئی رکھو، تو وہ جل جائے گی

نیست باشت روشنی ندہد ترا — کردہ باشد آفتاب اورا فنا

وہ چراغ معدوم معلوم ہوتا ہے اور روشنی بھی نہیں دے رہا ہے — لیکن یہ سب کچھ آفتاب کی وجہ سے ہے کہ اس نے چراغ کو ماند کر دیا

اور اسی واسطے حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سیہ روئی ز ممکن در دو عالم — جدا ہرگز نہ شد واللہ اعلم

بشریت کی سیاہی دونوں جہاں میں — ہرگز جدا نہیں ہو سکتی آگے خدا جانے

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر — نیافت او فقر کل تو رنج کم بر

تو نہیں دیکھتا کہ پیغمبر ﷺ بھی بشر سے خدا — نہ بن سکے تو اے طالب تو کس بات کا غم کرتا ہے

غیر مذاہب کا ان بزرگوں کے الفاظ سے استنباط مسئلہ تناسخ و آواگون کرنا بالکل غلط اور سراسر کج فہمی ہے، یہ مقام نہایت عشق کا شدید ہوتا ہے اور بلا عشق شدید کے نفس ملعون کی سرکوبی اور خباثت نفس اور کبر و عجب و ریا و حقد و حسد سے دل پاک نہیں ہوتا، اور اتباع سنت نبوی ﷺ اور تعمیل ارشاد الٰہی أَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (الزمر ٣) (آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کے لئے خالص دین ہے) نہیں ہوتی۔

ہر کرا جامہ ز عشقش چاک شد — او ز حرص و بغض کلی پاک شد

جس کسی کا خدا کے عشق سے کپڑا چاک ہوا — وہ حرص اور بغض وغیرہ سے حقیقتاً پاک ہوا

اور بلا عبور کئے ہوئے اس مقام فنا و بقا کے جناب باری کی درگاہ میں گزر نہیں ہوتا، چنانچہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہیچ کس را تا نہ گردد ایں فنا — نیست رہ در بارگاہ کبریا

جب تک کسی کو یہ فنا حاصل نہ ہو — اس کو درگاہ الٰہی کا راستہ نہیں مل سکتا

اور حسین منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کفرت بدین اللہ و الکفر واجب　　لدی و عند المسلمین قبیح

میں نے اللہ کے دین میں کفر کیا ہے اور یہ کفر واجب ہے　　میرے نزدیک اور عام مسلمانوں کے نزدیک یہ ناپسندیدہ ہے

اس حال ''ہمہ اوست'' کو اصطلاح صوفیاء میں ''کفر طریقت'' بھی کہتے ہیں اور کفر طریقت یہ ہے کہ امتیاز اٹھ جائے اور بجز ذاتِ حق کوئی نظر میں نہ رہے، اور جب تک یہ حال طالب پر طاری نہ ہو گا فیضانِ الٰہی اخذ کرنے کے لائق بھی نہیں ہو سکتا اور نہ دوسروں کو اپنی ہمت باطن سے فیض پہنچا سکتا ہے۔ لہٰذا ایسی عشق شدید عالم غیب سے فیض لینے اور خلق میں فیض پہنچانے کا ذریعہ ہے، اور اسی حال کے گزر جانے کے بعد تمام سلاسل صوفیاء میں وہ شخص اولیاء میں شمار کیا جاتا ہے اور اسی حال کے گزر جانے کے بعد قطب ابدال، اوتاد، نقیب، نجیب، قطب مدار، قطب ارشاد اور اجازت سلسلہ بیعت کے لائق ہو جاتا ہے، اور اسی فنا کے بعد قبور اولیاء سے فیض اخذ کرنے کے لائق ہو تا ہے، اور اسی فنا کے بعد الحب للّٰہ و البغض للّٰہ پر عمل کرنے کے لائق ہوتا ہے، اور اسی مقام میں کشف اور خرق عادات کثرت سے ظاہر ہوتی ہیں، اسی مقام میں مقام جہان کا نقش سینہ میں نظر آتا ہے، اسی مقام میں بوقت غلبہ حال اگر مردہ سے وہ کہے کہ زندہ شو تو وہ زندہ ہو جائے، اگر زندہ سے کہے کہ مردہ شو، تو وہ فوراً مر جائے، اسی مقام میں وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (الذاریات ۲۱) معلوم ہوتی ہے۔ اسی مقام میں تمام زمین و آسمان کی حقیقت وسعت قلب کے مقابلہ میں نقطہ کے مانند معلوم ہوتی ہے۔ کثرت حال میں یہ بندہ خاص اپنے کو بندہ جانتا، بلکہ اپنے علم میں دوئی اٹھ کر ایک ہی جانتا ہے تو خداوند تعالیٰ بھی اس کے گمان کے موافق اس سے پیش آتا ہے اور اس بندۂ خاص کی دعا کو رد نہیں کرتا، جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے کہ بعض میرے امتی پریشان حال اور غریب ہوں گے اور لوگوں میں ان کی وقعت نہ ہو گی مگر خدا کے نزدیک وہ مرتبہ والے ہوں گے اور وہ جو قسم کھا بیٹھیں گے خدا ویسا ہی کرے گا اور دوسری حدیث شریف انا عند ظن عبدی بی یعنی جو بندہ مجھ سے جیسا گمان رکھے گا میں اس کے گمان کے موافق اس سے پیش آؤں گا اور پیش آتا ہے۔

اطلاع: بعض اولیاء اللہ اکمل اپنے بعض طلبہ کو بطور طفرہ کے مقام ہمہ اوست کو درمیان میں چھوڑ کر ولایت کبریٰ میں لے جاتے ہیں، (طفرہ کے معنی لغت میں یہ ہیں کہ درمیانی مقام کو چھوڑ کر اوپر کود کر چلے جانا) جیسے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نان بائی کو مقام ہمہ اوست کو چھوڑ کر ایک ترجمہ میں مقامات عالیہ میں کھینچ کر لے گئے، حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے بعض طلبہ کو اسی طرح لے گئے ہیں اور اولیاء اکمل بھی۔

اطلاع: بعض اولیاء اس راہ سلسلہ طریقت سے علاوہ صرف اتباع سنت اور کثرت عبادت اور خلوص اور مجاہدہ سے بھی خدا تک پہنچتے ہیں اور بعض پیدائشی ولی ہوتے ہیں ان کو اجتبائے صرف میں حصہ دیا جاتا ہے، بلا تعلیم، بلا عمل، بلا صحبت خود بخود

ان کی روح میں کشش ربانی ہوتی ہے اور وہ خدا تک پہنچتے ہیں اور اکثر وہ مجذوب ہوتے ہیں لیکن دونوں قسم کے اولیاء شاذ و نادر ہوتے ہیں، ولایت کا راستہ شاہراہ عام میں سلسلہ طریقتِ صوفیاء ہے۔

جب سالک اپنی اصل کی طرف رجوع کرتا ہے کہ جس کی تشریح پہلے گزر چکی ہے تو اس سیر کو سیر الی اللہ کہتے ہیں اور جب سالک کو اپنی اصل سے وصل ہوتا ہے تو اس حالت میں بحالت بے خودی اور شدت عشق سے اور بوجہ امتیاز اٹھ جانے اور بجز ذاتِ حق اس کی نظر میں باقی نہ رہنے کے ہمہ اوست "انا الحق" اور "سبحانی ما اعظم شانی" وغیرہ کہہ اٹھتا ہے۔ اس کو "سیر فی اللہ" کہتے ہیں اور جب اس حال سے سالک کو حالت ہوش میں اس جہان کے ناقصوں کی تربیت کے لئے شیخ کامل واپس لاتے ہیں تو اس سیر کو سیر عن اللہ باللہ کہتے ہیں۔

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ حالت عشق کی یہ فرماتے ہیں:

عشق آں شعلہ است کہ چوں بر فروخت	ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
عشق ایسا شعلہ ہے کہ جب بھڑک اٹھتا ہے تو	معشوق کے سوا تمام چیزوں کو جلا دیتا ہے
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت	شاد باش اے عشق شرکت سوز زفت
خدا ہی خدا باقی رہتا ہے، اور تمام ماسویٰ جل جاتا ہے	اے شرک کے جلا دینے والے تو ہمیشہ آباد رہے

آگاہی: فنا کی تین قسمیں ہیں، فنائے اول، فنائے ثانی اور فناء الفناء۔ فنائے اول کا سالک حالت خواب اور حالت مراقبہ میں اپنے کو مردہ اور تمام جہاں کو نیست و نابود پاتا ہے اس فنا کو عود کا خوف ہے، اور یہ فنا ضعیف ہے، فنائے ثانی کا سالک جاگتے میں بچشم ظاہر اپنے کو اور تمام جہان کو معدوم اور صرف ایک ذات واجب الوجود کو موجود پاتا ہے، اس فنا کو عود کا خوف نہیں ہے اور فناء الفناء اس کو کہتے ہیں کہ سالک کو شعور فنا بھی باقی نہ رہے، فنائے ثانی اگرچہ بہت بہتر فنا ہے اور اس کو عود نہیں ہے مگر جو توحید اکابر دین و علمائے سابقین و عرفائے محققین کے نزدیک معتبر اور اصلی ہے وہ یہ ہے کہ ظہورِ توحید بلا قید جسم کے ہو، بموجب ارشاد وَ اللّٰہُ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ مُّحِیۡطٌ (البروج ۲۰) اور فنائے ثانی کا سالک اپنے وجود کو اور ہر شے کے وجود کو کثرت محبت میں خدا جانتا ہے، اس میں انانیت باقی ہے اسی واسطے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، "انا گفتن آسان ست و انا زائل کردن مشکل است" اور یہی فناء الفنا ہے اور یہی فنا حدیث "ان تعبد اللہ کانک تراہ۔۔ الخ" سے مناسبت رکھتی ہے اور یہی فنا شریعت سے چسپاں اور طریقت سے وابستہ ہے، اور یہ توحید صوری جسمانی صورت توحید ہے اور توحید بلا جسم وَ اللّٰہُ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ مُّحِیۡطٌ (البروج ۲۰) اور اصلی اور حقیقی توحید ہے، اولیائے فنائے ثانی اور فناء الفناء کا وجود خلق کے واسطے

رحمت حق اور ذات اس کی کبریت احمر ہے اگرچہ تینوں قسم کی فنائیت والی جماعت اولیاء میں داخل ہے لیکن مرتبہ میں اور فیض میں اور قرب خدا اور اثر صحبت میں ان میں بہت بڑا فرق ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آئینہ دل چوں شود صافی و پاک	نقشہا بینی بروں از آب و خاک
جب دل کا آئینہ پاک وصاف ہو جائے تو تجھے	وہ چیزیں نظر آئیں گی جو مادیت سے بالاتر ہیں

سوال: یہ مقام اور حالات ہمہ اوست وغیرہ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں اور عقیدۃً وہ اولیاء سے افضل ہیں۔

جواب: صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس مقام پست کے حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ان کو نبی کریم ﷺ کی ایک ہی توجہ میں وہ تقرب حاصل ہو جاتا تھا کہ اگر ولی لاکھ برس کی عمر پا کر ریاضت شدید کھینچے تو بھی صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قرب حق اور صفائی باطن اور قوت ایمان اور مرتبہ عالیہ کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ جب ولی کی صحبت ایک ساعت کی دوسروں کے صدہا سال کی طاعت وعبادات بے ریا سے بہتر ہے تو پھر سردار انبیاء علیہم السلام کے صحبت یافتہ کے قرب کا کیا مقام اور کیا کہنا، جن کے آدھ سیر جو، جو انہوں نے خدا کی راہ میں خرچ کئے، ہر ولی ہر امتی کے پہاڑِ احد کے برابر سونا چاندی راہ خدا میں خرچ کرنے سے بہتر ہے، صرف اسی حدیث سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلوص اور مرتبہ کا پتہ ملتا ہے، اگر اس مقام ہمہ اوست کو مقام انتہائے قرب اور عالی مان لیا جائے تو علاوہ ولایت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے مرتبہ کی بھی نفی ہو جاتی ہے کیونکہ جو مقرب زیادہ ہو گا اسی کا مرتبہ بھی زیادہ ہو گا۔ اگر کشف وکلام اولیاء صحیح اور معتبر مان لیا جائے تو کشف وکلام انبیاء علیہم السلام اور احکام الٰہی غیر صحیح ماننا پڑے گا اور اگر یہ صحیح ہیں تو کشف اولیاء ماننے کے قابل نہیں ہو سکتا۔ اور احکام وحی وہ مرتبہ رکھتے ہیں کہ جو سرور انبیاء ﷺ کے کلام سے یعنی حدیث سے بھی افضل و اعلیٰ اور قابل عمل ہیں تو پھر کلام اولیاء خلاف کلام خدا و خلاف کلام مصطفی ﷺ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ جو شرعاً اور طریقتاً اور عقائداً اور عقلاً بالکل بعید ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور انبیاء علیہم السلام سب کا مشرب یہ ہے کہ خدا قدیم ہے اور مخلوق حادث اور خالق الگ اور مخلوق الگ، خالق سے مخلوق کا اور قدیم سے حادث کا کوئی حلول واتحاد نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چوں قدم آمد حدث گردد عبث	پس کجا ماند قدیمی را حدث
جب قدیم آیا، تو حادث معدوم ہوا	لہٰذا حادث قدیم کو کیسے پا سکتا ہے

اور کفر کو برا اور اس کے مٹانے میں کوشاں رہے، اور اسلام کو اچھا اور اس کے بڑھانے میں ساعی رہے پس اولیاء کے حالات سن کر اور صحابہ اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے حالات میں فرق بین اور معاملہ ضدین ہے، اب دیکھنا صرف اس بات کا ہے کہ آیا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع ہر امر میں واجب ہے یا اولیاء پر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی، پس یہ بات کسی مسلمان پر مخفی نہیں ہے کہ اتباع انبیاء کی اولیاء پر اور ہر مخلوق پر فرض ہے، ثبوت میں اس کے نص قطعی وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (الحشر ۷) (اے مومنو! جو میرا رسول تمہارے پاس لائے اس کو لے لو اور جس بات سے منع کر دے اس سے باز رہو) اور وجہ اس کی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فعل اور ارشاد میں کوئی لغزش اور خرابی نہیں ہوتی اور اولیاء اللہ کو جو کشف اور الہام ہوتا ہے اس کے سمجھنے میں غلطی اور سہو اور دھوکہ شیطان کا ممکن ہے۔ یہ مسئلہ مسلمہ تمام علمائے طریقت اور علمائے شریعت ہے، پس جس قول و فعل کی صحت میں تامل ہو اس کو مان لینا اور جو قول و فعل انبیاء علیہم السلام کا ہر خرابی سے مبریٰ ہو اس کو نہ ماننا صریح اور فاش غلطی ہے اور نعوذباللہ اگر سب شے کو عین خدا سمجھ لیا جائے تو پھر کل شیئٍ ھالک اور يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (التوبۃ ۷۳) اور فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ (البقرۃ ۸۹) اور اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (البقرۃ ۱۹۴) وغیرہ آیات مبارکہ کا مضمون کیسے درست ہو سکتا ہے۔ یہ درست جب ہی ہو سکتا ہے کہ خالق الگ اور مخلوق الگ، نافرمان الگ اور فرمانبردار الگ، جہنمی الگ اور جنتی الگ ہوں اور کلام حق، حق ہے اور ہر تحقیق اس کے خلاف غلط، جب یہ بات سب جانتے ہیں کہ کسی اولیاء رحمۃ اللہ علیہم سے حالت سکر میں بھی کھانا، سونا وغیرہ صفات انسانی دور نہیں ہوئی تو پھر صفات بشری کو دور کر کے خدا کیسے بن سکتے ہیں۔

جب دنیا میں آنکھ ذات واجب الوجود کے دیکھنے سے مجبور ہے، تو بندۂ خاکی خدا میں مل جانے یا خدا بن جانے پر کیسے قادر ہو سکتا ہے، جب بندہ کو روح اور پھول کی خوشبو اور آنکھ کی روشنی اور ہوا اور آواز اور درد اور دوا کے اثر شفا و نقصان ہی نہیں دکھتے تو ان کے خالق کو کیسے دیکھ سکتا ہے؟ اور پھر دیکھنا تو کجا خود خدا میں مل جانا یا خدا ہو جانا کیونکر اور کیسے ہو سکتا ہے، اگر کسی نے کہا ہے تو بحالت سکر کہا ہے اور کلام اہل سکر قابل ماننے کے نہیں ہوتا۔

اسی واسطے امام الطریقہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر کہ دیدہ شد و شنیدہ شد و دانستہ شد آں ہمہ غیر است۔

اور ارشاد فرماتے ہیں:

کس راند ہدز تو نشانے	این ست نشان بے نشانے
کسی کو تیرا نشان نہیں دے سکتے	یہی ہے بے نشانی کی علامت

اور ارشاد فرماتے ہیں:

برتراز علم ست وبیروں از عیاں	ذاتش اندر ہستی خود بے نشاں
وہ علم سے بالا اور خیال سے باہر ہے	اس کی ذات اس کی ہستی میں بے نشان ہے
زو نشان جذبے نشانی کس نیافت	چارۂ جز جاں فشانی کس نیافت
اس کا سوائے بے نشانی کے کسی نے نشان نہ پایا	اور سوائے جاں فشانی اور حیرانی کے کوئی چارہ نہ دیکھا
گر عیاں جوئی نہاں آنگہ بود	ور نہاں جوئی عیان آنگہ بود
جب تو اس کو ظاہر تلاش کرے تو وہ پوشیدہ ہوگا	اور اگر پوشیدہ تلاش کرے تو اس وقت ظاہر ہو جائے گا
صد ہزاراں طور از جاں برتراست	ہر چہ خواہم گفت اوزاں برترست
لاکھوں طریقہ سے وہ جان سے بالاتر ہے	جو کچھ میں کہوں گا وہ اس سے کہیں زیادہ برتر و بالا ہے
عجز ازاں ہمراہ شد با معرفت	کو نہ در شرح آید و نہ در صفت
معرفت کے ساتھ اس سے عاجزی ملی ہوئی	ہے کہ جو نہ بیان کی جاسکے اور نہ اس کی تعریف ممکن ہے

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس درجہ اس مقام فنا و بقا میں ترقی نصیب ہوئی کہ بجائے نام محمد عبد الباقی کے باقی باللہ مشہور خلائق ہیں، مگر بعد میں جب ترقی ہوئی تو فرمایا کہ ''توحید کوچہ تنگ است شاہراہ دیگر است'' (مقام وحدۃ الوجود تنگ راستہ ہے، بڑا راستہ شاہراہ یعنی راستہ فرمودہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور ہے) اسی طرح شروع حال میں اولیاء متقدمین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے بعض نے توحید وجودی کے الفاظ بحالت سکر فرمائے ہیں بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مقام سے ترقی نصیب فرمائی ہے، چنانچہ حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے بحالت سکر اشعار توحید وجودی وغیرہ کا اظہار ہوا ہے۔

لیکن آخر میں یہ فرمایا:

نمی بینی کہ شاہ چوں پیمبر	نیافت او فقر کل تو رنج کم بر
کیا تو نہیں دیکھتا کہ شاہِ کونین، پیمبر ﷺ بھی	خدا نہ بنے تو تو کیوں غم کرتا ہے

اور فرماتے ہیں:

بے گناہ نگزشت برما ساعتے	با حضور دل نہ کردم طاعتے
بغیر گناہ کے میری ایک گھڑی بھی نہیں گزرتی	اور نہ کوئی عبادت حضوری کیساتھ مجھ سے ہو سکی

اطلاع: یہ حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے پیشتر ہوئے ہیں، ان کی تعریف میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انہوں نے سات بازار عشق کے طے کئے ہیں اور میں ایک ہی بازار میں ہوں۔

اور حضرت مونالا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اے بروں از وہم و قال و قیل من	خاک بر فرق من و تمثیل من
اے وہ ذات کہ جو وہم وچون وچرا سے باہر ہے	میرے سر اور میری مثال پر خاک پڑے
قرب بیچون ست عقلت را بہ تو	آں تعلق ہست بیچوں اے عمو
عقل کے ذریعہ سے ہی تجھ کو قرب حاصل ہے	اور وہ تعلق اور قرب بھی بیچونیت کے ساتھ ہے
اتصالے بے تکیف بے قیاس	ہست رب الناس را باجان ناس
جو اتصال کہ پروردگار کا انسان کے ساتھ ہے	وہ نہ قیاس میں آسکتا نہ عقل میں
زانکہ فصل و وصل نبود در رواں	غیر فصل و وصل نیندیشد گماں
چونکہ اسکا قرب فصل و وصل سے بالا ہے اسلئے خیال	خیال بھی اس تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ فصل و وصل ہی کے چکر میں رہتا ہے
مر صفاتش را چناں داں اے پسر	کز وے اندر وھم ناید جز اثر
اس کی تعریف بس اس قدر سمجھ لو کہ انسان کے	وہم وخیال میں سوائے اثر کے اور کچھ نہیں آسکتا
ظاہر ست آثار و نور و رحمتش	لیک کے داند جز او ماہیتش
اس کی رحمت کے انوار و آثار ظاہر ہیں	لیکن ان کی حقیقت سوائے اس کے کون جان سکتا ہے
ہیچ ماہیات اوصاف و کمال	کس نہ داند جز بہ آثار و مثال
اس کے وصف و کمال کی حقیقت کو	سوائے اثر اور مثال کے کوئی نہیں جان سکتا
صد ہزاراں وصف گر گوئی و بیش	جملہ وصف اوست او زیں جملہ بیش
چاہے کوئی لاکھ اس کی تعریف کرے لیکن	وہ ان تمام اوصاف اور تعریفوں سے بالاتر ہے
وانکہ ہر مدح نبود حق رود	بر صور اشخاص عاریت بود
جو تعریف کسی کی کی جائے وہ حقیقتاً	اس کی نہیں بلکہ اللہ ہی کی تعریف ہے
چوں نہایت نیست ایں را لاجرم	لاف کم باید زدن بر بند دم

چونکہ اس کی کوئی حد وانتہا نہیں ہے	اس لئے خاموشی بہتر ہے
ہر چہ اندیشی پذیرائے فناست	وانکہ در اندیشہ نایدآن خداست
تم جو کچھ خیال کرتے ہو وہ سب فانی ہے	اور خدا وہ ہے جو خیال وگمان سے بالاتر ہے
آں مگو چوں دراشارت نایدت	دم مزن چوں در عبارت نایدت
جو تیرے اشارہ وکنایہ	اور عبارت سے بالاتر ہے اس کے متعلق خاموش رہ
نے اشارت می پذیر دنہ عیاں	نہ کسے زو علم دارد نہ نشاں
نہ وہ قابل ارشاد ہے، نہ ظاہر ہے	اور نہ کسی کو اس کا علم اور پتہ ہے
ہر کسے نوع دگر در معرفت	می کند موصوف غیبے راصفت
ہر شخص نئی نئی طرح	اپنی حیثیت کے موافق اس کی تعریف کرتا ہے
فلسفی از نوع دیگر کرد شرح	واں دگر مر گفت اورا کرد جرح
فلسفی کسی اور طرح اس کی تعریف بیان کرتا ہے	کوئی دوسرا اس فلسفی کی تردید پر آمادہ ہے
واں دگر بر ھر دو طعنہ می زند	واں دگر از زرق جانے می کند
ایک تیسرا شخص ان دونوں پر اعتراض کرتا ہے	چوتھا اس کے بھی خلاف دلائل تیار کرتا ہے
ہاں وہاں گر حمد گوئی و سپاس	ہچو نافرجام آں چوپاں شناس
اگر کوئی خدا کی حمد اور اس کا شکر کرنا چاہے	تو وہ (حضرت موسیٰؑ کے دور کے) چرواہے سے بھی بدتر ہوگی
حمد تو نسبت بہ تو گر بہتر ست	لیک آں نسبت بہ حق ہم ابتر ست
تمہاری تعریف خواہ ہمارے نزدیک بہتر ہو	لیکن خدا کی شان کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی

جب موسیٰ علیہ السلام نبی اولوالعزم ایک پرتوصفات سے بے ہوش ہو کر گر پڑے اور **لن ترانی** کی آواز سنی تو ولی بے چارہ خاک پائے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اس جہاں میں خدا کو کیسے دیکھ سکتا ہے؟ جناب حضرت خاتم النبیین ﷺ شب معراج میں عرش معلی پر تشریف لے گئے اور خدائے پاک کو اپنی چشم مبارک ظاہر سے دیکھا اور قریب ہونے میں **قاب قوسین او ادنیٰ** کا مرتبہ پایا اور اچھی طرح دیکھنے میں **ما زاغ البصر وما طغیٰ** کا خلعت جناب باری تعالیٰ سے عطا ہوا۔ **فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ** کے رموز تاج خاص سے خدا نے مشرف فرمایا۔ یہ مراتب، یہ قرب، یہ رفعت، یہ عزت، یہ خلعت کسی کو مخلوق میں سے نہ ملی، مگر ایسے قرب کے وقت خاص میں بھی جناب باری تعالیٰ کے سامنے یہی عرض کیا **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان**

محمداًعبدہورسولہ (میں گواہی دیتاہوں کہ کوئی معبود سوائے خدا کے نہیں ہے اور یہ شہادت بھی دیتاہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندہ اور اس کے پیغمبر ہیں) اور ایسے وقت خاص میں کہ مخلوق الٰہی میں سے کسی کو یہ مرتبہ نصیب نہ ہوا اپنے کو اور امت گنہگار اور صالحین کو اور خدائے عز و جل کو الگ الگ جانتے رہے، اور فرق فرماتے رہے کہ جس جگہ ولی کی بھی نہیں پہنچ سکتی، بعض مقام قرب و تجلیات میں روح کا گزر بھی نہیں ہے اگر جائے تو جل جائے مگر سیر نظری روح کو ہوتی ہے، وہ بھی بوسیلہ اور تبعیت روح اقدس رسول پاک ﷺ سے جس کا حال آئندہ دوائر میں آئے گا اور مسئلہ ضمنیت صغریٰ و ضمنیت کبریٰ سے حال روشن ہو گا جس کی تشریح یہ ہے کہ خاص خاص قرب میں تجلیات الٰہی کو روح برداشت نہیں کر سکتی، تو اکمل اولیائے متقدمین کی روح کم درجہ کے اولیاء کی روح کو اپنی اپنی روح کے احاطہ میں لے کر سیر کراتے ہیں، اس کو ضمنیت صغریٰ کہتے ہیں اور بعض اعلیٰ مقامات قرب میں اکمل اولیاء کی روح کو نبی کریم ﷺ اپنے احاطہ روح اقدس میں لے کر سیر کراتے ہیں، اس کو ضمنیت کبریٰ کہتے ہیں تو ولی بے چارہ کو نہ وہ مقام نصیب، نہ وہ قرب حاصل تو پھر ان کا "انا الحق" کہنا خلاف احکام قرآنی و خلاف حدیث نبوی ﷺ، و خلاف ارشاد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کب درست ہو سکتا ہے۔ اگر ہو سکتا ہے تو اتنا کہ اثنائے سکر اور غلبہ محبت میں بحالت مدہوشی یا بے ہوشی ایسا فرمایا لیکن یہ ان کا بحال بے خبری کہنا ان کے واسطے نور ہے اور اوروں کے واسطے بلا حال کہنا نار ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ خاصانِ خدا کعبہ مقصود کے اندر اپنے کو پاتے ہیں اور دریائے معرفت میں غرق ہوتے ہیں، اس لئے وہ بمقابلہ اوروں کے مستثنیٰ ہیں، جیسے کہ حاجی وقت داخلۂ بیت اللہ سمت کعبہ کے احکام سے مستثنیٰ ہیں پھر ان کی نقل غیر کو کیونکر درست ہو سکتی ہے۔

چنانچہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دردرون کعبہ رسم قبلہ نیست	چہ غم ار غواص راپاچیلہ نیست
کعبہ کے اندر قبلے کی کوئی خاص سمت نہیں ہے	جس طرح غوطہ خور کو چاٹو کی ضرورت نہیں ہے
خوں شہیداں راازآب اولیٰ تراست	زیں گناہ از صد ثواب اولیٰ تراست
شہیدوں کا خون پانی سے زیادہ پاک ہے	اسی وجہ سے یہ گناہ ہزاروں نیکیوں سے افضل ہے

بس ان بندگانِ خاص اہل حال کے واسطے اتنا کہنا کافی ہے السکاریٰ معذورون (سکر والے معذور ہیں) ان کا حال ان کے لئے نور ہے اور ان کے حال کی اتباع اہل قال کے واسطے نار ہے، **فاعتبروا یااولی الابصار۔**

اطلاع ضروری: مقام فنا وبقا سے مراد اور مقصد صرف خلوص اور یقین کامل، یعنی ایمان حقیقی حاصل کرنا ہے اور اگر کوئی یہ خیال کرے کہ مقام فنا وبقا کے حاصل ہونے پر بشر عین خدا ہو جاتا ہے یا خدا میں یہ شخص مل جاتا ہے ایسا خیال الحاد اور زندقہ ہے، نعوذ باللہ۔

چنانچہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدودِ شریعت کے اندر رہ، اگر شریعت سے باہر قدم رکھا تو گمراہ ہوا اور پھر ہوا، اور ضرور ہوا:

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان	گر ما نرسیدیم تو شاید برسی
ہم نے تجھے مقصود کے خزانہ کا پتہ اور نشان بتادیا	اگر ہم نہ پہنچے تو شاید تو پہنچ جائے

دائرہ ولایت کبریٰ

جب طالب ولایت صغریٰ کو کہ جو بمقام ظلال اسماء وصفات الٰہی ہے، اور یہ مقام ولایت اولیاء ہے، طے کر چکتا ہے تو اس کو عروج ہوتا ہے کہ جو اصل ہے، ظل کے یعنی اسماء وصفات میں اور یہ ولایت کبریٰ ولایت ہے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی اور مبدء یعنی نکاس اور اصل انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وملائکہ کہ اسماء وصفات الٰہی سے ہے اور اسماء وصفات الٰہی جمیع نقصانات سے پاک ہیں، اسی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور ملائکہ کرام معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو اس مقام میں ایسا قرب حاصل ہے جیسے مرکز اور اولیاء کو بطفیل انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور ان کی متابعت کی وجہ سے مثل دائرہ کے، اسی واسطے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو معصوم اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو محفوظ کہتے ہیں۔ اس مقام میں علم شریعت ہے اور ذوق وشوق آہ نعرہ سب جاتا رہتا ہے یہاں نیستی گزشتگی حاصل ہوتی ہے یہاں سالک اپنے کو خوب جان لیتا ہے کہ تیری اصل شر وفساد ہے اور جو کچھ خیر ہے وہ من جانب اللہ ہے۔

ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ و ما اصابک من سیئۃٍ فمن نفسک۔

جو اچھائی تمہیں پہنچے وہ اللہ کی جانب سے ہے اور جو برائی تمہیں پہنچے وہ تمہاری طرف سے۔

چشم علم ظاہری و چشم علم لدنی سے دیکھ لیتا ہے اور اس دل کی پرورش بعض وقت خود رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس طالب کی استعداد ضعیف ہوتی ہے تو وہ اکثر حضور ﷺ کی پرورش اور التفات بحالت خواب دیکھتا ہے، اور جس کی قوتِ ولایت بدرجہ اوسط ہوتی ہے، وہ جناب ﷺ کو دل کی آنکھوں سے بحالت مراقبہ دیکھتا ہے اور جس طالب کی ولایت قوی ہوتی ہے وہ حضور پر نور ﷺ کو چشم ظاہر سے دیکھتا ہے اور پرورش آپ ﷺ کی ذات مبارکہ سے اور التفات اور انعام اپنے پر پاتا ہے، بعض خاصان خدا پر حضورانور ﷺ کی اس قدر عنایت ہوتی ہے اور اتصال روحانی ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپ ﷺ اس ولی کی

شکل بن جاتے ہیں اور کبھی ولی آپ ﷺ کی شکل بن جاتا ہے اور کبھی دونوں ہمشکل بن جاتے ہیں۔ اس اتصال کو اصطلاح صوفیاء میں اتصالِ روحانی کہتے ہیں اور اس کو فنافی الرسول بھی کہتے ہیں۔ فنافی الرسول کی کئی اقسام ہیں آپ کی محبت میں فنا ہونا، آپ کی اتباع میں فنا ہونا، وغیر ہما، لیکن یہ اتصال روحانی ہمشکل ہو جانا سب سے اعلیٰ اور قوی تر ہے، لیکن کمال اتصال روحانی اور بدرجہ اتم آپ کے علوم ورموز باطنی سے جب کوئی مشرف ہوتا ہے کہ دائرہ حقیقت محمدی ﷺ میں اس کو پورا عروج میسر ہو اور اس ولایت کبریٰ کا تعلق اسم **ہو الظاهر** سے ہے۔

دادیم ترا از گنج مقصود نشاں	**گر مانہ رسیدیم تو شاید برسی**
ہم نے تجھے مقصود کے خزانہ کا پتہ بتا دیا	اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے

ولایت علیا

ولایت علیا فرشتوں کی ولایت ہے اور تعلق اس کا اسم **ہو الباطن** سے ہے اور یہ ولایت علیا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ولایت سے اعلیٰ ہے، چونکہ ولایت کبریٰ کا تعلق اسم **ہو الظاهر** سے ہے، اسی واسطے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام خلق پر ظاہر اور ملائکہ کا تعلق اسم **ہو الباطن** سے ہے، بایں وجہ وہ پوشیدہ رہے اور ترقی ملائکہ اسماء وصفات و شیونات ذات تک ہے چونکہ تعلق اسم **ہو الباطن** کا ذات غیب الغیب سے زیادہ مناسبت اور قرب رکھتا ہے، بمقابلہ اسم **ہو الظاهر** کے، اسی واسطے فرشتوں کی ولایت انبیاء کی ولایت سے اعلیٰ ہے۔

سوال: انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بمقابلہ ملائکہ کرام افضل ہیں تو ولایت بھی ان کی افضل ہونی چاہئے اور یہاں معاملہ بر عکس ہے کیونکہ خصوصاً حضور رسول خدا ﷺ کا ہر قرب تمام خلق سے زیادہ مانا گیا ہے۔

جواب: تحقیقات و حالات و مقامات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض یا شبہ کرنا (کہ جس کی تصدیق ہزاروں بڑے بڑے علماء اور صلحاء فرما چکے ہیں اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اسی طرح ان حضرات پر ظاہر ہوا ہے اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودہ میں سر مو فرق نہ ہوا) ذرا فہمید سے دور ہے، مگر چونکہ سوال کیا گیا ہے اس لئے یہ جواب لکھا جاتا ہے۔ ولایت کمالات نبوت کا جز ہے۔ جز کی خوبی اور بھلائی عین کل کی خوبی اور بھلائی ہے، جملہ قرب حق اور جملہ خوبیاں تمام خلق کی یہ سب خوبی ہے رسول پاک ﷺ کی۔ لیکن بعض مخلوق میں سے بعض قوم اور بعض افراد کو بعض بعض معاملات میں خصوصیت ہے جیسے ملائکہ پوشیدہ رہتے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ظاہر، یا جیسے حضرت خضر علیہ السلام اسرار الٰہی سے واقف ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام واقف نہ ہوئے یا جیسے ترقی اسلام اور فتوحات امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی ویسی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہ ہوئی لیکن ان جزئی خصوصیات سے نہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہو سکتے ہیں اور نہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ سے بہتر اور افضل ہو سکتے ہیں۔ یہ فرق بشریت اور ملکیت کا ہے۔ فرشتوں کی ولایت کی ترقی انوار اسماء وصفات الٰہی اور شیونات ذات تک محدود ہے اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ترقی کمالات نبوت میں ہے۔ جہاں تجلی ذات بے پردۂ صفات ہے اس جگہ ملائکہ کا گزر نہیں اور یہ ترقی ملائکہ کو صدقہ ہے حضرت رسول اللہ ﷺ کا اور یہ خصوصیت بشریت اور ملکیت کی یوں خوب سمجھ میں آجائے گی کہ جو کلام خدا یعنی وحی بتوسط فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئی، وہ افضل ہے حدیث قدسی سے کہ جو کلام اللہ تعالیٰ نے خود حضور ﷺ سے بلا توسط فرشتہ کے فرمایا، عقل معاش چاہتی ہے کہ حدیث قدسی افضل ہونی چاہیئے وحی سے، کیونکہ خدا نے سب سے بہتر ذات صاحب لولاک سے خود کلام فرمایا تو پھر کم درجہ والے کی معرفت جو ارشاد فرمایا وہ کیونکر افضل ہو سکتا ہے لیکن بھید اس کا یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں مگر بوجہ بشریت بھول ممکن ہے، جیسے سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت خضر علیہ السلام کے حالات میں ارشاد ہے وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ (الکھف ۶۳) (اور نہیں بھلایا مجھ سے اس کو مگر شیطان نے) اور فرشتے علاوہ معصوم ہونے کے بھول سے بھی پاک ہیں، اسی واسطے وحی حدیث قدسی سے افضل ہے، اس فضل جزئی سے فرشتے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے نہ افضل ہو سکتے ہیں اور نہ ان کی ولایت افضل ہو سکتی ہے یا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانِ چہارم پر زندہ اٹھا لئے گئے اور حضور انور ﷺ نے تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور قبر شریف زمین پر مدینہ منورہ میں بنی۔

تنبیہ: حضور انور ﷺ نے وفات پائی مگر صرف نقل مکانی کی ہے۔ آپ ﷺ حیات النبی ہیں جیسے کہ دنیائے ظاہر میں زندہ تھے، ویسے ہی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ آپ ﷺ تو کیا آپ کے غلامان غلام بندہ خاص حسب مراتب حسب حیثیت قبروں میں زندہ ہیں، جب شہداء فی سبیل اللہ کے واسطے ارشادِ ربّ العباد سے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءُ (آل عمران ۱۶۹) (جو اللہ کے راستہ میں شہید ہوئے ہیں ان کو تم مردہ خیال مت کرو بلکہ وہ زندہ ہیں، الی آخرہ) اور اللہ تعالیٰ نے مرتبہ کا تفاوت خود ہی قرآن مجید میں فرما دیا ہے من النبیین و الصدیقین و الشھداء و الصالحین جب شہداء کو موت نہیں اور وہ زندہ ہیں تو صدیقین جو مرتبہ میں شہداء سے بہتر ہیں (یعنی اولیاء) تو انہیں بالاولی زندہ ہونا چاہیئے اور جب شہداء اور اولیاء غلامانِ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو زندگی میسر ہے تو سردار انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو حیات النبی کہنا بالکل درست اور ہر طرح ٹھیک ہے اور جب آپ ﷺ حیات النبی ہیں تو آپ کے غلام اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بموجب اس حدیث شریف کے العلماء ورثۃ الانبیاء کو بھی حضور ﷺ کی صفت حیات میں سے حصہ ملنا چاہیئے، اگر کسی صفت میں حصہ نہ

ملے تو وارث کہنا لازم نہ آئے گا، اس جزئی خوبی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت خاتم النبیین ﷺ پر فضیلت نہیں پاسکتے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام مستقل طور پر سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف رکھتے تھے، مگر اس جزئی فضیلت سے حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ سے افضل نہیں ہوسکتے، ترقی شب معراج میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہیں بالاتر مقام پر پائی اور حدیث قدسی **لی مع اللہ الخ** میں ترقی درجات اور قرب مولیٰ کا حال تو بالکل صاف ہوگیا کہ کوئی نبی مرسل یا فرشتہ مقرب حضور انور ﷺ کے مرتبہ اور قرب میں شرکت نہیں رکھتا۔ پس نبی ﷺ اور خاص فرشتے بعض جزئی فضیلت سے حضور ﷺ کے فضل کلی پر سبقت نہیں پاسکتے یہی تفاوت ولایت کبریٰ وولایت علیا اور کمالات نبوت کا ہے کہ ولایت میں فضل جزئی ہے اور کمالات نبوت میں فضل کلی نصیب ہے، غرضیکہ جملہ قرب حق اور جملہ صفات حمیدہ تمام خلق کی پرتو ہے ذاتِ صاحب لولاک ﷺ کا، اور اظہار اس کا مختلف صورتوں اور مختلف اقوام اور مختلف افراد میں، وقتاً فوقتاً مجملاً اور مفصلاً ہوتا رہا اور ان شاء اللہ ہوتا رہے گا جیسے کہ فرمایا حضور ﷺ نے کہ مجھ کو ملک شام اور ملک کسریٰ کے فتح کی کنجیاں عنایت ہوئی ہیں مگر حضور ﷺ کے زمانہ میں یہ ملک فتح نہ ہوئے بلکہ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں فتح ہوئے لیکن یہ فتح خلفاء عین فتح خاتم النبیین ﷺ ہے یا جیسے تخم درخت کہ درخت کے شاخوں کی بلندی، پتوں کی سبزی، پھولوں کی خوشبو، پھل کا ذائقہ یہ سب تعریف تخم درخت کی ہے۔ شاخیں پتے پھول پھل اپنے جزئی فضل سے درخت کی فضل کلی پر سبقت نہیں لے جاسکتے یا جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بعض تعریفیں اور خصوصیتیں حضور ﷺ نے ایسی فرمائی ہیں کہ وہ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم میں نہیں پائی جاتیں لیکن ان جزئی خصوصیات اور فضائل کلی حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر لازم نہیں آتا، یا جیسے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو میری مٹی سے پیدا ہوا ہے اور اس کو اصطلاح صوفیاء میں اصالت کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ اصالت موجب فضیلت ہے مگر اس جزئی خوبی سے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اور حضرات امام حسن و امام حسین رضوان اللہ علیہم سے بہتر نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح ہر نبی مرسل فضائل اور خصوصیات جزئی رکھتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، حضرت داؤد خلیفۃ اللہ علیہ السلام، حضرت ایوب صابر و نعم العبد علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام، وغیرہم علیہم الصلوۃ والسلام اور ہمارے رسول پاک صاحب لولاک علیہ التحیۃ والبرکات ﷺ فضائل اور خصوصیات کلی سے ممتاز ہیں اور جزو اور کل میں ایسا فرق ہوتا ہے جیسے شے اور سایہ شے میں، اسی طرح حضور ﷺ کا مرتبہ قرب اور رفعت اور خلت اور خلافت اور صداقت اور صبر اور

حلم اور علم اور عفو اور شجاعت اور سخاوت اور شفاعت اور رحمت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ سب فرشتے اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور تمام خلق آپ ﷺ ہی کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔

حسنِ یوسف علیہ السلام دمِ عیسیٰ علیہ السلام یدِ بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قدم غالب ہے ولایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قدم غالب ہے کمالات نبوت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے، چونکہ ولایت جزو نبوت ہے۔ اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں یا جیسے شب کو ماہتاب روشن رہتا ہے اور آفتاب پوشیدہ ہو جاتا ہے، یہ جزئی فضیلت ماہتاب کو آفتاب پر ضرور ہے لیکن روشنی ماہتاب میں خود بخود نہیں بلکہ قیام روشنی ماہتاب آفتاب سے ہے لہٰذا صفت جزئی مہتاب صفت کلی آفتاب پر سبقت نہیں پاسکتی، اسی طرح قرب ولایت صغریٰ، کبریٰ، علیا جزئی فضیلت سے کمالات نبوت کے فضل کلی پر سبقت نہیں پاسکتیں، جس سالک کی ولایت علیا قوی ہوتی ہے اور اس کو کشف دیا جاتا ہے اس پر فرشتے ظاہر ہوتے ہیں اور بہت سی راز کی باتیں اس پر کھلتی ہیں اور بوجہ مناسبت ملائکہ اس سے گناہ بہت کم ہوتے ہیں چنانچہ حضرت مرزا جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلیفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اے قاضی صاحب تم کیا عمل کرتے ہو کہ جب تم ہمارے پاس آتے ہو تو فرشتے تمہاری تعظیم کے لئے اٹھتے ہیں اور تمہارے بیٹھنے کے لئے جگہ خالی کرتے ہیں، اس ولایت کے متعلق جو مقامات انتہائی بیان کئے جائیں گے ان کی تحقیقات مفصل کوئی دیکھنا چاہے تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف دیکھے اور اس ولایت علیا میں تین عناصر آگ، پانی اور ہوا کے لطائف سے ترقی ہوتی ہے۔

دائرہ کمالات نبوت

طالب جب ولایت علیاء کے فیضان و انوار سے مشرف ہو جاتا ہے اور طلب اس کی اعلیٰ ہوتی ہے تو اس کو مقام کمالات نبوت سے اللہ تعالیٰ مشرف فرماتا ہے۔ اس مقام کا ولی ایسی ذات اکمل ہوتی ہے اور ان کمالات سے مشرف ہوتا ہے کہ اولیائے ولایت صغریٰ و کبریٰ و علیاء اس کے کمالات کا احاطہ اور پورے طور پر ادراک نہیں کر سکتے اور یہ بندہ خاص العلماء ورثۃ الانبیاء کا پورا پورا مصداق ہوتا ہے، اور علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی شکل مجسم ہوتا ہے، اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو ایسی ذات اکمل نبی ہوتا۔ اس مقام کمالات نبوت میں ظہور تجلی ذات بلا پردہ صفات ہوتا ہے اور ترقی اس جگہ لطیفہ عنصر خاک سے ہوتی ہے اور

انعام واکرام الٰہی اسی لطیفہ خاک پر ہوتا ہے اور تمام لطائف عالم خلق وعالم امر اس کے تابع ہوتے ہیں اور چونکہ یہ عنصر خاک مخصوص بہ بشر ہے اسی واسطے خاص بشر خاص ملائکہ سے اور عام بشر عام ملائکہ سے افضل ہوتے ہیں۔

سوال: بشر تو کفار بھی ہیں، تو پھر یہ عام فرشتوں سے افضل کیسے ہوسکتے ہیں؟

جواب: اس جگہ بشر سے مراد مؤمن ہے، فرشتوں کے واسطے ایک مقام مخصوص ہے نہ ترقی ہے نہ تنزل اور بشر کی ترقی غیر محدود ہے، بشر حامل اور فیضیاب جمیع انوار اسماء وصفات الٰہی کا ہے، فرشتے اس سے محروم ہیں، جیسے جب آدمی بھوکا ہوتا ہے تو شان رزاقی اور سخی حقیقی کے دروازہ کو ڈھونڈتا ہے اور جب بیمار ہوتا ہے تو فیضان یا شافی یا سلام کا انتظار کرتا ہے اور جب گناہ ہوجاتا ہے تو صفت رحیم وکریم ستار وغفار کی طرف جھانکتا ہے اور جب نادار ہوتا ہے تو غنی مطلق کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور جب کوئی زبردست دشمن ستاتا ہے تو بادشاہِ حقیقی کی اعانت طلب کرتا ہے اور کفار کے واسطے شان قہار وجبار اور مؤمنین اور ضعیفوں کے واسطے شان رؤف ورحیم کی صفت سے متصف ہوتا ہے اور جب اپنی تحقیق وادراک میں عاجز اور متحیر ہوتا ہے تو عرض کرتا ہے رب زدنی علما اور جب تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر صبر اور نعمت پر شکر کرتا ہے لہٰذا بموجب ارشاد ادعونی استجب لکم وہ جو مانگتا ہے اور جو چاہتا ہے خداوند تعالیٰ سب کچھ اس کو عنایت فرماتا ہے اور اپنے دروازہ سے محروم نہیں پھیرتا، اسی وجہ سے فرشتوں سے بشر سبقت لے گیا ہے اور ان فیضان وانعامات سے فرشتے محروم ہیں اور انہی وجوہات سے انی جاعل فی الارض خلیفۃ کا لقب اس کو عنایت ہوا ہے اور بار امانت کے اٹھانے میں بھی یہ سب سے پیش قدم رہا ہے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ ظہور ہر شے کا ضد کے ساتھ ہوتا ہے چونکہ اصل انسان میں مٹی ہے اور مٹی کو پستی ہے اور مٹی میں اندھیرا ہے، اندھیرے کے مقابلہ میں انوار الٰہی اور پستی کے مقابلہ میں بلندی ورفعت لازمی ہے یہی وجہ ہے کہ خاتم النبیین ﷺ عرش معلی پر پہنچے اور کوئی مخلوق ناری یعنی جنات اور کوئی مخلوق نوری یعنی فرشتے اس رفعت اور بلندی اور ترقی پر نہ پہنچے اور قدرت حق نے ثابت کر دکھایا کہ **فلا تزکوا انفسکم بل اللہ یزکی من یشاء واللہ علی کل شیئٍ قدیر۔** (پس تم اپنے نفس کا تزکیہ نہیں کرتے، بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کے نفس کو صاف کردیتا ہے اور اللہ ہر بات پر قادر ہے) کو مخلوق پر ظاہر وثابت کردیا اور سبحٰن الّذی اسریٰ سے شروع کرکے **ما زاغ البصر وما طغیٰ وقاب قوسین او ادنی** پر ختم کردیا، اس مقام میں ذوق وشوق اور بے تابی وغیرہ کچھ نہیں ہوتی صرف برو یقین اور رضاء وتسلیم اور اتباع سنت خاتم النبیین ﷺ ہوتی ہے اور عاجزی اور نیستی اور دید قصور زیادہ ہوتا ہے، اور ہر ایک عبادت کو رب کے لائق نہیں جانتا اور بموجب حدیث شریف **ماعبدناک حق عبادتک وماعرفناک حق معرفتک ولا احصی ثنائک۔** (ہم نے جو تیری عبادت کا حق تھا ویسا ادا نہیں کیا اور ہم نے جو تیری معرفت کا حق تھا ویسا ادا نہیں کیا اور میں تیری حمد وثنا کا احاطہ نہیں کرسکتا)۔ اور خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد **سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون۔** (اور پاک ہے اور برتر ہے ان

سب اوصاف سے کہ جن سے لوگ اس کو متصف کرتے ہیں) اس کے پیش نظر ہوتا ہے اور جیسے عام لوگ جناب باری تعالیٰ میں گناہ کرنے سے نادم ہوتے ہیں، یہ بندۂ خاص عبادت کر کے عبادت کو ناقص جان کر نادم ہوتا ہے، جیسے سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عاصیاں از گناہ توبہ کنند	عارفاں از عبادت استغفار
گناہگار تو اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے	عارف اپنی عبادت پر بھی استغفار پڑھتا ہے

اور حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بے گنہ نگزشت برما ساعتے	باحضور دل نہ کردم طاعتے
ایک لمحہ بھی بغیر گناہ ہم پر نہیں گزرتا	اور ہم نے حضور دل سے کوئی عبادت نہیں کی

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کاش عبد اللہ کا ایک سجدہ ہی قبول ہو جائے اور یہ خیال عارف کا بالکل یوں درست ہے کہ سب مخلوق میں بشر افضل ہے اور سب عبادتوں میں نماز افضل ہے اور نماز کے تمام ارکان میں سجدہ افضل ہے اور خلق میں نبی کریم ﷺ افضل ہیں تو ہر نماز کے ہر سجدہ میں آپ کی جیسی ذات سر مبارک زمین پر رکھ کر اور اللہ تعالیٰ کی حمد سبحان ربی الاعلیٰ عرض کر کے سر مبارک کو سجدہ سے اٹھا کر جب یہ عرض کریں اللہ اکبر یعنی جو کچھ حمد و ثنا تیری میں نے مٹی پر اپنا سر رکھ کر کی تو اس سے بھی بڑا ہے تو ولی بے چارہ کیا حق حمد و ثنا کا ادا کر سکتا ہے، اسی واسطے عارف ہر عبادت سے استغفار کرتا ہے، حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہاں وہاں گر حمد گوئی و سپاس	ہمچو نافرجام آن چوپاں شناس
انسان جو خدا کی تعریف کرے ایسی ہے کہ	گدڑیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بے سمجھی سی کی تھی
حمد تو نسبت بہ تو گر بہتر ست	لیکن آں نسبت بحق ہم ابتر است
حمد خدا تیری تیرے لئے اچھی ہے	لیکن خدا کے لائق ہر گز نہیں ہے

سوال: ولی کو بے چارہ کیوں کہا جاتا ہے حالانکہ ان سے بڑے بڑے کمال ظاہر ہوتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور رسول پاک ﷺ کی ذات نامتناہی کے مقابلہ میں کہا گیا ہے، اسی واسطے حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عریضہ کے جواب میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا: ''یقین تر کامل تر'' (جس قدر یقین قوی ہے اسی قدر ولایت قوی ہے)۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ''میرا یقین ایسا ہے کہ اگر میں

جنت و دوزخ دیکھ لوں تو ان کے دیکھنے کے بعد میر الیقین جو موجود ہے اس سے زیادہ نہ بڑھے“ اور اس مقام میں سوائے جہل اور حیرت کے کچھ محسوس یا دید یا ادراک حاصل نہیں ہوتا، چنانچہ قرب نہایت کے ادراک میں امیر المؤمنین افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **العجز عن درک الادراک ادراک** (ادراک کے درک یعنی معلوم یا محسوس ہونے سے عاجز رہنا یہی ادراک ہے) اور جو اذکار صوفیاء میں جاری ہیں اس مقام میں کچھ سود مند نہیں ہوتے، یہاں ذریعہ ترقی تلاوت قرآن مجید باترتیب و ادائے نماز و آداب اور واذکار کہ جو حدیث شریف سے ثابت ہوں اور اتباع حبیب خدا ﷺ فائدہ مند ہے اس مقام کمالات نبوت میں بھید و قاب قوسین او ادنی و ثمّ دنیٰ فتدلیٰ فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحی کا منکشف ہوتا ہے۔

دائرہ کمالات رسالت

کمالات رسالت کمالات نبوت سے افضل ہیں، جیسے نبی اور مرسل میں فرق مراتب ہے، اسی طرح قرب حق میں بھی فرق ہے۔ فیضان ذات محبت سے بے پردہ صفات یہ بندہ خاص مشرف ہوتا ہے اور فیضان لطائف عشرہ کی مجموعی قوت پر وارد ہوتا ہے، ترقی اس مقام میں کثرت تلاوت قرآن مجید و نماز باطول قرات اور اتباع سنت سے ہوتی ہے۔

دائرہ کمالات اولوالعزم

مقام کمالات اولوالعزم، کمالات رسالت سے قوی تر اور ذات بحت سے اقرب ہے جیسے تمام مخلوق میں کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بہترین مخلوق ہیں اور اس تعداد انبیاء سے تین سو تیرہ مرسلین بہتر اور افضل ہیں اور ان میں سے پانچ نبی اولوالعزم حضرت آدم علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفی ﷺ جناب باری میں زیادہ مقرب ہیں اور اسی حیثیت سے فیضان و انوار الٰہی و انعام و اکرام و اسرار و رموز یزدانی سے مشرف ہیں، انبیاء پر کتاب آسمانی نازل نہیں ہوتی، نبی مرسل کی اتباع کیا کرتے ہیں اور مرسلین پر صحیفہ آسمانی اترتے ہیں اور پیغمبران اولوالعزم کو نیا دین اور نئی کتاب عنایت فرمائی جاتی ہے اور وہ کتاب آسمانی کتابہائے سابقہ اور دین ہائے سابقہ کی ناسخ ہوتی ہے، اسی طرح ہمارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ پیغمبران اولوالعزم سے بھی اولوالعزم ہیں اور قرآن پاک ناسخ کتب ہائے آسمانی سابقہ ہے اور دین ان کا ناسخ ادیان ہے، صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔ اسی واسطے حضور انور ﷺ حدیث شریف میں فرماتے ہیں **لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل** (مجھے اللہ تعالیٰ کے پاس ایک ایسا وقت حاصل ہے کہ جس میں نہ تو فرشتہ مقرب میری برابری کر سکتا ہے اور نہ نبی مرسل۔

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب قرآن پاک کے واسطے خوب فرمایا ہے کہ جو کتاب آخری پیغمبر ﷺ پر نازل ہوئی:

توریت کہ بر موسیٰ علیہ السلام وانجیل بر عیسیٰؑ — شد محو بیک نقطہ فرقان محمد ﷺ

توریت جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر — وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے قرآن کے ایک نقطہ سے محو ہو گئی

ان مقامات کمالات نبوت، کمالات رسالت اور کمالات اولوالعزم کے دوائر و حالات تبرکاً اور اتباعاً لکھ دیئے گئے ہیں ورنہ بڑے بڑے عقلاء اور عرفاء ان کی تحقیق اور فہمید سے عاجز ہیں، کتنا ہی بڑا متقی اور عابد و زاہد ہو اور اپنی دانست میں وہ عمل بے ریا کرتا ہو لیکن بلا حصول مقامات فنا اور بقا اس کے ہر فعل میں ریا مشترک ہوتی ہے اور صورت اتقاء ولایت صغریٰ میں اور حقیقت اتقاء ولایت کبریٰ میں اور کمال اتقاء کمالات نبوت میں حاصل ہوتی ہے قبل فنا و بقا جو افعال نیک ہیں ان میں ریا زاہد عابد کو نظر نہیں آتی یہ اس کے علم کی کمی ہے جیسے کہ ہر مکان میں ہر وقت ذرات اڑتے رہتے ہیں لیکن وہ دکھتے نہیں اور جس وقت اس مکان میں کسی سوراخ یا دریچے کے ذریعہ شعاع آفتاب پڑتی ہے تو اس نور آفتاب میں ذرات بالکل صاف نظر آتے ہیں اسی طرح قبل حصول ولایت اعمال میں ریا نہیں دکھتی، اور جب خانہ دل میں شعاع انوار الٰہی پڑتی ہے تو اعمال میں ریا اور ہر فعل خیر و شر کی صاحب ولایت کو تمیز ہوتی ہے جیسے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے **اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ** (ڈرو مؤمن کی فراست سے اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے)۔

آگاہی: کمالات اولوالعزم کے بعد راستہ قرب حق کا دو طرف جاتا ہے، ایک راستہ حقائق انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی طرف اور دوسرا حقائق اللہ تعالیٰ کی طرف، ان کمالات مذکورہ بالا اور حقائق اللہ و حقائق انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی تصدیق ہزارہا علماء اور صلحاء حضرات مجددیہ رحمۃ اللہ علیہم نے تواتر کے ساتھ کی ہے اور جو لوگ ان کمالات سے مشرف نہیں ہوئے ہیں اور وہ لوگ حق پسند ہیں اور آیت شریف **فضلنا بعضھم علی بعض** ان کے پیش نظر ہے وہ ساکت ہیں اور یقین کرتے ہیں اور بعض نافہموں نے حضرت امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام معرفت پر اعتراض کیا ہے لیکن اس کا جواب حضرات مجددیہ رحمۃ اللہ علیہم نے کافی دے دیا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصیت نامہ میں فرمایا ہے کہ اگر کسی کو تحقیق ولایت دیکھنا ہے تو حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم کے رسائل و کتب دیکھے کہ ان حضرات نے ولایت کی خوب تشریح فرمائی ہے۔

اطلاع: ایک ولایت بفتح الواؤ ہے اور ایک بکسر الواؤ یعنی وَلایت اور وِلایت۔ وَلایت کا تعلق انوار اسماء وصفات سے ہے اور وِلایت کا تعلق زیادہ تر انکشاف حالات سے ہے۔ صاحب وَلایت مرتبہ میں صاحب وِلایت سے بدرجہا افضل ہے۔

دائرہ حقیقت کعبہ

اس مقام میں سالک پر حقیقت کعبہ ربانی کے اسرار اور شان کبریائی کا اظہار ہوتا ہے جب حقیقت کعبہ ربانی میں سالک کو کامل ترقی ہوتی ہے تو تمام مخلوق کی عبادات و سجود اپنی طرف دیکھتا ہے، وہ عبادات و سجود مخلوقات حقیقتاً تجلی ذات کی طرف ہوتی ہیں لیکن سالک چونکہ اس حقیقت سے قریب ہوتا ہے اور اپنے کو اس حالت میں محو پاتا ہے تو بحالت محویت اس کو معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی بادشاہ کے پاس کوئی نقیب چوبدار کھڑا ہو اور جو روسا اور رعایا حاضر دربار شاہی ہوں تو ان کا آداب و سلام حقیقتاً بادشاہ کو ہوتا ہے۔ نقیب و چوبدار کو نہیں ہوتا مگر بوجہ قرب شاہ اور سمت ہونے کے سلامیوں کا رخ اسی طرف ہوتا ہے۔ یا جیسے دو آدمی ایک آگے اور ایک پیچھے جاتے ہیں اور ان کے سامنے سے جو شخص آتا ہے وہ سلام سامنے سے آنے والوں میں سے پچھلے والے کو کرتا ہے لیکن آگے والا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ یہ شخص مجھ کو سلام کر رہا ہے حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے اسی طرح اس مقام کا سالک مخلوق کی عبادات اور سجدہ کو اپنی طرف دیکھتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ حقیقتاً سجدہ وعبادات اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتے ہیں نہ کہ اس سالک کے لئے لیکن علم کی غلطی سے وہ اپنی طرف سمجھتا ہے۔

دائرہ حقیقت قرآن

بندہ خاص جب اس مقام حقیقت قرآن سے مشرف ہوتا ہے اور کلام مجید اور اس کے انوار و اسرار و برکات سے متمتع ہوتا ہے تو ہر ہر حرف قرآن پاک کو دریائے ذخار وبے کنار پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندۂ خاص سے بھی کلام فرماتا ہے کہ جس کلام کی حقیقت اور ماہیت اور فیضان کو وہی جانتا ہے، دوسرا اس سے واقف نہیں ہوتا، چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ایسا کلام فرمایا کہ اس کو نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آنکھ نے دیکھا۔ اور حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو مرتبہ میں نے خدا کا کلام سنا ہے لیکن اس میں نہ حرف ہے نہ صوت (آواز)۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عارف اکمل سے اللہ تعالیٰ ایسا کلام فرماتا ہے کہ وہ کلام پھر دوسروں سے نہیں فرماتا اس شرح سے یہ بات صاف ہوگئی ورنہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور دیگر عرفاء کے مرتبہ کی تنقیص واقع ہوتی تھی اور جو حالت خاتم النبیین ﷺ پر ثقالت کی بروقت نزول وحی معلوم ہوتی تھی اس کا نمونہ بھی عکسی طور پر اس بندہ خاص پر گزرتا ہے اور سینہ اس بندۂ خاص کا کلام ربانی کی فہمید کے واسطے نہایت وسیع ہوجاتا ہے اور اسرار حروف مقطعات الم وطہ ویس وغیرہ سے اپنی

لیاقت کے موافق واقف ہوتا ہے، اور سورہ الم نشرح وسورہ اقرا کے فیضان سے مشرف ہوتا ہے: ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تانہ چشی (خدا کی قسم تو اس شراب کے مزہ سے اس وقت تک واقف نہیں ہو سکتا جب تک کہ نہ چکھے)۔

دائرہ حقیقت صلوٰۃ

مقام حقیقت الصلوۃ ایسا مقام ہے کہ بلا پردہ بندہ کے سامنے رب اور رب کے سامنے بندہ ہوتا ہے اور کوئی چیز درمیان میں حائل نہیں ہوتی اور اس مقام کے عارف پر الصلوۃ معراج المؤمنین اور قرّۃ عینی فی الصلوۃ کے اسرار کھلتے ہیں اور جو رویت حق عالم آخرت میں نصیب ہوگی اس کا نمونہ نماز میں میسر ہوتا ہے اور جو اسرار علوم اور انوار وبرکات سے خاتم النبیین ﷺ مشرف ہوئے تھے اس کی اتباع اور اس کے عکس سے یہ بندہ خاص بھی مشرف ہوتا ہے اور اس بندہ خاص کی ایک رکعت اوروں کی لاکھوں رکعت سے بہتر ہے۔

اسی معنی میں حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یک رکعت او از رکعت تو صد ہزار	بہتر از تو بہتر ست اے نابکار
اس کی ایک رکعت تیری لاکھوں رکعتوں سے	بہتر ہے اے ناکارہ انسان

دائرہ حقیقت معبودیت صرفہ

یہ مقام نہایت عالی مقام ہے، یہاں ترقی قدمی نہیں صرف ترقی نظری ہے یعنی قدم روح بھی یہاں اگے نہیں بڑھ سکتا، صرف نظر روح کام دیتی ہے جس مقام میں روح کا بھی گزر نہ ہو اس میں علم قال کا کیا گزر ہو سکتا ہے۔

دائرہ حقیقت ابراہیمی علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنا خلیل فرمایا، خلیل اس کو کہتے ہیں جو نہایت رازدار دوست ہو، آپ کی رازداری جو رب کے ساتھ تھی اس سے فرشتے واقف نہ تھے، اس کا اظہار فرشتوں پر اور خلق پر اس وقت ہوا کہ جب آتش نمرود میں آپ گر رہے تھے اور کسی فرشتے یا کسی اور سے کسی قسم کی اعانت نہ چاہی اور دوست رازدار حقیقی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا حسبی اللہ یا بروقت قربانی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام آپ کی رازداری جو رب کے ساتھ تھی اس سے کچھ واقف ہوئے۔ مقام خلت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قدم نہایت غالب ہے، آپ مرتبہ خلت میں خاص شان رکھتے ہیں، ترقی اس مقام میں کثرت درود ابراہیمی علیہ السلام سے ہوتی ہے کہ جو اثنائے نماز میں پڑھا جاتا ہے، سالک اس مقام کا اپنی حیثیت کے موافق

مرتبہ خلت کے انوار وبرکات سے مشرف ہوتا ہے اور اس سالک کی نگاہ دل حقیقت ذات کی طرف ہوتی ہے اور تمام خلق سے حقیقتاً بے تعلق ہو جاتا ہے بوجہ اس آیت شریف:

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (الأنعام ۷۹)

دائرہ حقیقت موسوی علیہ السلام

بعد ختم سیر دائرہ حقیقت ابراہیمی سیر دائرہ حقیقت موسوی علیہ السلام میں ہوتی ہے، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ رب العالمین کو جو محبت خاص تھی کہ جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام رب العالمین سے کوہ طور پر ایسے کلام بے خوف اور بوجہ نازبرداری کے عرض کیا کرتے تھے کہ جو کلام شایان عبدیت نہ ہوتا، اور اس قدر کرم رب العالمین کا تھا کہ وہ اس کا خیال بعض وقت نہیں رکھا کرتے تھے، جیسے کسی نے کہا ہے "کرمہائے تو مارا کرد گستاخ"۔ اس مقام میں ترقی کثرت درود اللّٰھم صلّ علٰی محمّد و اٰلہٖ و اصحابہٖ وعلٰی جمیع الانبیاء و المرسلین خصوصاً علٰی کلیمک موسیٰ سے ہوتی ہے۔

دائرہ حقیقت محمدی ﷺ

اس مقام کو حقیقت الحقائق اور حقیقت محمدی ﷺ بھی کہتے ہیں علیہ الصلوۃ والسلام یعنی تمام مخلوقات کی حقیقت اور تعلق اس مقام میں ان کمالات سے ہے جن کا تعلق حضور ﷺ کے جسم اطہر سے ہے اور یہ جسم پاک وہ ہے کہ جو شب معراج میں رب کے نزدیک عرش معلی پر پہنچا، یہ جسم نورانی وہ ہے کہ جس کے قرب اور رفعت کے مقابلہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام مقام سدرۃ المنتہیٰ پر ٹھہر کر اور یہ کہہ کر رہ گئے:

اگر یک سر موئے برتر پرم	فروغِ تجلی بسوزد پرم
اگر میں ایک بال کے برابر بھی زیادہ بڑھوں	تو تجلی بحت میرے پر پرواز جلا ڈالے

یہ جسم لطیف وہ ہے کہ جس نے رب کے نزدیک اس قدر قرب حاصل کیا تھا کہ جس کو خلعت و قاب قوسین او ادنی و دنی فتدلیٰ و ما زا غ البصر و ما طغیٰ ملا ہے اور یہ جسم شریف وہ ہے جس کا سایہ نہ تھا، یہ جسم مطہر وہ ہے کہ جس پر ہر شجر و حجر سلام و درود بھیجتے تھے، یہ وہ جسم مبارک ہے ہ جس پر خود خدا درود بھیجتا ہے اور یہ فرماتا ہے ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر، اے مؤمنو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو) صاحب اس مقام کا اپنے کو اور خاتم النبیین ﷺ کو دیکھتا ہے کہ میں اور آپ ﷺ ایک ہی چشمہ سے سیر اب ہو رہے ہیں اور میں اور حضور ﷺ ہم آغوش ہمکنار ہیں اور ہم ایک ہی بستر پر ہیں اور ہم دونوں

مثال شیر و شکر ہیں اور حضور انور ﷺ سے اس قدر محبت ہوتی ہے کہ خدا کی محبت پر بھی آپ ﷺ کی محبت غالب آجاتی ہے، چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جب اس مقام حقیقت محمدی ﷺ سے مشرف ہوئے تو اثنائے حال میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ "اللہ کو دوست رکھتا ہوں اس واسطے کہ وہ رب ہے محمد ﷺ کا"، غرض کہ اس مقام کا انعام و اکرام خداوندی ایسا ہوتا ہے کہ جس کے لکھنے سے قلم قاصر ہے اور بیان کرنے سے زبان عاجز اور خیال اپنی رسائی میں سرنگوں ہے۔

دائرہ حقیقت احمدی ﷺ

یہ مقام احمد بڑا جلیل القدر اور عالی مقام ہے، اس میں عجیب و غریب عنایاتِ الٰہی اور تجلیاتِ ذات لامتناہی سے مشرف ہوتا ہے اور اس دائرہ حقیقت احمدی ﷺ کا تعلق آپ ﷺ کی روح اقدس سے ہے۔ جس قدر کہ روح میں اور جسم میں لطافت اور قدامت میں فرق ہے اسی قدر ظہور تجلیات ذات میں فرق ہے، اس کے حالات میں کوئی کیا کہے اور کیا سنے۔

دائرہ حب صرفہ

یہ مقام "حقیقت احمدی" کے بعد ہے اس مقام میں سیر نظری روحی ہے، سیر قدمی روحی مسدود ہے، یہ مقام وہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اپنے حبیب ﷺ کو پیدا کروں اور آپ ﷺ کی ذات سے تمام مخلوقات کو تو فرمایا **کن یا محمد** ﷺ پس آپ ﷺ کی ذات مبارک ظاہر ہو گئی۔ اس کی طرف حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے **کنت کنزاً مخفیاً الخ** اور دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے، **لو لاک لما خلقت الافلاک الخ** یہ مقام مخصوص ہے، نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے واسطے اس میں کسی نبی اور فرشتہ مقرب علیہم السلام کو رسائی نہیں، اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے: **لی مع اللہ وقت، الخ**۔

"**قلم ایں جا رسید سر بشکست**"

دائرہ لاتعین

بعد طے دائرہ حب صرفہ دائرہ لاتعین میں ترقی ہوتی ہے، اس جگہ ترقی نظری ہے، قدمی نہیں اور یہ مقام بھی مخصوص بسید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور یہ مقام وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، لیکن بے نام و نشان، بے وہم و گمان ہے جس کی خبر مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ دیتے ہیں:

بنام آنکہ آن نامے نہ دارد	بہر نامے کہ خوانی سر بر آرد
اس ذات کے نام سے شروع جس کا کوئی نام نہیں	جس نام کی صفت سے اس کو پکارو وہ اس سے برتر ہے

اللہ تعالیٰ خود کلام پاک میں فرماتا ہے:

سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوۡنَ (الأنعام ۱۰۰)

پاک ہے اور برتر ہے وہ ذات اس تعریف اور وصف سے جس سے لوگ اس کو موصوف کرتے ہیں۔

دائرہ سیف قاطع و دائرہ منصب قیومیت

دائرہ سیف قاطع داخل سلوک نہیں، بعض کو پیش آتا ہے اور بعض کو نہیں اور یہ دائرہ، ولایت کبریٰ کے مقابل ہے اور دائرہ منصب قیومیت بھی داخل سلوک نہیں اور یہ دائرہ منصب قیومیت دائرہ کمالاتِ اولوالعزم سے نکلتا ہے۔ اس مرتبہ منصب قیومیت میں خاص انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور امت میں خاص خاص اولیاء مشرف ہوتے ہیں، اس بندہ خاص پر یا حی یا قیوم کا فیضان نازل ہوتا ہے، اور اس کی ذات سے تمام زمین و آسمان کا قیام رہتا ہے۔

مراقبات سلسلہ نقشبندیہ مجدّدیہ معصومیہ ہاشمیہ سیفیہ

کل چھتّیس مراقبات مروّج ہیں۔ مراقبہ کا معنی انتظارِ فیض کرنا ہے۔لہٰذا مراقبہ میں فیضِ الٰہی کے انتظار میں سکون و اطمینان کے ساتھ بیٹھنا ہوتا ہے۔اور مراقبات کرتے وقت حضرت مرشدنا و واصلنا الی اللہ اخندزادہ سیف الرّحمٰن صاحب سقی اللہ ثراہ' وجعل الجنۃ مثواہ کا فرمان ہے کہ فارسی زبان میں ہی نیتِ مراقبہ کر کے بیٹھنا زیادہ فیض کا باعث ہوتا ہے۔ مراقبات شروع کرنے سے پہلے چند شرائط ہیں جن پر عمل کرنے سے مراقبہ میں زیادہ سے زیادہ سرور و تسکین و لذت ملتی ہے جو درجِ ذیل ہے۔

شرائطِ مراقب و مراقبات:

۱) مراقب کو چاہیے کہ وقتِ مراقبہ طہارتِ کامل رکھتے ہوئے بالکل یکسوئی کے ساتھ متوجّہ ہو کر فیضانِ الٰہی کا منتظر رہے اور علاوہ مقصود کے ہر طرف سے اپنی توجّہ ہٹادے۔

۲) یہ مراقبات ایسے شخص کے لئے سود مند ہیں اولاً جس کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کی آراء کے مطابق بالکل صحیح ہو اور شیخِ کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے تابع ہو چکا ہو اور کسی کامل و مکمل مرشد سے مراقبات کا اذن لے چکا ہو۔

۳) یہ مراقبات اس وقت تجویز کئے جائیں گے جب سالک کے لطائف عالمِ امر و عالمِ خلق میں مرشدِ کامل مکمل کی صحبت سے حیات پیدا ہو چکی ہو اور ذکرِ الٰہی اس میں جاری ہو چکا ہو۔ اور نفی اثبات کا جس طور پر کہ لازم ہے عامل ہو چکا ہو۔ اس کے بعد اگر اس میں استعداد ہو تو مراقبات شروع کرائے جائیں۔

۴) تعداد توقفِ ایام ہر مراقبہ میں مرشد موصوف کے اذن پر موقوف ہے ورنہ:

ہر آن کاری کہ بے اُستاد باشد ۔۔۔ یقین می دان کے بے بنیاد باشد

۵) ہر مراقبہ کے الگ الگ آثار اور کیفیات ہوتے ہیں۔ مراقب کو چاہئے کہ متابعتِ سنن اور آدابِ طریقت کا صحیح پابند رہے۔ آداب اور سنّتِ مصطفوی ﷺ کی کسی وقت مخالفت نہ کرے کیونکہ اس باب میں نہایت کوشش اور احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے۔اگر کچھ سستی محسوس ہو تو اپنی تقصیرات کی طرف متوجّہ ہو کر معافی مانگ لینا چاہئے کیونکہ:

ہر چہ ہست از قامت ناسازبی ہموار ماست ۔۔۔ ورنہ تشریف تو بر بالائی کس کوتاہ نیست

۶) مراقبہ کرتے وقت اس طور پر بیٹھنا چاہیئے کہ اگر کسی دوران نیند طاری ہو جائے تو وضو کی تجدید کی ضرورت نہ پڑے۔ اس لئے کہ مراقبہ نیند کی کیفیت رکھتا ہے، جیسا کہ بحر العلوم شرح فقہ اکبر میں کراماتِ اولیاء کی بحث میں صراحتہً فرمایا گیا ہے، تفصیل کے لئے وہاں رجوع کریں۔

۷) اگر دورانِ مراقبہ کچھ واقعات دیکھنے میں آجائیں تو اپنے مرشد کے حضور میں ذکر کرنا چاہیئے۔ خصوصاً عالم امر کے ظہور میں کہ اس مقام میں بیچونیت کا شائبہ دیکھا جاتا ہے۔ اپنے کو چون دیکھنے پر کہیں فریفتہ نہ ہو جائے۔ بہت سے سادہ لوح افراد اس وادی میں پھنسے ہوئے ہیں۔

۸) مراقب کو چاہیئے کہ جس مراقبہ میں جتنے دن کرنے پر معمور کیا گیا ہے، اس میں سستی نہ کرے۔

۹) مراقبات کی نیّت یاد کرنی چاہیئے۔ تمام مقامات، منازل اور کیفیاتِ سیر و سلوک سے واقفیت رکھنا ضروری ہے۔

۱۰) سالک کے سلوک کرنے کے لئے کام کسی کامل و مکمل شیخ کی توجہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر ایسا شخص مراقبہ کرے جو کہ لطائف کی کچھ اطلاع نہ رکھتا ہو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کمثل الحمار یحمل اسفارا۔

ہر جاہل و کاہل و کہن سال ۔۔۔ کے بود لائق شیخیت و اقبال

۱۱) طالب کو چاہیئے کہ ہر وقت مرشد کے بسط کا منتظر رہے اور ان کی توجہات سے نفع وافر حاصل کرے، یہاں تک کہ ولایتِ صغریٰ جس کی ابتداء مراقبہ معیّت سے ہوتی ہے، کہ اس مقام سے گزار دیا جائے۔ اس لئے کہ یہ گزرگاہ نہایت تنگ ہے۔ بہت سے لوگ اس مقام میں متمرکز ہو چکے ہیں جو اپنی جان اور اپنے عروجات تک کی خبر نہیں رکھتے۔ اور وحدت الوجود کے قائلین بھی اس مقام میں انا الحق پر قرار پکڑے ہوئے ہیں۔ اسی باب میں حضرت مرشد کی توجہ کی تاثیر کبریت احمر ہے کہ ان کی توجہ کی برکت سے لوگ بجلی کی طرح اس مقام سے گزر جاتے ہیں۔ اور دائرہ ولایتِ کبریٰ میں پہنچ جاتے ہیں اور طالب حیران رہ جاتا ہے اور وحدت الوجود کے مقام سے گزرنا نہایت دشوار ہے۔ اور تنگیٔ راستہ سے مراد بھی یہی دشواری ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ کے مراقبات

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

نیت وقوف مراقبات

۱) نیت مراقبہ وقوف قلب: فیض می آید از ذات بیچون بہ لطیفہ قلبی من بواسطہ پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

توقف۔۔۔۔روز

۲) نیت مراقبہ وقوف روح: فیض می آید از ذات بیچون بہ لطیفہ روحی من بواسطہ پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

توقف۔۔۔۔روز

۳) نیت مراقبہ وقوف سِر: فیض می آید از ذات بیچون بہ لطیفہ سری من بواسطہ پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

توقف۔۔۔۔روز

۴) نیت مراقبہ وقوف خفی: فیض می آید از ذات بیچون بہ لطیفہ خفی من بواسطہ پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

توقف۔۔۔۔روز

۵) نیت مراقبہ وقوف اخفیٰ: فیض می آید از ذات بیچون بہ لطیفہ اخفائے من بواسطہ پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

توقف۔۔۔۔روز

۶) نیت مراقبہ وقوف نفسی: فیض می آید از ذات بیچون بہ لطیفہ نفسی من بواسطہ پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

توقف۔۔۔۔روز

۷) نیت مراقبہ وقوف قالبی: فیض می آید از ذات بیچون بہ لطیفہ قالبی من بواسطہ پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

توقف۔۔۔۔روز

۸) نیت مراقبہ وقوف خمسۂ عالم امر: فیض می آید از ذات بیچون بہ لطائف خمسہ عالم امر من بواسطہ پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

توقف۔۔۔روز

۹) مراقبہ وقوف خمسۂ عالم خلق: فیض می آید از ذات بیچون بہ لطائف خمسہ عالم خلق من بواسطہ پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

توقف۔۔۔روز

۱۰) نیت مراقبہ وقوف مجموعہ لطائفِ عالمِ امر و عالم خلق: فیض می آید از ذات بیچون بہ مجموعہ لطائف عالم امر و عالمِ خلق من بواسط پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

توقف۔۔۔روز

۱۱) نیت مراقبہ احدیت: فیض می آید از ذات بیچون کہ جامع جمیع صفات است و منزہ از جمیع عیوب و نقصانات است و بی مثل است بہ لطیفہ قلبی من بواسطہ پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

توقف۔۔۔روز

۔۔۔۔۔نیت اصول مراقبات۔۔۔۔۔

۱۲) نیت مراقبہ اصل قلب: الٰہی قلب من بمقابل قلب نبی علیہ السّلام، آن فیض تجلّائی صفات فعلیہ خود کہ از قلبِ نبی علیہ السّلام بہ قلبِ آدم علیہ السّلام رسانیدہ بہ قلبِ من نیز برسانی بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

۱۳) نیت مراقبہ اصل روح: الٰہی روح من بمقابل روح نبی علیہ السّلام، آن فیض تجلّائی صفات ثمانیہ ثبوتیہ ذاتیہ حقیقیہ خود کہ از روح نبی علیہ السّلام بہ روح ابراہیم و نوح علیہم السّلام رسانیدہ بہ روحِ من نیز برسانی بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

۱۴)نیت مراقبہ اصل سِرّ: الٰہی سر من بمقابل سر نبی علیہ السّلام، آن فیض تجلّائی صفات شیوناتِ ذاتیہ خود کہ از سر نبی علیہ السّلام بہ سر موسیٰ علیہ السّلام رسانیدہ بہ سر من نیز برسانی بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

۱۵)نیت مراقبہ اصل خفی: الٰہی خفی من بمقابل خفی نبی علیہ السّلام، آن فیض تجلّائی صفات سلبیہ خود کہ از خفی نبی علیہ السّلام بہ خفی عیسیٰ علیہ السّلام رسانیدہ بہ خفی من نیز برسانی بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

۱۶)نیت مراقبہ اصل اخفیٰ: الٰہی اخفائے من بمقابل اخفائے نبی علیہ السّلام، آن فیض تجلّائی شان جامع خود کہ بہ اخفائے نبی علیہ السّلام رسانیدہ بہ اخفائے من نیز برسانی بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

۱۷)نیت مراقبہ معیت: فیض می آید از ذات بیچون کہ ہمراہ است ہمراہ من و ہمراہ جمیع ممکنات بلکہ ہمراہ ہر ذرّہ از ذرّاتِ ممکنات بہمراہی بیچون بمفہوم ایں آیہ کریمہ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (الحدید ۴) بہ لطائف خمسہ عالم امر من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

۱۸)نیت مراقبہ اقربیت: فیض می آید از ذات بیچون کہ اصل اسماء و صفات است کہ نزدیک تر است از من بہ من و از رگِ گردن من بمن بہ نزدیکی بلا کیف بمفہوم ایں آیہ کریمہ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ق ۱٦) بہ لطیفہ نفسی من باشرکت لطائف خمسہ عالم امر من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

۱۹) نیت مراقبہ محبت اول: فیض می آید از ذات بیچون کہ اصل اصل اسماء وصفات است کہ دوست میدارد مرا و من دوست میدارم اورا مفہوم ایں آیہ کریمہ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (المائدة ۵۴) خاص بہ لطیفہ نفسی من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔۔روز

۲۰) نیت مراقبہ محبت دوم: فیض می آید از ذات بیچون کہ اصل اصل اصل اسماء وصفات است کہ دوست میدارد مرا و من دوست میدارم اورا بمفہوم ایں آیہ کریمہ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (المائدة ۵۴) خاص بہ لطیفہ نفسی من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔۔روز

۲۱) نیت مراقبہ دائرہ قوسی: فیض می آید از ذات بیچون کہ اصل اصل اصل اصل اسماء وصفات است ودائرہ قوسیست کہ دوست میدارد مرا و من دوست میدارم اورا بمفہوم ایں آیہ کریمہ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (المائدة ۵۴) خاص بہ لطیفہ نفسی من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔۔روز

۲۲) نیت مراقبہ اسم ظاھر: فیض می آید از ذات بیچون کہ مسمی باسمِ ظاھر است بمفہوم ایں آیہ کریمہ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (الحدید ۳) خاص بہ لطیفہ نفسی من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔۔روز

۲۳) نیت مراقبہ اسم باطن: فیض می آید از ذات بیچون کہ مسمی باسمِ باطن است کہ منشاء ولایت علیا است کہ ولایت ملاء الاعلیٰ است بمفہوم ایں آیہ کریمہ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (الحدید ۳) بعناصر ثلٰثہ من کہ آب وباد ونار است بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔۔روز

۲۴) نیت مراقبہ کمالات نبوّت: فیض می آید از ذات بیچون کہ منشاء کمالات نبوت است بہ عنصر خاک من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔۔روز

۲۵) نیت مراقبہ کمالات رسالت: فیض می آید از ذات بیچون کہ منشاء کمالات رسالت است بہ ہیئت وحدانی من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

۲۶) نیت مراقبہ کمالات انبیاء اولو العزم: فیض می آید از ذات بیچون کہ منشاء کمالات انبیاء اولوالعزم است بہ ہیئت وحدانی من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

۲۷)نیت مراقبہ حقیقت کعبہ ربّانی: فیض می آید از ذات بیچون کہ مسجود جمیع ممکنات است و منشاء حقیقتِ کعبہِ ربّانی است بہ ہیئت وحدانی من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

۲۸)نیت مراقبہ حقیقت قرآن مجید: فیض می آید از وسعتِ بیچون حضرت ذات کہ منشاء حقیقت قرآن مجید است بہ ہیئت وحدانی من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

۲۹)نیت مراقبہ حقیقت صلوٰۃ: فیض می آید از کمال وسعت بیچون حضرت ذات کہ منشاء حقیقت صلوٰۃ است بہ ہیئت وحدانی من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

۳۰) نیت مراقبہ معبودیت صرفہ: فیض می آید از حضرت ذات بیچون کہ منشاء معبودیت صرفہ است بہ ہیئت وحدانی من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

۳۱)نیت مراقبہ حقیقت ابراہیمیؑ: فیض می آید از حضرت ذات بیچون کہ محبِ صفات خود است و منشاء حقیقتِ ابراہیمی علیہ السلام است بہ ہیئت وحدانی من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔۔روز

۳۲) نیت مراقبہ حقیقت موسویؑ: فیض می آید از حضرت ذات بیچون کہ محب ذات خود است و منشاء حقیقت موسویؑ است بہ ہیئت وحدانی من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔ توقف۔۔۔۔روز

۳۳)نیت مراقبہ حقیقت محمدی ﷺ: فیض می آید از حضرت ذات بیچون کہ محب ذات خوداست و محبوب ذات خوداست و منشاء حقیقتِ محمد ﷺ یست بہ ہیئت وحدانی من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

۳۴) نیت مراقبہ حقیقت احمدی ﷺ: فیض می آید از ذات بیچون کہ محبوب ذات خوداست و منشاء حقیقت احمد ﷺ یست بہ ہیئت وحدانی من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

۳۵)نیت مراقبہ حبّ صرف: فیض می آید از ذات بیچون کہ منشاء حبّ صرف است بہ ہیئت وحدانی من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

۳۶) نیت مراقبہ لاتعیّن: فیض می آید از ذات مطلق بیچون کہ موجود است بوجود خارجی و منزّہ است از جمیع تعینات بہ ہیئت وحدانی من بواسطہ پیران کبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔

توقف۔۔۔روز

شجرہ سلسلہ عالیہ طریقہ نقشبندیہ مجدّدیہ معصومیّہ شمسیہ مولویہ ھاشمیہ سیفیہ

۱) حضرت محبوب اللہ محمد رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ

۲) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

۳) حضرت ابوعبد اللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

۴) حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ

۵) حضرت ابوعبد اللہ امام جعفر صادق بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

۶) حضرت ابویزید طیفور بن عیسیٰ عرف بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

۷) حضرت ابوالحسن علی بن جعفر خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

۸) حضرت ابو علی فضل بن محمد الطّوسی عرف ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

۹) حضرت ابویعقوب خواجہ یوسف الہمدانی النعمانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰) حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱) حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ

۱۲) حضرت خواجہ محمود انجر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳) حضرت خواجہ علی النساج رامیتی عرف حضرت عزیزان رحمۃ اللہ علیہ

۱۴) حضرت خواجہ محمد بابائے سماسی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵) حضرت خواجہ سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

۱۶) حضرت خواجہ محمد بہاؤالدین محمد بن محمد البخاری عرف شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

۱۷) حضرت خواجہ علاؤالدین محمد بن محمد البخاری عرف خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ

۱۸) حضرت مولانا یعقوب چرخی لوگری رحمۃ اللہ علیہ

۱۹) حضرت ناصر الدین عبید اللہ بن محمود السمرقندی عُرف خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

۲۰) حضرت مولانا محمد زاہد بدخشی حصاری رحمۃ اللہ علیہ

۲۱) حضرت خواجہ درویش محمد الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ

۲۲) حضرت خواجہ محمد مقتدی الامکنگی البخاری رحمۃ اللہ علیہ

۲۳) حضرت مؤید الدین خواجہ بے رنگ محمد باقی باللہ الکابلی رحمۃ اللہ علیہ

۲۴) حضرت سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد الفاروقی رضی اللہ عنہ

۲۵) حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم اول رحمۃ اللہ علیہ

۲۶) حضرت خواجہ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۲۷) حضرت خواجہ محمد اسمٰعیل عرف امام العارفین رحمۃ اللہ علیہ

۲۸) حضرت خواجہ غلام محمد معصوم ثانی رحمۃ اللہ علیہ

۲۹) حضرت شاہ غلام محمد عرف قدوۃ الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ

۳۰) حضرت حاجی محمد صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۳۱) حضرت شاہ محمد ضیاء الحق عرف صفات شہید رحمۃ اللہ علیہ

۳۲) حضرت حاجی شاہ ضیاء عرف میاں جی رحمۃ اللہ علیہ

۳۳) حضرت مولانا شمس الحق عرف حضرت صاحب کوہستانی رحمۃ اللہ علیہ

۳۴) حضرت مولانا شاہ رسول الطالقانی رحمۃ اللہ علیہ

۳۵) حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی رحمۃ اللہ علیہ

۳۶) سیدنا و مرشدنا حضرت خواجہ آخند زادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی خراسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۷) حضرت مولانا محمد سعید المعروف حیدری صاحب اطال اللہ حیاتہ

(۷) باب نمبر سات: اسباق سلسلہ چشتیہ ہاشمیہ سیفیہ

خواجہ خواجگان کامل العصر و مکمل الدھر اخندزادہ سیف الرحمن صاحب مبارک رضی اللہ عنہ سلسلۂ نقشبندیہ کے بعد سلسلۂ چشتیہ کے اسباق کی تعلیم دیتے۔ آپ کا طریقہ تعلیم سلسلۂ چشتیہ مندرجہ ذیل ہے:

پہلا سبق: آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سلسلۂ چشتیہ کا پہلا ذکر "**ھو**" دیتے۔

طریقہ ذکر: "**ھو**" لطیفہ روحی سے تصور کے ساتھ لطیفۂ قلب پر اور پھر لطائف سے ہوتے ہوئے دوبارہ لطیفہ روحی پر ضرب لگاناہے اور زبان سے بھی کہنا ہے۔ کلمہ "**ھو**" کو تلوار جیسا فرض کرنا ہے اور ماسویٰ اللہ کو باطن سے نکال دیناہے اور چرخ کی طرح لطائف میں گردش کرنا ہے۔ عروج کے لئے لاتعین تک ایک بلاکیف مینار تصور کر کے اس کے باہر کی جانب عروج کیا جاتا ہے۔ اس سبق میں فیض اسماء وصفات کی تفصیل سے لیا جاتا ہے۔

دوسرا سبق: چشتیہ مبارکہ کا دوسرا ذکر "**اللہ ھُوْ**" ہے۔ اس کو اس طرح پڑھنا چاہئے کہ دونوں الفاظ یعنی لفظ "**اللہ**" کو الگ کر کے ظاہر کریں اور لفظ "**ھو**" الگ کر کے ظاہر کریں کیونکہ یہ دونوں الگ الگ نام ہیں، ان کو ایک نام بنا کر پڑھنا یعنی "**اللہ**" یا "**اَلّاھُوْ**" پڑھنا درست نہیں ہے۔

طریقہ ذکر: "**اللہ**" کی ضرب لطیفہ قلب پر اور ھو کی ضرب لطیفہ روح پر ہوتی ہے اور زبان سے بھی کہنا ہے۔ ہر لفظ کو دوسرے سے جدا کر کے پڑھنا چاہئے اور لاتعین تک ایک بلاکیف مینار تصور کر کے اس کے اندر گول گردش کے ساتھ لاتعین تک عروج کرنا ہے۔ اس سبق میں فیض اسماء صفات کی تفصیل اور اجمال کے مابین سے لینا ہے۔

تیسرا سبق: تیسرا ذکر "**ھو اللہ**" ہے۔ "**ھو**" کی ضرب روح پر اور "**اللہ**" کی ضرب قلب پر اور زبان سے بھی ادا کرنا ہے۔ عروج کے لئے لاتعین تک ایک مینار فرض کرنا ہے اور اس کے اندر سیدھا عروج کرنا ہے۔ اس سبق میں فیض اسماء وصفات کے اجمال سے حاصل ہوتا ہے۔

چوتھا سبق: طریقہ چشتیہ کا چوتھا ذکر مبارک "**اَنْتَ الْھَادِیْ اَنْتَ الْحَقُّ لَیْسَ الْھَادِیْ اِلَّا ھُوْ**" ہے۔ اس کا طریقہ ذکر اس طرح ہے کہ "**اَنْتَ الْھَادِیْ اَنْتَ**" قلب پر اور "**اَلْحَقُّ**" کا تصور اخفیٰ پر۔ "**لَیْسَ الْھَادِیْ**" اخفیٰ سے دوبارہ قلب تک لے جائے اور "**اِلَّا**" قلب پر اور "ھُوْ" کا تصور روح پر کرے۔ ساتھ ہی ساتھ زبان سے بھی کہنا ہے۔

یہ ذکر انتہائی عجز و انکساری کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یہ نزولی سبق کہلاتا ہے۔ طریقہ چشتیہ کے اسباق ختم ہوئے۔ چشتیہ مبارکہ میں عدد کی مراعات نہیں بلکہ نقشبندیہ کی طرح دائمی ذکر کرنا ہے۔

شجرہ سلسلہ عالیہ چشتیہ ہاشمیہ سیفیہ

۱) حضرت محبوب اللہ محمد رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ

۲) حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۳) حضرت ابو سعید حسن بصری رضی اللہ عنہ

۴) حضرت ابو الفضل عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ

۵) حضرت ابو الفیض فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

۶) حضرت ابو اسحٰق ابراہیم بن ادہم الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ

۷) حضرت سید الدین خواجہ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ

۸) حضرت امین الدین شیخ ہبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ

۹) حضرت کریم الدین منعم شیخ ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۰) حضرت شرف الدین ابو اسحٰق شامی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱) حضرت قدوۃ الدین ابو احمد ابدال الچشتی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲) حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳) حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف الچشتی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴) حضرت خواجہ قطب الدین مودود الچشتی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵) حضرت نیر الدین حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ

۱۶) حضرت ابو منصور خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

۱۷) حضرت خواجہ سیدنا معین الدین چشتی الاجمیری رحمۃ اللہ علیہ

۱۸) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی الاوشی رحمۃ اللہ علیہ

۱۹) حضرت خواجہ فرید الدین مسعود الفاروقی الغزنوی عرف گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

۲۰) حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

۲۱) حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

۲۲) حضرت جلال الدین خواجہ محمود عثمان رحمۃ اللہ علیہ

۲۳) حضرت شیخ احمد عبد الحق ابدال رحمۃ اللہ علیہ

۲۴) حضرت شیخ محمد عارف عرف مخدوم عارف رحمۃ اللہ علیہ

۲۵) حضرت شیخ عبد القدوس النعمانی الگنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

۲۶) حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

۲۷) حضرت شیخ عبد الاحد الفاروقی الکابلی رحمۃ اللہ علیہ

۲۸) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد الفاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ

۲۹) حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ

۳۰) حضرت سید عبد اللہ الحسینی عرف حاجی بہادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۱) حضرت مولانا شیخ مامون شاہ منصوری رحمۃ اللہ علیہ

۳۲) حضرت مولانا محمد نعیم کاموی رحمۃ اللہ علیہ

۳۳) حضرت سید محمد شاہ الحسینی السندھوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۴) حضرت مولانا حافظ محمد صدیق بونیری رحمۃ اللہ علیہ

۳۵) حضرت مولانا حافظ محمد ہشتنگری رحمۃ اللہ علیہ

۳۶) حضرت مولانا محمد شعیب تورڈھیری رحمۃ اللہ علیہ

۳۷) حضرت مولانا عبد الغفور عرف سوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۸) حضرت مولانا نجم الدین عرف حضرت بڈے صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۹) حضرت شیخ حمید اللہ صاحب عرف شیخ الاسلام تگاب رحمۃ اللہ علیہ

۴۰) حضرت مولانا شاہ رسول الطالقانی رحمۃ اللہ علیہ

۴۱) حضرت مولانا محمد ھاشم السمنگانی رحمۃ اللہ علیہ

۴۲) سیدنا و مرشدنا حضرت خواجہ آخندزادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی خراسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴۳) حضرت مولانا محمد سعید المعروف حیدری صاحب اطال اللہ حیاتہ

(۸) باب نمبر آٹھ: اسباق سلسلہ قادریہ ہاشمیہ سیفیہ

قیوم زمان مجدد وقت حضرت آخندزادہ سیف الرّحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ مرید کو سلسلہ چشتیہ کی تکمیل کے بعد سلسلہ قادریہ مبارکہ کے اسباق کی تعلیم دیتے جس کے اسباق ترتیب وار اور طریقۂ ذکر درج ذیل ہے۔

مشائخ سلسلہ قادریہ سیفیہ مریدین کو استغفار کا حکم دیتے ہیں۔ اس کا بہتر وقت صبح صادق سے قبل کا وقت ہے دن رات میں تین سو تیرہ (۳۱۳) مرتبہ مندرجہ ذیل استغفار پڑھا جاتا ہے:

اَسْتَغْفِرُ اللہ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

یہ استغفار خارج از اسباق ہے لیکن تزکیۂ نفس کے لئے مشائخ عظام حکم دیتے ہیں۔ استغفار کے علاوہ سلسلہ قادریہ کے نو (۹) اسباق ہیں۔

۱) **پہلا سبق:** نفی اثبات یعنی کلمہ طیبہ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ) اس کا طریقہ یہ ہے کہ لفظ "لَآ" سے تصور میں جھاڑو بنا کر اس کے ذریعے قلب و باطن سے ماسویٰ اللہ اور کدورت و ظلمت کو سینے کی طرف لطائف سے ہوتے ہوئے دائیں کندھے کی طرف سے اُٹھایا جاتا ہے اور لفظ "اِلٰہَ" بغیر "ھا" ملائے قالب تک لے جائے اور لفظ "ھا" کو بائیں کندھے پر لے جائے۔ اور "اِلَّا اللہ" کی ضرب قوت اور شدت کے ساتھ قلب پر لگائی جائے۔ اس تصور کے ساتھ کہ "اِلَّا اللہ" کی ضرب سے انوار قلب پر وارد ہوں اور کدورات و ظلمات اس طرح ختم ہوں جیسے گرد آلود لوہا ہتھوڑے کی ضربِ شدید سے گرد سے پاک ہو جاتا ہے۔ نیز چار معنیٰ میں سے ایک معنیٰ کا تصور ضرور رکھے یعنی لا معبودَ اِلّا اللہ، لا مقصودَ اِلَّا اللہ، لا موجودَ اِلَّا اللہ، لا مطلوبَ اِلَّا اللہ۔ تصور میں لفظ لا الہ سے معبودانِ باطلہ کی نفی اور الا اللہ سے وحدہ لا شریک کا اثبات کرے اس طرح سے جب سو (۱۰۰) مرتبہ پورا ہو جائے تو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ ﷺ کہے۔ الفاظ کو صحیح اور پورا پورا کلمہ ادا کرنے میں احتیاط کی جائے ورنہ اجر میں کمی ہو گی یا معنی بدلنے پر گناہ ہو گا۔ اس کے پڑھنے کی تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰) ہے۔

۲) **دوسرا سبق:** دوسرا ذکر شریف اثبات یعنی "اِلّا اللہ" پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی دفعہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ" طریقہ مذکورہ کے ساتھ پڑھے اور پھر دوسری بار "اِلَّا اللہ" کا ذکر شروع کرے اور بائیں کندھے سے قلب پر مذکورہ تصور کے ساتھ ضرب شدید لگائے۔ سو مرتبہ پورا ہونے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلَ اللہ ﷺ پڑھے۔ اس میں بھی الفاظ کو صحیح ادا کرنے میں احتیاط کرے۔ یہ بھی ایک ہزار مرتبہ دہرانا ہے۔

۳) **تیسرا سبق:** اسم ذات یعنی "اللہ" پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی بار "اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ" پھر "اللہ، اللہ" اور سو مرتبہ پورا کرنے کے بعد "اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ" کہے۔ تصور کے ساتھ اس کی ضرب دل پر لگائے اور زبان سے بھی ادا کرے۔ اس کی تعداد بھی ایک ہزار (۱۰۰۰) ہے۔

۴) **چوتھا سبق:** "ھو" طریقہ ذکر یہ ہے کہ ذکر "ھو" لطیفہ روح سے قلب، قلب سے سر، سر سے خفی، خفی سے اخفیٰ اور اخفیٰ سے دوبارہ روح پر لائے اور زبان سے بھی کہے اور اس کی حرکت کروی یعنی چرخ کی طرح گول گردش کرنی ہے۔ کلمہ "ھو" سے ایک تلوار تصور کر کے ماسویٰ اللہ کو تلوار سے کاٹنا ہے۔ کروی نقش بننے کے بعد ایک بلا کیف مینار لاتعین تک فرض کر کے اس مینار سے خارج (باہر کی جانب) عروج کرے۔ اس ذکر سے مینار کے خارج لاتعین تک کے مقامات میں سیر واقع ہوتی ہے اور فیض اسماء وصفات کی تفصیل سے وارد ہوتا ہے۔ پہلی مرتبہ "ھُوَ جَلَّ جَلَالُہٗ" اور سو (۱۰۰) مرتبہ پورا کرنے کے بعد بھی "جَلَّ جَلَالُہٗ" کہے۔ یہ عروجی سبق ہے، یہ بھی ایک ہزار مرتبہ پڑھنا ہے۔

۵) **پانچواں سبق مراقبہ:** طریقہ یہ ہے کہ نماز عصر اور نماز فجر کے بعد قعدہ کی صورت میں یعنی دوزانو ہو کر بیٹھ جائے اور قبلہ سے ذرا سا دائیں جانب مڑ کر مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے سانس اور آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائے اور لطیفہ قلب میں تصور سے اللہ اللہ کہے اور اپنے لطیفہ قلب کو حضور اکرم ﷺ کے لطیفہ قلب مبارک کی طرف مدینہ منورہ میں مقابل تصور کر کے اکتساب فیض کرے یوں تصور رہے کہ حضور اکرم ﷺ کے قلب مبارک سے میرے قلب میں انوار منتقل ہو رہے ہیں۔ زبان کو اوپر کے تالو کے ساتھ ملائے رکھے اور کم از کم چار رکعت نماز یا ۵ منٹ کی مقدار مراقبہ کرے۔ مراقبہ کے دوران سانس ختم ہو جائے تو ناک کے ذریعہ سانس لے سکتے ہیں۔

۶) **چھٹا سبق:** "اللہ ھُوَ" طریقہ ذکر یہ ہے کہ "اللہ" کا تصور قلب پر اور "ھو" کا تصور روح پر ہو اور زبان سے بھی ادا کرے اور مذکورہ مینار تصور کر کے اور اس مینار کے داخل یعنی اندر کی جانب گول گردش کے ساتھ لاتعین تک عروج کرے۔ اجمال وتفصیل مرتبہ اسماء وصفات دونوں سے فیض حاصل کرنا ہے۔ پہلی بار "اللہ ھو جَلَّ جَلَالُہٗ" اور سو (۱۰۰) مرتبہ پورا ہونے کے بعد بھی "جَلَّ جَلَالُہٗ" پڑھے۔ دونوں الفاظ کو الگ الگ ظاھر کرے۔ یہ بھی ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ پورا کرنا ہے۔

۷) **ساتواں سبق:** "ھُوَ اللہ" طریقہ ذکر یہ ہے کہ "ھُو" کا تصور روح پر اور "اللہ" کا قلب پر کرے ساتھ میں زبان سے بھی کہے اور لاتعین تک مینار کے اندر سیدھا یعنی خط مستقیم میں عروج کرے۔ اور اس میں اسماء صفات باری تعالیٰ کے اجمال

سے فیض حاصل کرے۔ احتیاط لازمی ہے کہ دونوں ناموں کو الگ الگ ظاھر کرے اور ایک دوسرے میں مد غم نہ کرے۔تعداد پڑھائی ایک ہزار ہے۔

۸) آٹھواں سبق: "اَنْتَ الْھَادِیْ اَنْتَ الْحَقُ لَیْسَ الْھَادِیْ اِلَّا ھُو" طریقہ ذکر یہ ہے کہ **"انت الھادی انت"** کا تصور قلب پر اور **"الحق"** کا اخفیٰ پر اور **"لیس الھادی"** اخفی سے دوبارہ قلب تک، **"اِلّا"** قلب پر اور لفظ **"ھو"** کا تصور لطیفہ روح پر لے جائے۔ اور زبان سے بھی ادا کرے۔ یہ ذکر نہایت عجز وانکساری اور تواضع کے ساتھ کرے، یہ ذکر نزولی ہے۔ پڑھنے کی تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰) ہے۔

۹) نواں سبق: درود شریف ان الفاظ کے ساتھ **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ**۔ اس ذکر کے کرنے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ کی سمت دوزانو ہو کر باوضو اور عطر لگا کر بیٹھ جائے۔ اس کا تصور اخفیٰ میں رکھے اور زبان سے بھی کہے اور حضور اکرم ﷺ کے اخفیٰ مبارک سے فیض حاصل کرے اور سو (۱۰۰) مرتبہ پورا ہونے پر یہ بھی ساتھ پڑھے۔

وِ صَلِّ وَسَلِّمْ کَذَالِکَ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی کُلِّ مَلَآئِکَتِکَ الْمُقَرَّبِیْنَ وَ عَلٰی عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ

یہ درود شریف نہایت حضورِ قلبی کے ساتھ، خشوع، خضوع، شوق، محبت اور تضرع کے ساتھ حضور اکرم ﷺ سے رابطہ قائم کر کے ادب و احترام سے پڑھے کیونکہ عاشقین و سالکین کا درود و سلام بذات خود نبی اکرم ﷺ سنتے ہیں اور جب حضور اکرم ﷺ متوجہ ہوں اور آپ چل رہے ہوں تو یہ بے ادبی ہے۔ یہ ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ پڑھنا ہے۔

(۸) باب نمبر آٹھ: اسباق سلسلہ قادریہ ہاشمیہ سیفیہ

شجرہ سلسلہ عالیہ قادریہ ہاشمیہ مجددیہ سیفیہ

۱) حضرت محبوب اللہ محمد رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ

۲) حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ

۳) حضرت ابو سعید حسن بصری رضی اللہ عنہ

۴) حضرت ابو محمد شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

۵) حضرت ابو سلمان داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

۶) حضرت ابو محفوظ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

۷) حضرت ابو حسن عبد اللہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

۸) حضرت ابو القاسم شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

۹) حضرت ابو بکر الشبلی المالکی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰) حضرت شیخ عبد العزیز بن حارث الاسدی التیمی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱) حضرت شیخ عبد الواحد بن عبد العزیز المتقدم رحمۃ اللہ علیہ

۱۲) حضرت شیخ ابو الفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳) حضرت ابو الحسن ھکاری (ھنکاری) رحمۃ اللہ علیہ

۱۴) حضرت ابو سعید مبارک رحمۃ اللہ علیہ

۱۵) سیدنا حضرت ابو محمد شیخ عبد القادر الجیلانی الحنبلی الحسنی رضی اللہ عنہ

۱۶) حضرت شاہ دولت دریائی رحمۃ اللہ علیہ

۱۷) حضرت شاہ منور رحمۃ اللہ علیہ

۱۸) حضرت شاہ عالم الدھلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۹) حضرت شیخ احمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

۲۰) حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۱) حضرت مولانا محمد صدیق بونیری رحمۃ اللہ علیہ

۲۲) حضرت مولانا حافظ محمد ہشتنگری رحمۃ اللہ علیہ

۲۳) حضرت مولانا محمد شعیب تورڈھیری رحمۃ اللہ علیہ

۲۴) حضرت مولانا عبد الغفور عرف سوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۵) حضرت مولانا نجم الدین عرف حضرت ھڈی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۶) حضرت شیخ حمید اللہ صاحب عرف شیخ الاسلام تگاب رحمۃ اللہ علیہ

۲۷) حضرت مولانا شاہ رسول الطالقانی رحمۃ اللہ علیہ

۲۸) حضرت مولانا محمد ھاشم السمنگانی رحمۃ اللہ علیہ

۲۹) سیدنا و مرشدنا حضرت خواجہ آخند زادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی خراسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۰) حضرت مولانا محمد سعید المعروف حیدری صاحب اطال اللہ حیاتہ

(۹) باب نمبر نو: اسباق سلسلہ سہر وردیہ ہاشمیہ سیفیہ

سہر وردیہ شریف کے اذکار و اسباق بعینہٖ وہی ہیں جو قادریہ شریف کے اسباق ہیں البتہ صرف مراقبہ میں فرق ہے۔ قادریہ میں مراقبہ پانچویں نمبر پر ہے اور سہر وردیہ میں سب سے آخری نمبر پر ہے۔ اس کے علاوہ قادریہ کا مراقبہ ۵ منٹ ہے، اور سہر وردیہ کا مراقبہ بیس (۲۰) منٹ ہے اور اکثر کے لیے حد نہیں۔ اور طریقہ مراقبہ میں بھی فرق ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

طریقۂ سہر وردیہ کا مراقبہ:

سلسلہ سہر وردیہ میں مراقبہ درجِ ذیل طریقہ سے کیا جاتا ہے۔ اسباقِ سہر وردیہ کے اختتام کے بعد باوضو مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہو کر عطر لگا کر اور آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائے۔ (مراقبہ میں آنکھ بند کرنا شرط ہے) مدینہ منورہ کی طرف ایک سیدھا راستہ فرض کر لے کہ جس میں انبیاء، اولیاء، زمین و آسمان کے فرشتے اور مشائخ سلسلہ اور حاضرینِ مجلس اسی راستہ پر حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی نیت سے جا رہے ہیں۔ اپنے شیخ کے رابطہ کے ساتھ اور مراقبہ سے پہلے جو اسباق پڑھے ہیں، ان کا ثواب بطورِ تحفہ اپنے سر پر رکھ کر سرور اور عشق و محبت، استغراق اور باطنی سرور کے ساتھ شوق و ذوق سے ذکر شروع کرے اور حضور اکرم ﷺ کے جمال کے اشتیاق کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں وہ تحفہ پیش کرنے کے لئے جب پہنچے تو حضور اکرم ﷺ کے حرم شریف میں ان مذکورہ اشخاص کے ساتھ ایک حلقہ بنا کر مجلسِ ذکر تشکیل دیں اور حضور اکرم ﷺ کو اس مجلس و محفل ذکر کا صدر تصور کریں۔ فیض طلب کرتے رہیں، پھر آکر اپنے وظیفہ کا ثواب بطور تحفہ سرور کائنات ﷺ کو پیش کریں۔ پھر واپس جا کر اپنی جگہ بیٹھ جائے اور مذکورہ ترتیب سے ذکر کرے اور حضور اکرم ﷺ سے فیض حاصل کرتا رہے اور اس ہی طرح بیٹھا رہے۔ اور جب مراقبہ ختم کرنے کا ارادہ کرے تو سب مجلس والے حضور اکرم ﷺ سے رخصت طلب کریں۔ جب حضور اکرم ﷺ سے اجازت مل جائے تو یہ مراقبہ جہاں بیٹھا ہوا ہے وہاں تصور رجعت "قھقری" یعنی الٹے پاؤں، ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے واپس ہو جائے۔ اور دوسری ارواح مبارکہ بھی اپنی اپنی جگہ چلی جائیں گی۔ جب اپنے مکان پر آپہنچے تو اپنی آنکھیں کھول دے۔

شجرہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ ہاشمیہ مجددیہ سیفیہ

۱) حضرت محبوب اللہ محمد رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ ﷺ

۲) حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

۳) حضرت ابوسعید حسن بصری رضی اللہ عنہ

۴) حضرت ابو محمد شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

۵) حضرت ابوسلیمان داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

۶) حضرت ابو محفوظ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

۷) حضرت ابوالحسن عبداللہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

۸) حضرت ابوالقاسم شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

۹) حضرت کریم الدین ممشاد دنیوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۰) حضرت ابوالعباس احمد دنیوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۱) حضرت شیخ محمد بن عبداللہ عمویہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۲) حضرت ابوعمر قطب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳) حضرت ابوالنجیب عبدالقاہر السہروردی الصدیقی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴) حضرت ابوحفص شہاب الدین عمر الصدیقی الشافعی السہروردی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵) حضرت ابوالبرکات بہاؤالدین ذکریاالاسدی القرشی الملتانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۶) حضرت ابوالفتح رکن الدین فیض اللہ القرشی رحمۃ اللہ علیہ

۱۷) حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۸) حضرت سید اجمل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۹) حضرت سید بدھن بٹہ راپچی رحمۃ اللہ علیہ

۲۰) حضرت شیخ محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ

۲۱) حضرت شیخ عبدالقدوس النعمانی الغزنوی ثم الگنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

۲۲) حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

۲۳) حضرت شیخ عبد الاحد الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ

۲۴) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد الفاروقی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۵) حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۶) حضرت حاجی بہادر سید عبد اللہ الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

۲۷) حضرت مولانا شیخ مامون شاہ منصوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۸) حضرت مولانا محمد نعیم کاموی رحمۃ اللہ علیہ

۲۹) حضرت سید محمد شاہ الحسینی السندھوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۰) حضرت مولانا حافظ محمد صدیق بونیری رحمۃ اللہ علیہ

۳۱) حضرت مولانا حافظ محمد ہشتنگری رحمۃ اللہ علیہ

۳۲) حضرت مولانا محمد شعیب تورڈھیری رحمۃ اللہ علیہ

۳۳) حضرت مولانا عبد الغفور عرف سوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۴) حضرت مولانا نجم الدین عرف حضرت ھڈے صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۵) حضرت شیخ حمید اللہ صاحب عرف شیخ الاسلام تگاب رحمۃ اللہ علیہ

۳۶) حضرت مولانا شاہ رسول الطالقانی رحمۃ اللہ علیہ

۳۷) حضرت مولانا محمد ھاشم السمنگانی رحمۃ اللہ علیہ

۳۸) سیدنا و مرشدنا حضرت خواجہ آخندزادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی خراسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۹) حضرت مولانا محمد سعید المعروف حیدری صاحب اطال اللہ حیاتہ

ختم خواجگان

۱)فاتحہ شریف	سات(۷) مرتبہ
۲)استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔	سو (۱۰۰) مرتبہ
۳) درود شریف:اللّٰھم صلّ علٰی سیدنا و مولانا محمد و اٰلہٖ و بارک و سلم علیہ۔	سو(۱۰۰) مرتبہ
۴)سورہ الم نشرح	اناسی(۷۹) مرتبہ
۵) سورۃ اخلاص	ہزار(۱۰۰۰) مرتبہ
۶) فاتحہ شریف	سات(۷) مرتبہ
۷) درود مذکور	سو(۱۰۰) مرتبہ

ختم حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللّٰہ عنہ

۱) درود مذکور	سو(۱۰۰) مرتبہ
۲)سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمۡدِہٖ	پانچ سو(۵۰۰) مرتبہ
۳) درود مذکور	سو(۱۰۰) مرتبہ

ختم خلفاء ثلاثہ یعنی حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللّٰہ عنہم

۱) درود مذکور	سو(۱۰۰) مرتبہ
۲)سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ و لا الٰہ الّا اللّٰہ و اللّٰہُ اکبر۔	پانچ سو(۵۰۰) مرتبہ
۳) درود مذکور۔	سو(۱۰۰) مرتبہ

ختم امام ربّانی مجدد الف ثانی رضی اللّٰہ عنہ

۱) درود مذکور	سو(۱۰۰) مرتبہ
۲) و لا حول و لا قوّۃ الّا باللّٰہ	پانچ سو(۵۰۰) مرتبہ
۳) درود مذکور	سو(۱۰۰) مرتبہ

ختم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

۱) درود مذکور	سو(۱۰۰) مرتبہ
۲) حسبنا اللہ و نعم الوکیل	پانچ سو(۵۰۰) مرتبہ
۳) درود مذکور	سو(۱۰۰) مرتبہ

ختم خواجہ محمد معصوم اول قدس سرہ

۱) درود مذکور	سو(۱۰۰) مرتبہ
۲) لا الٰہ الاّ انت سبحانک انی کنت من الظالمین	پانچ سو(۵۰۰) مرتبہ
۳) درود مذکور	سو(۱۰۰) مرتبہ

ختم حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ

۱) درود مذکور	سو(۱۰۰) مرتبہ
۲) اللّٰھم یا خفی اللُّطف ادرکنا بلطفک الخفی	پانچ سو(۵۰۰) مرتبہ
۳) درود مذکور	سو(۱۰۰) مرتبہ

ختم حضرت مولانا صاحب محمد ھاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ

۱) درود مذکور	سو(۱۰۰) مرتبہ
۲) اللّٰھم یا اخفی اللطف ادرکنا بلطفک الاخفی	پانچ سو(۵۰۰) مرتبہ
۳) درود مذکور	سو(۱۰۰) مرتبہ

ختم قیّوم الزّمان حضرت آخندزادہ سیف الرّحمٰن مبارک صاحب نوّر اللہ مرقدہ

۱) درود مذکور	سو(۱۰۰) مرتبہ
۲) سورۃ لإیلف قریش	پانچ سو(۵۰۰) مرتبہ
۳) درود مذکور	سو(۱۰۰) مرتبہ

ختم حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

۱) درود مذکور	سات(۷) مرتبہ
۲) حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولٰی و نعم النصیر	پانچ سو(۵۰۰) مرتبہ
۳) درود مذکور	سات(۷) مرتبہ

ختم حضرت خضر علی نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام

۱) درود مذکور	سات(۷) مرتبہ
۲) و افوّض امری الی اللہ انّ اللہ بصیر بالعباد	پانچ سو(۵۰۰) مرتبہ
۳) درود مذکور	سات(۷) مرتبہ

دیگر ختمات وادعیہ

(۱) اَللّٰھُمَّ یاقَاضِیَ الْحَاجَاتْ	سو(۱۰۰)مرتبہ
(۲) اَللّٰھُمَّ یاحَلَّ الْمُشْکِلَاتْ	سو(۱۰۰)مرتبہ
(۳) اَللّٰھُمَّ یاکَافِیَ الْمُھِمَّاتْ	سو(۱۰۰)مرتبہ
(۴) اَللّٰھُمَّ یادَافِعَ الْبَلِیَّاتْ	سو(۱۰۰)مرتبہ
(۵) اَللّٰھُمَّ یاشَافِیَ الْاَمْرَاضْ	سو(۱۰۰)مرتبہ
(۶) اَللّٰھُمَّ یارَافِعَ الدَّرَجَاتْ	سو(۱۰۰)مرتبہ
(۷) اَللّٰھُمَّ یامُجِیْبَ الدَّعْوَاتْ	سو(۱۰۰)مرتبہ
(۸) اَللّٰھُمَّ یاھَادِیَ الْمُضِلِّیْنْ	سو(۱۰۰)مرتبہ
(۹) اَللّٰھُمَّ یااَمَانَ الْخَائِفِیْنْ	سو(۱۰۰)مرتبہ
(۱۰) اَللّٰھُمَّ یادَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْنْ	سو(۱۰۰)مرتبہ
(۱۱) اَللّٰھُمَّ یااَجَارَ الْمُسْتَجِیْرِیْنْ	سو(۱۰۰)مرتبہ
(۱۲) اَللّٰھُمَّ یارَاحِمَ الْعَاصِیْنْ	سو(۱۰۰)مرتبہ
(۱۳) اَللّٰھُمَّ یامُیَسِّرَ کُلِّ عَسِیْرٍ	سو(۱۰۰)مرتبہ

(۱۴)اَللّٰھُمَّ یَا مُنْجِیَ الْغَرْقیٰ سو(۱۰۰)مرتبہ

(۱۵)اَللّٰھُمَّ یَا مُنْقِذَ الْھَلْکیٰ سو(۱۰۰)مرتبہ

(۱۶)اَللّٰھُمَّ یَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَاب سو(۱۰۰)مرتبہ

(۱۷)اَللّٰھُمَّ یَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَاب سو(۱۰۰)مرتبہ

(۱۸)اَللّٰھُمَّ یَا خَیْرَ النّٰاصِرِیْنْ سو(۱۰۰)مرتبہ

(۱۹)اَللّٰھُمَّ یَا خَیْرَ الرَّازِقِیْنْ سو(۱۰۰)مرتبہ

(۲۰)اَللّٰھُمَّ یَا خَیْرَ الْفَاتِحِیْنْ سو(۱۰۰)مرتبہ

(۲۱)اَللّٰھُمَّ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنْ سو(۱۰۰)مرتبہ

(۲۲)اَللّٰھُمَّ یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنْ سو(۱۰۰)مرتبہ

(۲۳)اَللّٰھُمَّ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنْ سو(۱۰۰)مرتبہ

اَغِثْنَا بِفَضْلِکَ وَ کَرَمِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط وَ یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ وَ صَلَّ اللہ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنْ

(ایک مرتبہ)

حضرت مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روزانہ کے چند معمولات

حضرت سیدنا و مرشدنا سلطان الاولیاء قدوۃ العارفین غوث الزمان قطب الارشاد و مشرف بمقام العبدیت والصدیقیت والامامت والاحسان پیر پیران خواجہ خواجگان علامہ مولانا اخندزادہ سیف الرحمن صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تصنیف **ھدایۃ السالکین** کے صفحہ ۲۸۶ پر فرماتے ہیں:

"یہاں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اپنے چند مختصراً معمولات بھی لکھتا ہوں تاکہ طالبین حق کے لئے مشعل راہ بنے۔

فاقول و باللہ التوفیق۔

حکایت کے طور پر کہتا ہوں کہ فقیر پر مصائب، مشکلات، امتحانات، اور بیماریاں بہت زیادہ ہیں کہ تمام مصائب کا لکھنا قلم کے احاطہ سے باہر ہے۔ تقریباً آٹھ بڑے بڑے دائمی امراض فقیر کے بدن پر ہمہ وقت رہتے ہیں، **الا شاذاً و نادراً۔**

اور فقیر کی عمر بھی ۶۷ سال کے لگ بھگ ہے اس لئے ضعف اس فقیر پر غالب رہتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ علی الدوام بارہ رکعات تہجد اور تہجد کے بعد طلوع تک چھ سو چھبیس (۶۲۶) مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں اور اگر یہ وقت میسر نہ ہو تو شب و روز میں ضرور بالضرور ۶۲۶ مرتبہ استغفار پورا کرتا ہوں موافق سلسلہ قادریہ و سہروردیہ۔ صبح طلوع ہوتے ہی سنت فجر ادا کرتا ہوں پھر مسنونہ تکیہ کے بعد اکتالیس مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھتا ہوں جس میں **بسم اللہ الرحمن الرحیم** میں میم کسرہ الحمد کی لام سے ضم کرتا ہوں اور ایک ہی سانس سے سورۃ فاتحہ پڑھتا ہوں جو کہ برکات کثیرہ اور اتفاق کا سبب ہے۔ پھر نماز فجر جامع مسجد میں باجماعت ادا کرتا ہوں، ۴۰ سے لیکر ستر (۷۰) یا اسی (۸۰) آیات نماز فجر میں تلاوت کرتا ہوں۔ نماز فجر کے بعد حلقہ مسنونہ بناتا ہوں اور قاری صاحب سے سورۃ یٰسین کی تلاوت سنتا ہوں۔ پھر نماز اشراق تک کبھی علوم و معارف کا مباحثہ ہوتا ہے، کبھی احیاء سنت کی ترغیب ہوتی ہے، کبھی عقائد اجماعیہ سنیہ کا بیان ہوتا ہے، کبھی نعت خوانی اور ذکر اور اذکار کے ساتھ ساتھ بیعت کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ کبھی مسنونہ عادات کے موافق تعبیر الرؤیا بیان کئے جاتے ہیں، اگر کسی نے خواب دیکھا ہو وہ بیان کیا جاتا ہے اور مناسب تعبیر کیجاتی ہے۔ توجہ اور دیگر سلاسل کے اسباق تلقین کرنے کا سلسلہ بھی کبھی جاری رہتا ہے، **علی حسب مقتضی الحال۔** سورج طلوع ہونے کے بعد نماز اشراق چار رکعت دو دو رکعات کی نیت سے ادا کرتا ہوں حتی المقدور مسجد میں کھانے پینے سے احتراز کرتا ہوں جو کہ مکروہ فعل ہے اور اگر کسی ضرورت داعیہ کی بنا پر کچھ کھاتا پیتا ہوں تو اعتکاف کی نیت کرنے کے بعد کھاتا ہوں۔ نماز اشراق کے بعد خانقاہ شریف میں جاتا ہوں اور مقیمین کے ساتھ ساتھ جہاں بہت سارے مہمان بھی ہوتے ہیں تو انکے ساتھ خانقاہ شریف میں ناشتہ کرتا ہوں اور چائے پیتا ہوں۔ چائے روٹی کی ابتداء اور اختتام نمک سے کرتا ہوں۔ پھر وقت ضحیٰ تک ضروری علوم و معارف اور دقائق سلوک پر بحث و مباحثہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد

گھر جاتا ہوں اور وضو کرنے کے بعد تحیۃ الوضوء اور صلوۃ الضحیٰ ادا کرتا ہوں پھر کم از کم تین پارہ تلاوت کرتا ہوں پھر بعض ضروری گھریلو ضروریات اور مہمانوں کے حقوق، بیویوں کے حقوق، اولاد کے حقوق، ہمسایوں کے حقوق اور یتیموں کے حقوق سے فارغ ہونے کے بعد میں مسنون قیلولہ کرتا ہوں۔

قیلولہ سے فراغت کے بعد نماز ظہر کے لئے تیاری کرتا ہوں، نماز ظہر باجماعت جامع مسجد میں طوال مفصل اور کبھی اوساط مفصل سے پڑھتا ہوں۔ موسم گرما میں نماز ظہر میں تاخیر کرتا ہوں جو کہ احناف کا مذہب ہے اور امر مستحسنہ ہے۔("أبْرِدوا بالظُّهرِ، فإنَّ حَرَّها مِن فَيْحِ جهنَّمَ"[1]) بلکہ تمام نمازوں کو مستحب وقت پر قراءت مسنونہ کیساتھ ادا کرتا ہوں۔ کما حققہ فقھاء الاحناف رحمھم اللہ تعالیٰ۔ نماز ظہر کے بعد سورۃ فتح کے آخری رکوع کی تلاوت قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنتا ہوں پھر ذکر کی صحبت توجہ اور بیعت کا سلسلہ تقریباً اذان عصر تک جاری رہتا ہے اور کبھی علوم و معارف رموز و اشارات، عقائد ماتریدیہ، تردید فرق ضالہ اور کمالات باطنیہ کا بیان ہوتا ہے کبھی مقامات تصوف، طریق نقشبندیہ، علو نسبت مجددیہ اور دیگر مقتضی الحال کی مناسبت سے موضوعات پر بحث و مباحثہ ہوتا ہے۔ اذان عصر کے بعد گھر جاتا ہوں وضو کرنے کے بعد عصر کی نماز وقت مستحبہ پر جامع مسجد میں باجماعت اوساط مفصل کے ساتھ پڑھتا ہوں کم از کم پندرہ (۱۵) آیات نماز عصر میں تلاوت کرتا ہوں پھر نماز کے بعد حلقہ مسنونہ بناتا ہوں اور ختم خواجگان پڑھتا ہوں۔

اسکے بعد ایک مجود قاری سے سورۃ نبأ کی تلاوت سنتا ہوں اور جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد سورۃ عم کے بعد سورۃ کہف کی تلاوت سنتا ہوں مع الخلفاء رحمھم اللہ تعالیٰ، و المریدین رحمھم اللہ تعالیٰ۔ پھر آذان مغرب تک نعت خوانی اور ذکر و توجہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ نماز مغرب کو قصار مفصل کیساتھ جامع مسجد میں باجماعت پڑھتا ہوں پھر گھر جاتا ہوں اور چھ رکعات صلوٰۃ اوابین ادا کرتا ہوں اور سورۃ یٰسین اور سورۃ واقعہ نماز مغرب کے بعد تلاوت کرتا ہوں، پھر خانقاہ شریف میں آتا ہوں اور مہمانوں کے ساتھ بیٹھتا ہوں اور مقیمین بھی شامل ہوتے ہیں، تو اکٹھے طور پر روٹی کھاتے ہیں۔ پھر ہاتھ دھونے کے بعد نماز عشاء تک توجہ، صحبت، ذکر، طریقت کے اہم مسائل اور مقامات، آداب طریقت کی تعلیم، اخلاق حمیدہ کی تلقین، حب للہ اور بغض فی اللہ کی تائید، مشائخ ماسبق رحمہم اللہ تعالیٰ کے تعجب انگیز اور باعبرت واقعات، مصائب اور مشکلات پر صبر کرنے کی تلقین، استقامت علی الشریعۃ، جمع بین الشریعۃ والطریقۃ، اتباع سنت کی تائید وغیرھا مختلف موضوعات پر مختلف مواقع میں علی حسب مقتضی الحال کافی شافی اور مدلل بحث ہوتی رہتی ہے۔ جس میں متعدد علماء فحول رحمہم اللہ تعالیٰ بھی تشریف فرما ہوتے ہیں۔ مغرب کے ڈیڑھ گھنٹہ بعد اذان عشاء ہوتی ہے اور وقت مستحبہ پر رات کے ثلث اول کے اختتام سے پہلے نماز عشاء مسجد

---

[1] أخرجه ابن ماجه (٦٧٨)، وأحمد (٨٩٠٠)

جامع میں باجماعت اوساط مفصل کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ نماز وتر کے بعد دو دفعہ خفیہ اور تیسری دفعہ جہراً (سبحٰن الملک القدوس) پڑھتا ہوں پھر آیت الکرسی کلمہ تمجید، کلمہ توحید وغیرھا اذکار مسنونہ کے بعد تین دفعہ دعا مانگتا ہوں جو کہ مسنون اور مستحب امر ہے، اس کے بعد سورۃ ملک کی تلاوت مجود قاری سے سنتا ہوں اور الم سجدۃ گھر میں تلاوت کرتا ہوں۔ اگر جمعہ کی شب ہو تو نماز عشا کے بعد توجہ، ذکر و صحبت، بیعت، نعت خوانی اور تلقین اسباق کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور کافی دیر تک جاری رہتا ہے پھر گھر جاتا ہوں اور طریقہ نقشبندیہ کے چھتیس مراقبات، طریقہ چشتیہ کے چار اسباق (یعنی ھو۔۔ اللہ ھو۔۔ ھو اللہ۔۔ انت الھادی انت الحق لیس الھادی الا ھو) دھراتا ہوں۔

مولانا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیات طیبہ میں فقیر نے خواب دیکھا کہ روزانہ چھ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرو تو مولانا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیات میں علی الدوام بلاناغہ چھ ہزار مرتبہ درود شریف فقیر کا روزانہ کا معمول تھا اور اب چونکہ مسترشدین ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور ان کی تربیت اور ارشاد فقیر کی ذمہ داری ہے اس لئے کبھی روزانہ یہی مذکورہ معمول ادا کرتا ہوں اور کبھی رہ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ قادریہ اور سہروردیہ شریفہ کے اسباق روزانہ پڑھتا ہوں۔

اس فقیر کے معمولات میں سے یہ بھی ہے کہ سال میں تین رات ضرور بالضرور اپنے مریدین سمیت شب بیداری کرتا ہوں (۱) شب ۲۷ رمضان، (۲) شب ۱۵ شعبان، اور (۳) شب ۱۲ ربیع الاول اور شب معراج ۲۷ رجب المرجب کو بھی شب بیداری بعقیدہ استحباب وبنیت حصول برکات کرتا ہوں۔ اسی طرح ۹ شوال کو اپنے شیخ مبارک مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہ کا عرس مناتا ہوں ۲۸ صفر المظفر کو امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عرس مبارک مناتا ہوں کہ جو اس مبارک ہستی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سالکین کو خواب اور کشوف میں امر کیا تھا کہ فقیر سیف الرحمن سے کہو کہ میرا عرس منائیں۔

۱۲ ربیع الاول پر عید میلاد النبی ﷺ مناتا ہوں۔ ماہ رمضان المبارک (جو کہ جمیع خیرات اور برکات کا جامع ہے) میں دو (۲) دفعہ ختم قرآن پاک تراویح میں کرتا ہوں اور رمضان میں ظہر کی نماز کے بعد عصر تک تلاوت کرتا رہتا ہوں تاکہ جمیع کمالات ذاتی اور شیونی اور برکات اصلی وخیرات ظلی میسر ہو جائیں جیسا کہ امام مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکتوب ۴۵ جلد ۱ میں واضح کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس مہینے کی جمعیت تمام سال کی جمعیت کا سبب ہے اور اس مہینے کا تفرقہ بھی تمام سال کے تفرقہ کا سبب ہے۔ اس لئے رمضان المبارک کو پوری جمعیت کیساتھ گزارتا ہوں۔ کئی سال تک اس فقیر نے مکتوبات شریف کی تدریس کی ہے اور اب بھی روزانہ نماز فجر کے بعد مکتوبات شریف کی تدریس کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ مہمانوں، مسافروں، مساکین، ہمسایوں، بیویوں، اور دیگر ارباب حقوق خواہ اولاد ہو یا تلامذہ ہو تمام کے تمام حقوق ظاہری باطنی کا خیال رکھتا ہوں اور

تمام کے حقوق پورا کرتا ہوں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی جملہ اقسام کا پورا خیال رکھتا ہوں اور عبادات و معاملات میں احکام شرعیہ کی پوری پابندی کرتا ہوں۔

شریعت اور طریقت دونوں راستوں کے لصوص، مبتدعین اور ناقصین سے بالکلیہ اجتناب کرنے والا ہوں۔ بغیر شرعی دلیل کے کسی چیز کے جواز یا حرمت کا فتویٰ نہیں دیتا ہوں۔ اپنے فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کا تابع ہوں۔ متعدد شدید امراض جسمانی کے باوجود بھی جماعت کا ترک کرنا فقیر کی عادت نہیں، اور ان مذکورہ معمولات حسنہ کی دعوت اپنے مریدوں رحمہم اللہ تعالیٰ اور تمام امت مسلمہ کو دیتا ہوں۔"

فقیر سید احمد علی شاہ کہتا ہے میں نے حضرت مبارک صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اذکارِ معصومیہ پڑھنے کی اجازت مانگی تو حضرت مبارک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ہمارا بھی معمول ہے اور اس کے پڑھنے سے میں بہت خوش ہوتا ہوں۔ اسی طرح حزب الاعظم بھی حضرت مبارک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں سے ہے۔

تَذْکِرَۃُ اَسْمَآءِ مُبَارَکَۃٍ لِمَشَائِخِ عَظَّامِ السَّلْسَلَۃِ الْعَالِیَۃِ الطَرِیْقَۃِ الصِّدِّیْقِیَّۃِ النَّقْشْبَنْدِیَۃِ الْمُجَدِّدِیَۃِ الْمَعْصُوْمِیَّۃِ الشَّمْسِیَّۃِ الْمَوْلُوِیَّۃِ الْھَاشِمِیَّۃِ السَّیْفِیَۃِ بِالسَّنَدِ الْمُتَّصِلِ مِنْ شَیْخِنَا الْاَمْجَدِ اِلَی النَّبِیِّ الْاَکْرَمِ ﷺ مَعَ الْاَدْعِیَۃِ الْمُبَارَکَۃِ بِالتَّوَسُّلِ بِھِمْ لِلتَّبَرُّکِ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُ اللّٰہَ تَعَالٰی وَ نُثْنِیْ عَلَیْہِ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

(۱) اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا لِذَاتِکَ الْعَظِیْمِ وَ نَبِیِّکَ الْکَرِیْمِ وَ انْشُرْ عَلَیْنَا رَحْمَۃً مِّنْ رَّحْمَۃِ مَنْ مَّا اُرْسِلَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ الَّذِیْ ذِکْرُہٗ ذِکْرُکَ وَ طَاعَتُہٗ طَاعَتُکَ وَ ھُوَ اَحْمَدُ الَّذِیْ مَا حَمِدَکَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلْقِ کَمَا حَمِدَکَ وَ ھُوَ مُحَمَّدُنِ الَّذِیْ یُحْمَدُ حَمْدًا بَعْدَ حَمْدٍ لَا یَخْتِمُ حَمْدُہٗ اَبَدًا لِاَنَّ رَبَّہٗ یَحْمَدُہٗ اَبَدًا بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْکَوْنَیْنِ رَسُوْلِ الثَّقْلَیْنِ صَاحِبِ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی ﷺ۔

(۲) اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا صِدْقًا وَّ اِیْثَارًا وَّ سِرًّا مِّنْ اَسْرَارِ الْعِشْقِ وَ رَمْزًا مِّنْ رُّمُوْزِ الصِّدِّیْقِیَّۃِ وَ عِتْقًا مِّنَ النَّارِ وَ ھِمَّۃً تَبْکِیْرٍ لِحُصُوْلِ صَالِحِ الْاَعْمَالِ بِحُرْمَۃِ اَفْضَلِ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ بِتَحْقِیْقِ الْاَئِمَّۃِ وَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ عَلَی التَّحْقِیْقِ خَلِیْفَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ وَزِیْرِہِ الْمُکَرَّمِ سَیِّدِنَا اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳) اَللّٰھُمَّ اَفْرِغْ عَلَیْنَا حُبَّ اَھْلِ الْبَیْتِ الْعِظَامِ وَ اَدْخِلْنَا فِیْ زُمْرَۃِ خُدَّامِ الْعِتْرَۃِ وَ ارْزُقْنَا سِلْمًا فِی الدِّیْنِ بِحُرْمَۃِ الصَّحَابِیِّ (الْغَرِیْبِ الْمَعْدُوْدِ) مِنْ اٰلِ بَیْتِ الرَّسُوْلِ اسَیِّدِنَا سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ الْمُکَرَّمِ الْمَقْبُوْلِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۴) اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَنَا قِسْمَةً وَّحَظًّا مِّنْ حُظُوْظِ الْوَلَايَةِ وَبَارِکْ عَلَيْنَا مِنْبَرَکَاتِ اٰلِ اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ وَقَسِّمْ لَنَا اسْتِقَامَةً عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْویٰ وَارْزُقْنَا لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاَقْسَامِ بِحُرْمَةِ اَحَدِ الْفُقَهَاءِ السَّبْعَةِ الْاِمَامِ الْهُمَامِ الْمُؤَيَّدِ بِالتَّوْفِيْقِ سَيِّدِنَا قَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّيْقِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵) اَللّٰھُمَّ اَفِضْ عَلَيْنَا فَيْضًا مِّنْ فُيُوْضَاتِ وَلَايَةِ اٰلِ عَلِیٍ رضی اللہ عنہ وَفَاطِمَةَ رضی اللہ عنہا وَسُلَالَةِ الْحَسَنَيْنِ الْكَرِيْمَيْنِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَطَهِّرْ قُلُوْبَنَا بِطَهَارَةِ اٰلِ النَّبِيِّا تَطْهِيْرًا كَامِلًا بِحُرْمَةِ اِمَامِ الْاَئِمَّةِ الَّذِیْ هُوَ بِالْحَقِّ نَاطِقٌ اَلْاِمَامِ سَيِّدِنَا جَعْفَرِ الصَّادِقِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶) اَللّٰھُمَّ اَوْصِلْنَا اِلٰى مَنَازِلِ اَهْلِ الْقُلُوْبِ وَاَدْخِلْنَا مُدْخَلَ صِدْقِ الْعَارِفِيْنَ وَحَصِّلْ مَا فِیْ صُدُوْرِنَا وَخَصِّصْنَا بِفَقْرِ اَهْلِ الْعِفَّةِ وَالْعَافِيَةِ وَاُولِی الْوِجْدَانِ بِحُرْمَةِ الْمُؤَيَّدِ بِالتَّايِيْدِ الْاِلٰهِیِّ صَاحِبِ الْفَيْضِ الْاِلْهَامِیْ سَيِّدِنَا سُلْطَانِ الْعَارِفِيْنَ اَبِیْ يَزِيْدِ الْبُسْطَامِیْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۷) اَللّٰھُمَّ اهْدِنَا صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ مَنْ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ وَاجْعَلْنَا مِمَّنْ اَنَابَ اِلَيْکَ وَمِنَ الَّذِيْنَ يَجِدُوْنَ الْفَيْضَ مِنْ اَهْلِ الْبَرَازِخِ وَاكْشِفْ عَلَيْنَا اَحْوَالَ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ بِحُرْمَةِ الْمَحْبُوْبِ السُّبْحَانِیْ غَوْثِ السَّالِكِيْنَ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ اَبِی الْحَسَنِ الْخَرْقَانِیْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۸) اَللّٰھُمَّ يَا عَالِمَ السَّرَائِرِ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِیَ لِنَعْمَلَ حَسْبَ حِكْمَةِ الْعِلْمِیِّ وَالْعَمَلِیِّ فِیْ سِجْنِ الدُّنْيَا عَلٰى مَا يَشَاءُ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ وَيَرْضٰى عَنَّا رَسُوْلُهٗ ا وَنَرَا هُمَا فِیْ رُؤْيَانَا بِحُرْمَةِ النَّشْوَانِ مِنْ رَحِيْقِ الْحُبِّ السَّرْمَدِیِّ قُطْبِ الْوَاصِلِيْنَ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ اَبِی الْحَسَنِ عَلِیِّ نِ الْفَارْمِدِیْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۹) اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مُنْبَسِطِيْنَ بِعِبَادَتِکَ وَاتِّبَاعِ رَسُوْلِکَ الْاَمِيْنِ اوَ وَفِّقْنَا لِاٰرَاءِ مَا لَزِمْنَا مِنَ الْعَهْدِ وَالْمِيْثَاقِ وَاجْعَلْنَا مِنَ الْمَقْبُوْلِيْنَ عِنْدَ الْخَلَائِقِ بِحُرْمَةِ غَوْثِ الصَّمْدَانِیْ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ اَبِیْ يُوْسُفَ الْهَمَدَانِیْ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

(۱۰) اَللّٰھُمَّ يَا وَهَّابُ هَبْ لَنَا نِعْمَةَ الْعِرْفَانِ وَاَعْطِنَا نُوْرَ الْاِيْقَانِ وَعَرِّفْنَا حُقُوْقَنَا وَحُقُوْقَ اِخْوَانِنَا الْمُسْلِمِيْنَ وَوَفِّقْنَا اَنْ نُّؤَدِّیَ فَرَائِضَنَا كَمَا يَنْبَغِیْ بِحُرْمَةِ قُطْبِ الرَّبَانِیْ غَوْثِ الْخَلَائِقِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ عَبْدِ الْخَالِقِ الْغُجْدَوَانِیْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۱) اَللّٰھُمَّ يَا حَمِيْدُ اجْعَلْنَا مِنَ الْحَامِدِيْنَ وَالسَّالِكِيْنَ لِنَيْلِ مَرَاتِبِ السُّلُوْکِ وَيَسِّرْ عَلَيْنَا عَمَلَ الصَّعَالِيْکِ وَاَدْرِجْنَا فِیْ مَدَارِجِ السَّابِقِيْنَ اِلَى الْمَنَازِلِ الْعَالِیْ بِحُرْمَةِ الْمُسْتَلِقِ عَنِ الْحِجَابِ الْبَشَرِیِّ قُطْبِ الْاَصْفِيَاءِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ الْعَارِفِ الرِّيْوْگَرِیْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۲) اَللّٰھُمَّ يَا عَزِيْزُ مِنْ كُلِّ عَزِيْزٍ تَعَزَّزْتَ بِالْعِزَّةِ اَعِزَّنَا فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَنَجِّنَا مِنْ خِزْیِ الدَّارَيْنِ لِاَنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ ا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ بِحُرْمَةِ الْمُعَرِّضِ عَنِ الْمُرَادِ الدُّنْيَوِیِّ وَالْاُخْرَوِیِّ شَيْخِ الْمَشَائِخِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ مَحْمُوْدِ الْاِنْجِيْرِیِّ الْفَغْنَوِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۳) اَللّٰھُمَّ یَا نُوْرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَزِلْ عَنْ قُلُوْبِنَا نِقَطَ السَّوْدَاءِ مِنَ السَّیِّاٰتِ وَاجْعَلْ لَطَائِفَنَا مُشْرِقَۃً بِنُوْرِ الذِّکْرِ کَمَا اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا بِحُرْمَۃِ الْوَالِہِ فِیْ مَحَبَّۃِ مَوْلَاہُ الْغَنِیِّ الْمَعْرُوْفِ بِحَضْرَۃِ سَیِّدِنَا عَزِیْزَانِ عَلِیِّ الرَّامِتَنِیْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۴) اَللّٰھُمَّ یَا رَبَّ الْاِصْبَاحِ وَالْفَلَقِ اِکْشِفْ عَنْ فُؤَادِنَا حِجَابَ الْغَفْلَۃِ وَضَعْ عَنْ اَجْسَامِنَا کَلَالَ الرِّیَاضَۃِ وَثِقْلَ وَطْیِٔ اللَّیَالِیْ وَسَھِّلْ عَلَیْنَا تَحَمُّلَ اَعْمَالِ الْمَسْنُوْنَۃِ وَاجْعَلْنَا مَسْرُوْرِیْنَ بِالنَّوَالِ بِحُرْمَۃِ الْمُقْبِلِ عَلَی اللہِ وَلِمَا سِوَاہُ نَاسٍ قُطْبِ الْاَتْقِیَاءِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ بَابَا سَمَاسِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۵) اَللّٰھُمَّ یَا خَالِقَ کُلِّ شَیْئٍ وَیَا مُصَوِّرُ نَقِّشْ عَلٰی قُلُوْبِنَا اِسْمَ ذَاتِکَ اللہ بَلِ التَّجَلِّی الْمَعْرَاۃِ عَنِ الْجِھَاتِ السِّتَّۃِ وَاکْتُبْ تَحْتَہٗ اِسْمَ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ لِیَکُوْنَ نَقْشُھُمَا مُتَّصِلًا کَقَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاِذًا یَتِمُّ ذِکْرُکَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ عَنْ قُلُوْبِھِمْ ذِکْرَ اللہِ بِحُرْمَۃِ مَنْبَعِ الْمَعَارِفِ وَالْکَمَالِ رَئِیْسِ السَّادَاتِ السَّیِّدِ اَمِیْرِ کُلَالٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۶) اَللّٰھُمَّ یَا دَائِمُ بِلَا زَوَالٍ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا عَلٰی طَرِیْقِ الْحَقِّ وَاسْلُکْ بِنَا سُلُوْکَ الْاَولیاءِ وَاھْدِنَا وَذُرِّیَّاتِنَا وَجَمِیْعَ مُتَعَلِّقِیْنَا سُبُلَ الصّٰلِحِیْنَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْکَ وَاِنَّکَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ بِحُرْمَۃِ اِمَامِ الطَّرِیْقَۃِ غَوْثِ الْخَلِیْقَۃِ بَدْرِ الْمِلَّۃِ وَالدِّیْنِ ذِی الْفَیْضِ الْجَارِیِّ وَالنُّوْرِ السَّارِیِّ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ الْبُخَارِیِّ الْاُوَیْسِیِّ الْمَعْرُوْفِ اَلشَّاہِ نَقْشْبَنْدِ وَخَوَاجِہِ مُشْکِلْکُشَا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۷) اَللّٰھُمَّ یَا مُطْلِقَ الْاَسِیْرِ حَرِّرْ رِقَابَنَا عَنْ رِقِّ الْعِصْیَانِ وَالْغَوَایَۃِ وَاَعْتِقْ قُلُوْبَنَا عَنْ قَیْدِ الطَّوَاغِیْتِ کَمَا اَعْتَقْتَ سَیِّدِنَا یُوْسُفَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَنْ رِقِّ الْعُبُوْدِیَّۃِ وَارْزُقْنَا خَیْرَ الدَّارَیْنِ وَارْزُقْنَا رِزْقًا کَرِیْمًا وَّاسِعًا لِّخِدْمَۃِ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ بِحُرْمَۃِ مِفْتَاحِ خَزَائِنِ الْاَسْرَارِ قُطْبِ الْاَقْطَابِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ مُحَمَّدِنِ الْبُخَارِی اَلْمَعْرُوْفِ بِعَلَاءِ الدِّیْنِ الْعَطَّارِیْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۸) اَللّٰھُمَّ یَا وَلِیَّ الْاَولیاءِ اِزْھَدْنَا فِی الدُّنْیَا وَتَوَلَّنَا فِیْ مَنْ تَوَلَّیْتَ فِی الْاُوْلٰی وَالْاُخْرٰی وَاجْعَلْ ذَاتَکَ الْکَرِیْمَ وِجْھَۃً لَّنَا لِنُوَلِّیْھَا کَمَا قُلْتَ وَلِکُلٍّ وِّجْھَۃٌ ھُوَ مُوَلِّیْھَا لِنَسْتَبِقَ الْخَیْرَاتِ بِحُرْمَۃِ الْمَوْرِدِ لِتَوَاتُرِ عِنَایَاتِ الْبَارِی مَوْلَانَا سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ یَعْقُوْبِ الْچَرْخِیِّ الْحِصَارِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹) اَللّٰھُمَّ یَا جَاعِلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ صَقِّلْ قُلُوْبَنَا لِتَکُوْنَ کَالدُّرَرِ الْغُرَرِ وَاَذِقْنَا لَذَّۃَ الذِّکْرِ وَحَبِّبْ اِلَیْنَا ذِکْرَکَ لِنَکُوْنَ مِصْدَاقَ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ بِحُرْمَۃِ مُرَوِّجِ الدِّیْنِ وَمُقَوِّی الْمَشْرَبِ النَّقْشْبَنْدِی قُطْبِ الْاَولیاءِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ عُبَیْدِ اللہِ الْاَحْرَارِ السَّمَرْقَنْدِیِّ الْمَعْرُوْفِ بِخَوَاجَہ اَحْرَار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۰) اَللّٰھُمَّ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ اَطِقْنَا اَنْ نَکُوْنَ مِنَ الصَّادِقِیْنَ وَمَکِّنَّا فِیْ صُفُوْفِ الْعَارِفِیْنَ وَاجْعَلْنَا مِمَّنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ وَزِدْنَا ھُدًی بِحُرْمَۃِ الرَّاکِعِ السَّاجِدِ شَیْخِ الْمَشَائِخِ مَوْلَانَا سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ زَاھِدٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۱) اَللّٰهُمَّ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَقِمْنَا عَلٰى طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ نَبِيِّكَا وَعَامِلْنَا عَلٰى شَاكِلَتِكَ وَصَيِّرْنَا بَاقِيْنَ بِذَاتِكَ الْعَظِيْمِ فِيْ حَرَمِ رَءُوْفٍ رَّحِيْمِ الَّذِيْ يَذْكُرُكَ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ وَحِيْنٍ بِحُرْمَةِ الْمُكَرَّمِ الْمُجَدِّدِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ مَوْلَانَا دَرْوِيْش مُحَمَّدٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۲) اَللّٰهُمَّ يَا مُحْيِيَ اَحْيِ قُلُوْبَنَا حَيَاةً طَيِّبَةً وَّجَدِّدْ اِيْمَانَنَا فِيْ كُلِّ لَمْحَةٍ وَاَصْلِحْ اَعْمَالَنَا وَاَدْخِلْنَا فِي الرَّبَّانِيِّيْنَ وَاَفِضْ عَلَيْنَا مِنْ فُيُوْضَاتِ الْقَيُّوْمِيَّةِ وَاَرِنَا مَنَاهِجَ تَجْدِيْدَاتِ الرَّبَّانِيْ بِحُرْمَةِ الْمَوْلَى الْكَرِيْمِ السُّنِّيِّ مَوْلَانَا خَوَاجَگی السَّمَرْقَنْدِی الْاَمْكَنْگِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۳) اَللّٰهُمَّ يَا مُنْقِذَ الْهَلْكٰى وَيَا مُنْجِيَ الْغَرْقٰى اَخْرِجْنَا مِنْ ظُلُمٰتِ الْوَهْمِ وَاَكْرِمْنَا بِنُوْرِ الْفَهْمِ وَالْيَقِيْنِ وَاحْفَظْنَا مِنْ مَّكَائِدِ الشَّيْطٰنِ وَشَرِّ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَاٰتِنَا الْعُرْوَةَ الْوُثْقٰى لِنَسْتَمْسِكَ بِهَا مَحْيَانَا وَمَمَاتَنَا بِحُرْمَةِ الْقُطْبِ الَّذِيْ لِصَهْبَاءِ الْحُبِّ الذَّاتِيْ هُوَ السَّاقِيْ مُؤَيِّدِ الدِّيْنِ الرَّضِي سَيِّدِنَا الشَّيْخِ مُحَمَّدِنِ الْبَاقِي رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۴) اَللّٰهُمَّ يَا مُتَمِّمَ نِعْمَتِكَ عَلٰى اَهْلِ الْاِسْلَامِ ثَبِّتْنَا عَلٰى عَقِيْدَةِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ مُخْلِصِيْنَ لَكَ الدِّيْنَ مَعَ الْحُجَّةِ وَالْبُرْهَانِ سَاعِيْنَ فِي الْعِبَادَةِ حُنَفَآءَ لِحُصُوْلِ الْاِحْسَانِ وَاِقَامَةِ دِيْنِ الْقَيِّمَةِ وَحَصُوْلِ اَعْلٰى اَسْرَارِ السُّلُوْكِ وَدَقَائِقِ الْعِرْفَانِ مَعَ الْعَافِيَةِ وَالْعَفْوِ وَالْاِيْقَانِ بِحُرْمَةِ قُطْبِ الْمُدَقِّقِيْنَ وَغَوْثِ الْمُحَقِّقِيْنَ مَظْهَرِ الْعَجَائِبِ وَمَنْبَعِ الْاَسْرَارِ وَالْمَعَانِيْ وَوَاقِفِ تَاْوِيْلِ مُتَشَابِهَاتِ الْكِتَابِ وَاَسْرَارِ الْمُقَطَّعَاتِ الْقُرْآنِيَّةِ بِالْعِلْمِ الْوَهْبِيِّ اللَّدُنِيِّ وَكَانَ مُجَدِّدًا لِلْاَلِفِ الثَّانِيْ سَيِّدِنَا وَاِمَامِنَا الشَّيْخِ اَحْمَدَ الْفَارُوْقِي السَّرْهِنْدِي الْمَعْرُوْفِ الْاِمَامِ الرَّبَّانِيِّ الْمُجَدِّدِ لِلْاَلْفِ الثَّانِي رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَرْضَاهُ۔

(۲۵) اَللّٰهُمَّ يَا حَلَّ الْمُشْكِلَاتِ حَلِّلْ مُشْكِلَاتِنَا وَاجْعَلْنَا مُطِيْعِيْنَ لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ ﷺ عَامِلِيْنَ عَلٰى شَرِيْعَتِهٖ مُشِيْعِيْنَ فِيْ تَرْوِيْجِهَا وَتَبْلِيْغِهَا اَدَاءً لِحَقِّ الْبَلَاغِ بِحُرْمَةِ مَظْهَرِ النُّوْرِ اَمِيْنِ السِّرِ الْمَكْتُوْمِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ الْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَعْصُوْم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۶) اَللّٰهُمَّ يَا مَانِعُ بَعِّدْ عَنْ قُلُوْبِنَا غَفْلَةً وَّارْزُقْنَا سَلَامَةً مِّنْ كُلِّ مَا يَشْغَلُنَا عَنْ مَّعْمُوْلَاتِنَا الْاَوْرَادِيَّةِ وَاحْفَظْنَا مِنْ وَّسَاوِسِ الشَّيْطٰنِ وَالْاَوْهَامِ السَّاتِرَةِ لِلْقُلُوْبِ عَنْ مُّطَالَعَةِ الْغُيُوْبِ طَغٰى بِحُرْمَةِ الْمُسْتَغْرَقِ فِيْ لُجَّةِ بَحْرِ حَقِّ الْيَقِيْنِ سُلْطَانِ الْاَولِيَاءِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ مُحَمَّد صِبْغَةُ اللّٰهِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۷) اَللّٰهُمَّ يَا مُعْطِيْ اَوْصِلْنَا اِلٰى غَايَةِ طَرِيْقِ الْوَاصِلِيْنَ اِلٰى حَضْرَتِكَ وَنِهَايَةِ مَسَاكِنِ الْعَاكِفِيْنَ عِنْدَ مَقْعَدِ صِدْقٍ وَّفَقِّ وُسْعَتِنَا وَاَجِبْ دَعَوَاتِنَا وَاقْضِ حَاجَاتِنَا بِحُرْمَةِ الْمُشَرَّفِ بِالتَّجَلِّي الذَّاتِي وَالصِّفَاتِي وَالشُّئُوْنِي الشَّيْخِ مُحَمَّد اِسْمَاعِيْلَ الْمَعْرُوْفِ بِاِمَامِ الْعَارِفِيْنَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۸) اَللّٰهُمَّ يَا وَلِيَّ الْوَلَاءِ وَيَا كَاشِفَ الضُّرِّ وَالْبَلَاءِ اِكْشِفْ عَنَّا غِلَافَ الْكَسَلِ وَثِقْلَ النَّوْمِ وَاجْعَلْنَا مِصْدَاقَ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ بِحُرْمَةِ قُطْبِ الْوَقْتِ وَشَمْسِ الْوِلَايَةِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ غُلَام مُحَمَّد مَعْصُوْم اَلْمَعْرُوْفِ بِالْمَعْصُوْمِ الثَّانِي رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۹) اَللّٰھُمَّ یَا مُفَضِّلَ اَحْبَابِکَ بِکَمَالَاتِ الْفَاضِلَۃِ وَیَا مَنْ یَزِیْدُ قُرْبَھُمْ بِمُرَاقَبَاتِھِمُ الْکَامِلَۃِ بِفَضْلِکَ یَا ذَا الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ فَضِّلْنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْتَ تَفْضِیْلًا وَاَدْخِلْنَا فِیْ اَھْلِ الْفَضْلِ بِحُرْمَۃِ قُطْبِ الْاَقْطَابِ وَالْاَولِیَاءِ جَامِعِ الْکَمَالِ الصُّوْرِیِّ وَالْمَعْنَوِیِّ السَّیِّدِ الشَّاہ غلام مُحَمَّد اَلْمَعْرُوْف بِقُدْوَۃِ الْاَوْلِیَآءِ رَحِمَہُ اللّٰہُ تعالٰی۔

(۳۰) اَللّٰھُمَّ یَا مَنْ اِرَادَتُہٗ صِفَتُہُ الْاَزَلِیَّۃُ اَرَدْنَا رَضَاکَ فَارْضَ عَنَّا وَارْضِعْنَا نَبِیَّنَا رَسُوْلَکَ الْمُصْطَفٰی ﷺ وَاَرْضِنَا بِرِضَاکَ وَاَقِمْنَا فِیْ رَضَاکَ لِاَنَّ مَنْ رَضِیْتَ عَنْہُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا بِحُرْمَۃِ قَیُّوْمِ الزَّمَانِ الَّذِیْ ھُوَ فِی الْحَقِیْقَۃِ وَالْمَعْرِفَۃِ وَحِیْدٌ حَاجِی الْحَرَمَیْنِ الشَّرِیْفَیْنِ سَیِّدِنَا الشَّیْخ صَفِیِّ اللّٰہِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳۱) اَللّٰھُمَّ یَا قَدِیْمَ الْاِحْسَانِ وَیَا مَنْ اِحْسَانُہٗ فَوْقَ کُلِّ اِحْسَانٍ اَحْسِنْ اِلَیْنَا بِاِحْسَانِکَ الْقَدِیْمِ اَنْزِلْ عَلَیْنَا اَنْوَارَ مَرْتَبَۃِ الْاِحْسَانِ وَاجْعَلْنَا مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ بِحُرْمَۃِ مَحْبُوْبِ السُّبْحَانِ غَوْثِ الزَّمَانِ الَّذِیْ کَانَ فِیْ عَصْرِہٖ وَاَوَانِہِ الْفَرِیْدِ شَاہ مُحَمَّد ضِیَاءُ الْحَقِّ اَلْمَعْرُوْف بِحَضْرَت شَھِیْد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳۲) اَللّٰھُمَّ یَا مُنَزِّلَ رُوْحِ الْقُدُسِ اَیِّدْنَا بِہٖ وَرَوِّحْ اَرْوَاحَنَا بِرَاحَۃِ عِشْقِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مَحْبُوْبِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَاجْعَلْنَا فَائِزِیْنَ بِرُؤْیَۃِ جَمَالِہٖ مَنَامًا ثُمَّ یَقْظَۃً کَمَا قَالَ مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ بِحُرْمَۃِ مَعْدَنِ اَسْرَارِ الْحَقِیْقَۃِ قُطْبِ دَائِرَۃِ الْاِرْشَادِ مَقْبُوْلِ اللّٰہِ الصَّمَدِ الْقَوِیِّ حَاجِی الْحَرَمَیْنِ الشَّرِیْفَیْنِ اَلسَّیِّد شاہ ضِیَاء عرف سَیِّدِنَا میاں جی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳۳) اَللّٰھُمَّ یَا فَاتِحُ وَیَا خَیْرَ الْفَاتِحِیْنَ وَیَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ اِفْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ قُرْبِکَ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَھْلِ الْفُتُوْحَاتِ وَاجْعَلْ لَطَائِفَنَا مُنَوَّرَاتٍ بِنُوْرِ الذِّکْرِ وَاجْعَلْ مَشَائِخَنَا وَسَائِلَنَا لِحُصُوْلِ فَیْضِ التَّجَلِّیَاتِ لَا سِیَّمَا فَیْضِ شَانِ الْجَامِعِ وَالتَّجَلِّی الذَّاتِی الدَّائِمِی وَاجْعَلْنَا رَبَّنَا مِنْ اَھْلِ سُلْطَانِ الذِّکْرِ وَاَصْحَابِ الْوَصْلِ الْعُرْیَانِ بِحُرْمَۃِ غَوْثِ الْاَکْمَلِ وَالْفَرْدِ الْاَجَلِ مَخْزَنِ الْاَسْرَارِ الْاِلٰھِیَّۃِ وَمَعْدَنِ الْاَنْوَارِ اللَّامُتَنَاھِیَۃِ (بِمَعْنٰی لَا تَقِفُ عِنْدَ حَدٍّ) اَلْمُقْبِلِ عَلٰی مَوْلَاہُ الْمُعْرِضِ عَمَّنْ سِوَاہُ سُلْطَانِ اَھْلِ الْجَذْبَۃِ وَالسُّلُوْکِ سَیِّدِنَا اَلشَّیْخ شَمْسُ الْحَقِّ اَلْمَعْرُوْف حَضْرَتْ صَاحِبِ الْکَوْھِسْتَانِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳۴) اَللّٰھُمَّ یَا رَازِقُ ارْزُقْنَا الصِّدْقَ وَالصَّفَا وَالْبِرَّ وَالضِّیَاءِ وَالشُّکْرَ وَالْحَیَاءِ وَاَدْخِلْنَا فِیْ زُمْرَۃِ الصِّدِّیْقِیْنَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الصَّادِقِیْنَ بِحُرْمَۃِ شَیْخِ الْعَالَمِ قُطْبِ الْاَقْطَابِ قِبْلَۃِ اَھْلِ الْعِرْفَانِ وَکَعْبَۃِ اَصْحَابِ الْاِیْقَانِ غَوْثِ الثَّقَلَیْنِ الْمُسْتَضِیْءِ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ بِمِصْبَاحَیْنِ السَّیِّد اَلشَّاہ رَسُوْلِ الطَّالَقَانِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳۵) اَللّٰھُمَّ یَا رَازِقُ ارْزُقْنَا الصِّدْقَ وَالصَّفَا وَالْبِرَّ وَالضِّیَاءِ وَالشُّکْرَ وَالْحَیَاءِ وَالْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ وَالْیَقِیْنَ وَاَدْخِلْنَا فِیْ زُمْرَۃِ الصِّدِّیْقِیْنَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الصَّادِقِیْنَ بِحُرْمَۃِ رَئِیْسِ الْاَولِیَاءِ سُلْطَانِ الْاَصْفِیَاءِ قُطْبِ الْاِرْشَادِ وَغَوْثِ الْاَفْرَادِ حَامِی الشَّرِیْعَۃِ مُرَوِّجِ الطَّرِیْقَۃِ مَظْھَرِ الْحَقِیْقَۃِ ھَادِی الْخَلِیْقَۃِ مَنْظُوْرِ عَیْنِ اللّٰہِ الْقَوِیِّ مَنْبَعِ الْعِشْقِ الْحَقَّانِی حَضْرَتْ مَوْلَانَا مُحَمَّد ھَاشِمِ السَّمَنْجَانِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳۶) اَللّٰھُمَّ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنَا وَاسْقِنَا مِنْ غَیْثِ غَوْثِ الْاَغْوَاثِ وَرَوِّنَا مِنْ زُلَالِ بَحْرِہِ الْاَبْحُرِ وَاَشْرِقْ صُدُوْرَنَا بِنُوْرِ الْھُدٰی وَالتُّقٰی بِحُرْمَۃِ حُجَّۃِ الْعُرَفَاءِ الْکَامِلِیْنَ وَقُدْوَۃِ الْعُلَمَآءِ الرَّاسِخِیْنَ وَقُطْبِ الْمُحَقِّقِیْنَ وَنَائِبِ رَسُوْلِ

اللہِ ا فِی الْاَرْضِیْنَ بَحرِ الْمُدَقِّقِیْنَ وَمُرْشِدِ عِبَادِ اللہِ فِی الْعٰلَمِیْنَ وَمَخْزَنِ اَسْرَارِ الْاِلٰھِیَّۃِ وَمُزَیِّنِ اَطْوَارِ النَّقْشُبَنْدِیَّۃِ بَلِ السَّلَاسِلِ الْاَرْبَعَۃِ الْمَعْرُوْفَۃِ الْمُتَحَلّٰی بِالْحَقَائِقِ الْغَرِیْبَۃِ الْقُدْسِیَّۃِ وَالْمُنْفَرِدِ الْوَاصِلِ اِلٰی اَقْصٰی مَرَاتِبِ الْوَلَایَۃِ وَالْمُتَحَقِّقِ بِکَمَالَاتِ الْاِصَالَۃِ وَالْفَرْدِ الْکَامِلِ الْعَامِلِ بِالشَّرِیْعَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ وَالْاِنْسَانِ الْعَامِلِ شَیْخِنَا وَاِمَامِنَا وَھَادِیْنَا صَاحِبِ الْوَقْتِ قَیُّوْمِ الزَّمَانِ قُطْبِ الْاِرْشَادِ مُجَدِّدِ الْعَصْرِ الْحَاضِرِ حضرت آخوندزادہ سَیِّدِنَا سَیْفِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَارِیْ سَرْفِرَاز خان النَّقْشُبَنْدِی الْچِشْتِیِّ الْقَادِرِیِّ السُّھْرَوَرْدِیِّ الْمُجَدِّدِیِّ الْھَاشِمِیِّ الْحَنَفِیِّ الْمَاتُرِیْدِیِّ قَدَّسَنَا اللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ حَتّٰی یَصِلُوْا اَسَائِرَ الْمُسْتَرْشِدِیْنَ اِلٰی مَرَامِہٖ وَاَقْصٰی مَرَاتِبِہٖ وَیُدْرِکُوْا عَآمَّۃَ مِنْ عُلُوِّ مَقَاصِدِہٖ مَایَتَمَنَّاہُ اٰمِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(۳۷) اَللّٰھُمَّ یَا ذَا الْجُوْدِ وَالْعَطَاءِ وَیَا غَافِرَ الذَّنْبِ وَالْخَطَاءِ اِغْفِرْ لِسَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا حَضْرَتِ الْعَلَّامَۃِ الْفَھَّامَۃِ الْفَخَّامَۃِ خَادِمِ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ وَالْخَلِیْفَۃِ الْمُطْلَقِ لِھٰذَا الشَّیْخِ الْاَعْظَمِ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی عَاشِقِ اللہِ وَرَسُوْلِہٖ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وَمُحِبِّ الْاَوْلِیَآءِ وَالْعُلَمَآءِ الرَّبَّانِیِّیْنَ صَاحِبِ الْاَخْلَاقِ الْحَسَنَۃِ وَالْجُوْدِ وَالْاِخْلَاصِ وَالشَّجَاعَۃِ وَالتَّوَاضُعِ وَالْاَوْصَافِ الْجَمِیْلَۃِ لِلْاَوْلِیَآءِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْمُفْتِی الْعَلَّامَۃِ السَّیِّدْ اَحْمَدْ عَلِیْ شَاہْ الْحَنَفِیْ الْمَاتُرِیْدِیْ السَّیْفِیْ اَطَالَ اللہُ تَعَالٰی حَیَاتِہٖ وَاجْعَلْہُ وَاَوْلَادَہٗ وَاَھْلَہٗ وَاِخْوَانَہُ الْمُسْلِمِیْنَ وَالسَّالِکِیْنَ مِنَ الْمُسْتَمْسِکِیْنَ بِاَذْیَالِ اَھْلِ الْبَیْتِ وَبِحَبْلِ الْاَوْلِیَآءِ الْکَامِلِیْنَ الْوَاصِلِیْنَ الْمُتَوَسِّلِیْنَ وَالْاٰخِذِیْنَ بِرِدَاءِ اَحَبِّ الْخَلْقِ اِلَی اللہِ تَعَالٰی اَلَّذِیْ لَوْلَاہُ لَمَا خَلَقَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا وَلَا الْجَنَّۃَ وَلَا النَّارَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَارْزُقْنَا حُبَّہٗ ا وَحُبَّ اَھْلِہٖ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ وَوَرَثَتِہٖ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ وَالْعَمَلَ بِسُنَّتِہٖ وَسُنَّتِھِمْ وَالْاِسْتِقَامَۃَ عَلٰی ھَدْیِہٖ وَھَدْیِھِمْ وَارْزُقْنَا شَفَاعَۃَ الْاَمِیْنِ الْمَکِیْنِ عِنْدَکَ فِی الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیَامَۃِ اٰمِیْن یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

مناجات کہ انتساب او بامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اِلٰهِيْ كَمْ رَكِبْتُ عَلَى الْخَطَايَا — فَهَبْ لِيْ تَوْبَتاً قَبْلَ الْمَنَايَا
نَدِمْتُ نَدَامَتاً اَرْجُوْ اِلَيْكَ — سَتَغْفِرْ ذَلَّتِيْ رَبِّ الْبَرَايَا
اِلٰهِيْ مَا عَصَيْتُكَ مِنْ عِنَادٍ — وَلٰكِنْ شَقْوَتِيْ بَلَغَتْ مَنَايَا
اُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ — لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحاً
صَرَفْتُ الْعُمْرَ فِي لَهْوٍ وَلَعْبٍ — فَآهَا ثُمَّ آهَا ثُمَّ آهَا

مناجات کہ انتساب او بامام الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اِلٰهِيْ عَبْدُكَ الْعَاصِيْ اَتَاكَ — مُقِرٌّ بِالذُّنُوْبِ وَقَدْ دَعَاكَ
صَرَفْتُ الْعُمْرَ فِيْ لَهْوٍ وَّلَعْبٍ — سَبِيْلِيْ صِرْتَ خَالٍ عَنْ رِّضَاكَ
اِلٰهِيْ لَا اِلٰهَ سِوَاكَ فَارْحَمْ — عَلٰى مَنْ لَّا رَحِيْمَ لَهُ سِوَاكَ
وَجَائِكَ تَائِباً يَرْجُوْ رِضَاكَ — يُجَاوِزْ عَنْ ضَعِيْفٍ قَدْ جَفَاكَ
فَاِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ لِذَالِكَ اَهْلٌ — وَاِنْ تَطْرُدْ فَمَنْ يَّرْحَمْ سِوَاكَ
فَاِنْ اَكُ يَا مُهَيْمِنْ قَدْ عَصَاكَ — فَلَمْ اَسْجُدْ لِمَعْبُوْدٍ سِوَاكَ

(۱۰) باب نمبر دس: کلمات نقشبندیہ کے بیان میں

حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اپنے طریق کی بنا گیارہ کلمات پر رکھی ہے کہ وہ اصطلاحی ہیں اور اشغال واعمال کی طرف اشارہ ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) ہوش در دم (۲) نظر بر قدم (۳) سفر در وطن (۴) خلوت در انجمن

(۵) یاد کرد (۶) بازگشت (۷) نگہداشت (۸) یاد داشت

یہ آٹھ کلمات خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے اور ان کے بعد تین اصطلاحیں خواجہ بہاؤ الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں:

(۱) وقوف زمانی (۲) وقوف قلبی (۳) وقوف عددی

اب میں ان کلمات کی اپنی حیثیت کے موافق شرح کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھ کو اور سب مسلمانوں کو ان پر عمل کی توفیق عنایت فرمائے کیونکہ مقصود علم سے عمل ہے۔

(۱) ہوش در دم سے مراد ہے کہ ہمیشہ ہوشیار رہے اور تلاش میں رہے کہ کوئی سانس غفلت یا معصیت میں تو نہ گزرا، اگر معلوم ہو جائے تو استغفار کرے اور مبتدی کے واسطے بہت ضروری ہے کہ کوئی سانس اس کا غفلت میں نہ گزرے، یہاں تک سنبھال رکھے کہ حضور دائمی کو پہنچ جائے اور وقوف زمانی بھی یہی معنی رکھتا ہے۔ اتنا فرق ہے کہ ہوش در دم مبتدی کے واسطے ہر وقت ہر لحظہ ہر لمحہ کی سنبھال ہے اور وقوف زمانی توسط کے واسطے مناسب ہے کہ کچھ کچھ دیر بعد سنبھال کرے اور وقوف زمانی کو صوفیاء محاسبہ بھی کہتے ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ہوشیار وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو ڈرایا اور مابعد موت کے واسطے عمل کیا۔ اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا کہ اپنی حالتوں کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے اور ان کا وزن کرو قبل اس کے کہ وزن کئے جائیں اور مستعد ہو جاؤ عرض اکبر کے واسطے یعنی خدا کا سامنا جو قیامت میں ہو گا اس دن تم سامنے کئے جاؤ گے، تمہاری کوئی چیز نہ چھپ سکے گی اور اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں فرمایا ہے: وَاَنِیبُوا اِلٰی رَبِّکُم وَاَسلِمُوا لَهُ مِن قَبلِ اَن یَّاتِیَکُمُ الْعَذَابُ (اے بندو! اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے لئے اسلام لاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے) اور نیز قول اللہ تعالیٰ کا اَلْیَومَ نَختِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُکَلِّمُنَا بِاَیدِیهِم وَتَشهَدُ اَرجُلُهُم بِمَا کَانُوا یَکسِبُونَ (قیامت کے دن ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں اس بات کی جو کچھ وہ کیا کرتے تھے)۔

اسی مطلب میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

روز محشر ہر نہاں پیدا شود | خود بخود ہر مجرمے رسوا شود

قیامت کے دن ہر چھپی چیز ظاہر ہو جائے گی | اور خود بخود ہر ملزم اپنی خطاؤں کی وجہ سے ذلیل ہو گا

(۲) نظر بر قدم یعنی اپنی نگاہ پیروں کی طرف رکھنا: یہ ایک کلمہ ہے لیکن بہت سی خوبیوں سے پُر ہے، سب سے افضل بات یہ ہے کہ نیچی نظر رکھنا سنت ہے، سالک کو چاہیئے کہ اپنی نظر پاؤں کی طرف رکھے تاکہ نامحرم عورتوں پر نظر نہ پڑے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ عورت نامحرم پر نظر پڑنا ایک تیر ہے زہر آلود کہ بغیر ہلاکت کے چارہ نہیں۔ ہلاکت سے مراد نقصان ایمان اور رسوائی اور تباہی دارین ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ مکان دکان وغیرہ کی رنگ برنگ اشیاء پر نظر پڑنے سے خیال منتشر ہوتا ہے اور یکسوئی جو خدا کی طرف طالب کی ہوتی ہے اس میں فرق آتا ہے۔ تیسرا اس سے مراد یہ ہے کہ برائی اور نیکی کے قدم کو دیکھے کہ کون سا قدم غالب ہے۔ اگر برائی میں قدم آگے پیچھے دیکھے تو اس کو پیچھے ہٹائے اور نیکی کے قدم کو آگے بڑھائے، چوتھی مراد یہ ہے کہ اپنے قرب کو دیکھے کہ ترقی کا قدم کس جگہ ہے۔ پانچویں مراد یہ ہے کہ اپنی ولایت کو دیکھے کہ کس نبی کے قدم کے نیچے ہے کہ جس کی تشریح فصل طریقہ مجددیہ میں درج ہے۔

وقت رفتن بر قدم باید نظر | ہست سنت حضرت خیر البشر

چلتے وقت پاؤں پر نظر ہونی چاہیئے | کیونکہ یہ حضرت خیر البشر کی سنت ہے

اندریں حکمت بس ست وبیشمار | دیدہ خواہد طالب حق آشکار

اس میں بہت سی حکمتیں ہیں | کہ جس کو طالب خدا صاف دیکھے گا

اتباع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | میرساند نزد حق جل وعلا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی | اللہ تعالیٰ تک پہنچاتی ہے

(۳) سفر در وطن: اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی صفات بشریہ کو چھوڑ کر صفات ملکیہ کو حاصل کرے یعنی طلب جاہ ومال، عجب، حسد، بغض، کینہ، تکبر سے دل کو پاک کرے جب تک یہ خصائل رزائل دل میں بھرے ہوں گے تو نور خدا کا گزر کیونکر ہو سکتا ہے، اسی واسطے حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صد تمنا در دلا داری فضول | کے کند نور خدا در دل نزول

سینکڑوں آرزوئیں لغو تو دل میں تو رکھتا ہے | کب خدا کا نور تیرے دل میں نازل ہو گا

اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں — ایں خیال ست و محال ست و جنوں

تو خدا کو بھی چاہتا ہے اور ذلیل دنیا کو بھی — یہ محض خیال اور جنون اور محال بات ہے

جس چیز کی محبت سوائے خدا کے ہے یہی اس کا بت ہے جب تک بت خانہ کو توڑ کر خانۂ خدا نہ بنائے گا عند اللہ بت پرست کہلائے گا۔

اسی معنی میں حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بت پرستی می کنی ہم بت گری — شد دلت رشک بتان آذری

تو بت پرستی کرتا ہے اور بت بناتا ہے کہ — تیرا دل آذر کے بتوں کے لئے باعث رشک ہے

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سفر در وطن سے مراد یہ ہے کہ سیر آفاقی کو چھوڑ کر سیر انفسی کی طرف سفر کر۔ حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ لہٰذا جس دل میں خیال غیر خدا کا ہے وہ دل بھی مستحق نزول رحمت نہیں ہوتا۔ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ کی محبت کا خالص مزا چکھا تو اس نے اسکو طلب دنیا سے باز رکھا اور سب لوگوں سے وحشت زدہ کر دیا۔

کینہ و بغض و حسد حقد و ریا! — خود سری خود بینی و مکر و دغا

کینہ، بغض، حسد، حقد، اور ریا — خود سری خود بینی اور مکر و دغا

ایں خصائل ناقصہ را دور کن — قلب خود از یاد حق معمور کن

یہ بری عادتیں چھوڑ دے — اور اپنے دل کو یاد خدا سے آباد کر

تاشود قلب سیہ نور و ضیا — تاشود خانہ دلت خانہ خدا

تا کہ تیرا سیاہ دل منور و روشن ہو جائے — اور تیرا دل خانہ خدا بن جائے

(۴) خلوت در انجمن کا مطلب یہ ہے کہ دل ایسا خدا کے ساتھ مشغول رہے اپنے تمام حالات میں یعنی کھانے، پینے، بات کرنے، پڑھنے، پڑھانے، چلنے پھرنے بیٹھنے اور سونے وغیرہ میں، چاہے حالت اس کی پاکی کی ہو یا ناپاکی کی، یہاں تک مشغول رہے کہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف راسخ یعنی خوب پختہ ہو جائے، اسی واسطے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور اشارہ ہے حق تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ (میرے بندے وہ لوگ ہیں کہ جن کو

سوداگری اور لین دین میرے ذکر سے غافل نہیں کرتے) اور دل بیار دست بکار اسی آیت شریف کا ترجمہ ہے، اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سفر در وطن خلوت در انجمن کا مطلب حاصل ہو جاتا ہے، خلوت در انجمن سے یہ مراد ہے کہ آدمیوں میں اس کا جسم موجود رہے اور دل میں سوائے خدا کے کسی کا خیال نہ ہو اور یہ بات ساتھ بے تکلفی کے ہو، تو پھر یہ لباس فقراء نشان مند ہونا اور ہمیشہ متعلق بہ ذکر خدا رہنا اس طرح پر کہ لوگوں پر مخفی نہ رہے، اس میں اکثر دکھانے اور سنانے کا گمان ہوتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ وضع اور لباس ایسا ہونا چاہئے کہ جیسے خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ نہ میں لباس عالموں کا سا پہنتا ہوں کہ لوگ مجھ کو عالم کہیں اور نہ درویشوں کا سا پہنتا ہوں کہ لوگ مجھ کو درویش کہیں اور نہ لباس ملامت کا پہنتا ہوں جس سے عاقبت میں مواخذہ ہو، بلکہ عام لوگوں کا سا لباس پہنتا ہوں کہ جس میں ان تمام باتوں سے بچا رہوں جس طرح خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی طریقہ تھا کہ مثل عام لوگوں کے رہتے تھے اور کوئی شان درویشی وغیرہ کی ظاہر نہ کرتے تھے اور یہی طریق حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا ہے اور یہی مضمون حدیث قدسی کا ہے جس کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مابروں را ننگریم و قال را	مادروں را بنگریم و حال را
ہم کسی کی ظاہری حالت نہیں دیکھتے	ہم باطنی حالت کو دیکھتے ہیں

یعنی میں تمہاری صورتوں اور لباس و اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہوں، اسی واسطے حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جس چیز کو خدا دیکھتا ہے، اس کی تکمیل میں زیادہ کوشش کرتے ہیں اور حق یہ ہے کہ جب خدا کی نظر کپڑوں اور صورتوں پر نہیں ہے تو پھر شکل فقیروں کی بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ زمانہ سابقہ میں درویش بوجہ ناداری ایک تہ بند ایک چادر، اور ایک دوپٹہ ہونے کے سبب بعض مٹیا اور سیاہ کپڑے رنگ لیا کرتے تھے تاکہ جلد میلے نہ ہوں اور دھلائی کا صرفہ نہ ہو اور اس کے دھونے میں وقت ضائع نہ جائے کیونکہ وہ اپنے ہر وقت کو آخری وقت اور ہر سانس کو آخری سانس جانتے تھے، اب لوگ ان کے سیاہ کپڑوں کی نقل تو کرتے ہیں لیکن ان کی یاد خدا اور ترک دنیا کی نقل نہیں کرتے بلکہ اس کے خلاف صورت فقیروں کی اور گھر امیروں کی طرح رکھتے ہیں اسی طرح ان کے ظاہر سے باطن کا معاملہ برعکس ہے۔

بقول حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ:

ہمچو ایں خاماں باطبل و علم	کہ الغ خانیم در فقر و عدم
ان ڈھول ڈھمکے والے ناکارہ لوگوں کی طرح	کہ جو فقر و فنا میں اپنے آپکو الغ خان کہتے ہیں

فصل در آداب طریقت عالیہ

لاف شیخی در جہاں انداختہ	خویشتن را بایزیدے ساختہ
اپنی بزرگی کی بڑائیاں دنیا کے سامنے کرتے ہیں	اور اپنے کو بایزید بسطامی بنا رکھا ہے
ہم زخود واصل شدو سالک شدہ	محفلے وا کردہ در دعوت کدہ
اپنے وجود سے خود ہی واصل ہیں اور خود ہی سالک	دعوتیں اور جلسے ہو رہے ہیں
چند دزدی حرف مردان خدا	تا فروشی وستانی مرحبا
اے ظاہر پرست کب تک مردان خدا کی	نقل کرتا رہے گا تاکہ دنیا میں غلط سودا کرے
ایں نہ مردانند وابہنا صورت اند	مردہ مانند کشتہ شہوت اند
یہ حقیقتاً مرد نہیں ہیں بلکہ صورت سے مرد ہیں	اور یہ خواہش کے بندے اور مردے ہیں

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے:

دلت بچہ کار آید و تسبیح و مرقع	خود راز عملہائے نکوہیدہ بری دار
تیری گدڑی اور تسبیح و مرقع کس کام آئے گا	اپنے آپ کو برے کاموں سے بچائے رکھ
حاجت بکلاہ بر کی داشتنت نیست	درویش صفت باش کلاہ تتری دار
تجھے فقیروں کی سی ٹوپی اوڑھنے کی ضرورت نہیں	صفت فقیروں کی سی رکھ پھر چاہے عمدہ ٹوپی پہن

ہاں اگر کوئی درویشی جتانے اور دنیا کمانے کے واسطے ایسا کرتا ہے تو اس حدیث شریف کا مصداق بنتا ہے **الدنیا زور لا یحصلھا الا بزور** (دنیا مکر ہے اور مکر ہی سے حاصل ہوتی ہے)۔

حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فقر خود را پیش کس پیدا مکن	محنت امروز را فردا مکن
اپنے فقر کو کسی پر ظاہر مت کر	آج کا کام کل پر مت ڈال

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے درونت برہنہ از تقوے	وز بروں جامہ ریاداری
اے شخص تیرا باطن پرہیز گاری سے ننگا ہے	اور تیرا ظاہر لباس ریا سے آراستہ ہے
پردہ ہفت رنگ را بگزار	تو کہ در خانہ بوریاداری
اس پچرنگے پردہ کو چھوڑ دے	کیونکہ تیرے گھر میں چٹائی ہے

یعنی تیرا ظاہر اچھا اور باطن خراب ہے اس واسطے اصلاح کی طرف متوجہ ہو۔

ہر شخص اپنی دولت کا پتہ کسی کو نہیں دیتا، ہر شخص اپنے محبوب کی محبت کا اظہار کسی عمل سے اغیار کو نہیں ہونے دیتا تو پھر محبت الٰہی کا اظہار اپنے لباس سے کرنا یہ ہر گز عقل میں نہیں آسکتا۔

اسی واسطے خواجہ عزیزان علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ وش	ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں
دل میں خدا کی یاد رکھ اور ظاہر میں بیگانہ بنا رہ	یہ عمدہ روش دنیا میں بہت کم ہے

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں:

از بروں در میان بازارم	وزِ دروں خلوتے ست بایارم
ظاہر جسم تو میرا بازار میں ہے	اور میرا باطن یعنی دل خدا کے ساتھ ہے

سوال: بعض اولیاء اللہ نے لباس سے اظہار ولایت نہیں کیا ہے، تو ان کے کلمات سے اظہار ولایت ہوا ہے اور اظہار لباس سے ہو یا کلام سے دونوں کی ایک صورت ہے۔

جواب: بعض اولیاء اللہ کو ظلی طور پر کمالات نبوت میں سے حصہ دیا جاتا ہے اور بعض کو صرف ولایت میں سے دیا جاتا ہے۔ فیضان نبوت قابل اظہار ہوتا ہے اور فیضان ولایت قابل استتار، لہٰذا جن اولیاء اللہ کو کمالات نبوت سے حصہ دیا گیا ہے انہوں نے بموجب ارشاد وَ اَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ اظہار ولایت کیا ہے اور اس اظہار کی دو منشاء ہیں۔ ایک شکریہ نعماء الٰہی کا دوسرے خلق ناقص کو خدا کی طرف بلانے کا اور جن اولیاء کو صرف ولایت میں سے حصہ دیا گیا ہے اور ان سے اظہار کرامات یا اظہار حالات باطنی ہوئے ہیں وہ صرف خدا نے اس واسطے ظاہر کرائے ہیں کہ کفار فجار راہ ہدایت پر آئیں، اور طالب خدا کی طرف بڑھیں اور ان بزرگوں کا کلام طلبہ حق کے واسطے راہ طریقت کا قانون بنے اور شیطان کے دھوکے سے بچیں ورنہ اولیاء اللہ نے اپنا اظہارِ فقر غیر کے واسطے نہیں کیا جو کچھ الہام ہوا کہہ دیا جیسے فرمایا مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے:

دو دہاں داریم گویا ہمچو نے	یک دہاں پنہاں است در لب ہائے وے
بانسری کی طرح دو منہ رکھتا ہوں	ایک منہ خدا کے ہونٹوں میں ہے

یعنی جو کچھ الہام خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں وہی کہہ دیتا ہوں۔ مولف عرض کرتا ہے:

عبد خالق پیشوائے عارفاں	ایں چنیں فرمود بہر طالباں
حضرت عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے	اس طرح فرمایا ہے، طالبان حق کے لئے

این نصیحت بشنوید از گوش دل | کار نے آید دریں جا گوش گل
اس نصیحت کو دل لگا کر سنو | یہاں مٹی کے کان کام نہیں آئیں گے
بندگاں باید کہ در وقت سخن | قلب با حق قالب در انجمن
بندوں کو چاہئے کہ بات چیت کرتے وقت | دل خدا کے ساتھ ہو اور جسم محفل میں

(۵) یاد کرد سے مراد یہ ہے کہ ہمیشہ اللہ کا ذکر کرے، ذکر اسم ذات کا یا نفی اثبات کا۔ یعنی کلمہ شریف کا کہ جو مرشد سے پہنچا ہو، اور ذکر اس قدر کرے کہ حق تعالی کی حضوری حاصل ہو جائے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مقصود ذکر سے یہ ہے کہ دل ہمیشہ حضرت حق کے ساتھ حاضر رہے بوصف محبت اور تعظیم کے اس واسطے کہ ذکر یعنی یاد دفع غفلت کا نام ہے۔

حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

باش دائم اے پسر در یاد حق | گر خبر داری ز عدل و داد حق
اے عزیز! ہمیشہ یاد حق میں رہا کر | اگر تجھے خدا کے انعامات کی خبر ہے

(۶) بازگشت یعنی رجوع کرنا پھرنا: اس سے مراد ہے کہ تھوڑے تھوڑے ذکر کے بعد تین بار یا پانچ بار مناجات کی طرف رجوع کرے کیونکہ یہ دعا حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ہے الٰہی مقصود من توئی و رضائے تو، محبت و معرفت خود بدہ یعنی اے اللہ میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری خوشنودی، اپنی محبت اور معرفت عطا فرما۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے حضرت والد بزرگوار شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دعا کو بار بار پڑھنا شرط عظیم فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ طالب کو لازم ہے کہ اس سے غافل نہ رہے اس واسطے کہ جو ہم نے پایا ہے اس ہی کی برکت سے پایا ہے، مقصد اس دعا کا یہ ہے کہ جو ذکر و فکر سے سرور یا کوئی نور یا کوئی چیز عالم غیب کی نظر آئے تو طالب اس پر مغرور نہ ہو اور اس کو اپنا مقصد نہ سمجھ لے کیونکہ ذات خدا تو کجا اسماء و صفات الٰہی میں سے ایک صفت میں اگر لاکھوں برس سیر سالک رہے جب بھی ختم نہ ہو لہٰذا یہ دعا سب کو قطع کر کے ذات حق سے قریب کرتی ہے۔ اسی وجہ سے خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: ہر چہ دیدہ شد و شنیدہ شد و دانستہ شد آں ہمہ غیر است بحقیقت کلمہ لا نفی آں باید کرد (ترجمہ: جو کچھ دیکھا جائے اور سنا جائے اور جانا جائے وہ سب غیر خدا ہے کلمہ طیبہ کے لا سے سب کی نفی کر دینی چاہئے)

اسی مطلب میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے برادر بے نہایت در گہیست | ہر کہ بروئے می رسی بروئے مائیست

اے بھائی خدا کی بے انتہا درگاہیں ہیں | جب تو کسی درگاہ پر پہنچ جائے اس کو نہایت جان کر مت ٹھہر

(۷) نگہداشت سے مراد ہے کہ ذاکر حق خطرات اور احادیث نفس کو ہانکے اور دور کرے، یعنی جو خیالات اور وسوسے دل میں غیر خدا کے آئیں تو سالک ان کو نہ آنے دے اسی واسطے خواجہ بزرگوار محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سالک کو لائق ہے کہ خطرہ کو اس کے ابتدائے ظہور میں روک دے اس واسطے کہ جب ظاہر ہو چکے گا تو نفس اس کی طرف مائل ہو جائے گا اور وہ نفس میں اثر کرے گا، پھر اس کا دور کرنا مشکل ہو گا۔ یہ نگہداشت طریقہ ہے حاصل کرنے ملکہ خلوت خانۂ ذہن کا خطرات و وساوس کے خطور کرنے سے یعنی دنیا کے خیالات دل پر نہ جمیں اور دل مثل آئینہ کے صاف رہے اور جو فیضان باطن آئے اس کا عکس دل میں پڑے، اور جب آئینہ دل خالی نہیں ہے تو اس میں ظہور انوار و برکات الٰہی کہاں ہو سکتا ہے۔

چنانچہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پنبہ وسواس بیروں کن زگوش | تا بگوشت آید از گردوں خروش

وسوسوں کی روئی کان سے باہر نکال | تا کہ تیرے کان میں آسمان سے آوازیں آئیں

تا کنی فہم آن معمہ ہاش را | تا کنی ادراک امر فاش را

تا کہ تو ان اسرار کو سمجھ سکے | تا کہ تو راز کی باتوں کو جان سکے

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خطرہ کو دل میں ساعت بھی نہ رکھنا چاہئے، بزرگوں کے نزدیک یہ امر اہم ہے اور اولیائے کاملین کو یہ دولت تازماں حاصل رہتی ہے، یعنی عرصہ تک۔

عبد خالق پیشوائے اولیاء | برگزیدہ رہنمائے اتقیا

حضرت عبدالخالق علیہ رحمۃ جو اولیاء کے پیشوا ہیں | مقبول بندہ خدا کے اور متقیوں کے راہنما ہیں

ایں چنیں فرمود بہر موماناں | از خدا غافل مشو تو یک زماں

انہوں نے اس طرح فرمایا ہے مومنوں کے لئے | کہ خدا سے تھوڑی دیر بھی غافل نہ رہے

گوش تا در دل نیاید فکر غیر | نے دور فکر دل طالب بغیر

اس بات کی کوشش کر کہ دل میں غیر کا خیال نہ آئے | نہ طالب کے دل کا خیال سوائے خدا کسی طرف جائے

(۸) یاد داشت: یاد داشت سے مطلب یہ ہے کہ توجہ صرف جو خالی ہے الفاظ اور معنی سے واجب الوجود کی حقیقت کی طرف منتقل ہو جانا اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنے والد بزرگ شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سے کہ حق بات یہ ہے کہ ایسا متوجہ رہنا بالاستقامت حاصل نہیں ہوتا مگر بعد فنائے تام اور بقائے کامل کے ان شاءاللہ تعالیٰ فنائے تام اور بقائے کامل کی شرح فصل ولایت صغریٰ میں کی جائے گی، اگر ضرورت ہو تو اس جگہ دیکھ لینا چاہئے۔

سوال: یاد کرد نگہداشت اور یادداشت میں کیا فرق ہے؟

جواب: یاد کرد، نگہداشت میں طالب اپنی کوشش سے رب کی طرف مخاطب ہوتا ہے اور یادداشت میں بلا کوشش خود بخود قلب خدا کی طرف مشغول و مخاطب رہتا ہے۔

یادداشت حاصل شود بعد از فنا — بلکہ حاصل می شود بعد از بقا

یادداشت فنائے نام کے بعد حاصل ہوتی ہے — بلکہ بعد بقائے کامل کے

بعد ازیں غافل نہ باشد یک زماں — خواہ باشد فرح و غم سود و زیاں

اس کے بعد تھوڑی دیر بھی خدا سے غافل نہ رہے — خواہ اسے خوشی ہو یا رنج فائدہ ہو یا نقصان

در جماعت اولیاء داخل شود — نزد جملہ طرق او واصل شود

وہ شخص جو فنا و بقا سے مشرف ہو چکا ہو وہ ولی ہے — اور متفقہ طور پر وہ واصل بحق ہے

(۹) وقوف زمانی کی شرح ہوش در دم میں ہو چکی ہے ہوش در دم اور وقوف زمانی یہ قریب قریب ایک ہی مطلب پر ہیں۔

(۱۰) وقوف عددی وقوف عددی سے مراد ہے واقف رہنا سالک کا اثنائے ذکر میں۔ جب ذکر حق کرے تو طاق یعنی وتر کرے جیسے ۵،۳،۷،۹،۱۱ وغیرہ اس میں مناسبت ہے ذات حق کے ساتھ کیونکہ ارشاد ہے اللہ وِتر و یحب الوتر (خدا طاق ہے اور طاق کو دوست رکھتا ہے)۔

(۱۱) وقوف قلبی سے مراد ہے کہ سالک ہر وقت ہر آن ہر لحظہ اپنے قلب کی طرف متوجہ رہے اور قلب خدا کی طرف متوجہ رہے تاکہ سب طرف کی توجہ ٹوٹ کر معبود حقیقی کی طرف توجہ رہ جائے اور وسوسے دل میں داخل نہ ہوں۔ خصوصاً وقت ذکر کے اس کا پورا پورا خیال رکھے، اسی واسطے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حبس دم اور رعایت عدد کو ذکر میں لازم نہیں فرمایا بلکہ فوائد میں داخل فرمایا ہے اور وقوف قلبی تو حضرت خواجہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ضروری اور رکن عظیم ہے اور دارومدار طریقہ نقشبندیہ کا اسی پر ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے:

علیٰ بیض قلبک کن کانک طائر فمن ذلک الاحوال فیک تولد

اپنے دل کے انڈے پر پرندے کی طرح ہو جا پس اسی طریقہ سے جس طرح انڈے سے بچہ پیدا ہو تا ہے

آگاہی: جو کلمات نقشبندیہ کی تشریح کی گئی ہے یہ مختصر ہے لیکن اگر کوئی چاہے کہ میں صرف اس کتاب کو دیکھ کر ذکر فکر کروں اور میری تکمیل ہو جائے تو یہ بات نادرات سے ہے۔ بلا شیخ کے راستہ طریقت میں پاؤں رکھنا اپنے کو خطرہ میں ڈالنا ہے اور شرح اس کی فصل تلاش مرشد میں دیکھنا چاہیئے۔

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کار بے استاد خواہی ساختن جاہلانہ جاں بخواہی باختن

بغیر استاد کے تو اگر کام بنانا چاہے گا تو کامیابی ممکن نہیں بلکہ جاہلوں کی طرح جان پر کھیلنا پڑے گا